خطباتِ سلف

طلباء کرام سے خطاب

ترتیب وانتخاب
حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب پالن پوری
شیخ الحدیث ادارۂ دینیات، ممبئی

۴

- مولانا روم علیہ الرحمہ
- حجۃ الاسلام امام غزالی
- علامہ انور شاہ کشمیری
- مولانا اشرف علی تھانوی
- مولانا حسین احمد مدنی
- مولانا شمس الحق افغانی
- مفتی محمد شفیع عثمانی
- حکیم عبد الرشید محمود گنگوہی
- قاری صدیق احمد باندوی
- شاہ مسیح اللہ خاں صاحب
- مولانا ابوالکلام آزاد
- حضرت جی مولانا یوسف
- حضرت جی مولانا انعام الحسن
- مولانا سعید خاں صاحب
- مولانا عبید اللہ بلیاوی
- شیخ عبد الفتاح ابوغدہ
- مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی
- مولانا اسعد مدنی

خطبات سلف

طلبائے کرام سے خطاب

جلد چہارم

{جمع ترتیب}

حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب پالنپوری
شیخ الحدیث وخادم مکاتب قرآنیہ ممبئی

(ناشر)

الامین کتابستان دیوبند (یوپی)

تفصیلات

نام کتاب : خطبات سلف (جلد چہارم)

علماء کرام سے خطاب

ترتیب : حضرت مولانا حفظ الرحمن پالنپوری (کاکوسی)

کمپیوٹر کتابت : عابد کمپیوٹر گرافکس 02554-231855

ناشر : الامین کتابستان دیوبند (یوپی)

اشاعت اوّل : ۲۹ ؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

صفحات :

قیمت :

ملنے کے پتے

فردوس کتاب گھر ممبئی، مکتبہ رشیدیہ چھاپی، مکتبہ ملت دیوبند،

مکتبہ ابن کثیر ممبئی، مکتبہ الاتحاد دیوبند، نصیر بکڈپو دہلی

انتساب

والد مرحوم رحمہٗ اللہ اور مشفق والدۂ محترمہ کے نام

جنہوں نے نامساعد حالات میں بھی علوم اسلامیہ عربیہ کی تعلیم میں لگا کر مجھ پر احسان عظیم فرمایا، اللہ تعالیٰ والد مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور والدہ ماجدہ کے سایۂ عاطفت کو تادیر قائم رکھے۔

مشفق اساتذۂ کرام کے نام جنہوں نے انتہائی شفقت اور مہربانی فرما کر دو لفظ لکھنے پڑھنے کے قابل بنایا، اللہ تعالیٰ تمام اساتذہ اور محسنین کو اپنے خزانۂ غیب سے جزا عطا فرمائے۔

فہرست مضامین

عناوین صفحہ نمبر

(۲) گلدستۂ معرفت

(حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ)

(۳) گلدستۂ معرفت

(حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ)

(۴) قادیانیت ایک سنگین فتنہ

(امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ)

(۵) طلباء کیلئے راہِ عمل

(حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ)

(٦) تعارف حدیث

(شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ)

(۷)فضیلت علم واہل علم

(حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ)

(۸) طالب علم کا نصاب زندگی

(مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

(۹) ایک علمی تقریر

(حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۰) طلباء کے اوصاف

(عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ)

(۱۱) دنیوی علوم کی تعلیم

(مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب شروانی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۲)علم اللہ کی ایک امانت ہے

(خطیب دوراں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۳)انسانی علم اور علم الٰہی میں فرق

(رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ)

(۱۴) حقیقی علم صفات والا علم ہے

(رئیس التبلیغ حضرت جی ثالث حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ)

(۱۵) طلباء سے خطاب

(حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب)

(۱۷)علم کی قوت وطاقت

(مبلغ عظیم حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۸) علم کی قوت وطاقت

(داعی کبیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۹) طلبہ کے لیے بصیرت افروز باتیں

(حضرت العلامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الشامی رحمۃ اللہ علیہ)

(۲۰)علم حاصل کرنے کا طریقہ

(محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ)

(۲۱)تاریخی کارنامہ

(فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

تقریظ

مفکرملت حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی دامت برکاتہم

رئیس الجامعہ دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر، گجرات

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ "فَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یاددہانی کرتے رہو، یاددہانی کرنا مومنین کونفع دیتا ہےاس لیے ہر دور میں علمائے امت نے تذکیر کا فریضہ ادا کیا ہے،کوئی وعظ وارشاد کے ذریعہ اس فریضہ کوادا کرتا ہےتوکوئی تحریر کووسیلہ بناتا ہے۔

دورنبوت سے جتنا بعد ہورہا ہےامت میں اعمال میں کوتاہیاں بڑھ رہی ہیں مگر دورآخر میں بھی علماء ربانیین برابراصلاح کے کام میں لگے ہوئے ہیں اوران شاءاللہ قیامت تک مجددین اور مصلحین کا سلسلہ جاری رہے گا۔

مولانا حفظ الرحمن صاحب پالنپوری قاسمی مدظلہ کواللہ تعالیٰ جزائے خیرعطا فرمائے کہ انھوں نے امت کے ہرطبقہ کے لیے بہت مفید مضامین ہمارے اکابرین اور علمائے راسخین کی کتابوں سے جمع کرکے شائع کرنے کاارادہ کرلیا ہے، بندہ نے اللہ تعالیٰ جزائے خیرعطافرمائے کہ انہوں نے امت کے ہرطبقہ کے لیے بہت مفید مضامین ہمارےاکابرین اورعلمائے راسخین کی کتابوں سے جمع کرکےشائع کرنے کاارادہ کرلیا ہے، بندہ نے اس کےعنوانات پرنظرڈالی تواس کوبہت مفید پایا، اللہ تعالیٰ اس کوقبول فرمائے اورامت کے ہرفردکواس سےاستفادہ کرنے اورعمل کی توفیق عطافرمائے۔

انسان کواپنی اصلاح کے لیے یاتو بزرگوں کی صحبت سے فائدہ ہوتا ہے یاان

کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ مقصد حاصل ہوتا ہے، مولانا موصوف کی یہ کتابیں ''خطبات سلف''، مکمل اصلاح امت کے لیے بہت مفید ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

احقر عبداللہ غفرلہ

۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

تقریظ

نمونۂ اسلاف حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جن مختلف کمالات سے نوازا ہے، ان میں سے ایک بیان اور خطاب کی صلاحیت بھی ہے کہ وہ عمدہ اور دل نشین پیرایہ میں اپنے مافی الضمیر کو مخاطبین کے سامنے پیش کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن خصوصیات اور امتیازات سے نوازا تھا، ان میں سے ایک جوامع الکلم بھی ہے یعنی الفاظ کم ہوں اور اس کے معانی اور مدلولات زیادہ ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت اور امتیاز کا کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے صدقہ اور طفیل میں آپ کے علوم کے وارثین حضرات علماء کو بھی دیا گیا، جس کے ذریعے علماء کا یہ طبقہ ہر زمانے میں امت کی اصلاح وتربیت کا فریضہ انجام دیتا رہا۔ ہم جس دور سے گذر رہے ہیں اس میں علمائے سابقین کی مختلف علمی واصلاحی خدمات کو منقح اور مرتب کرنے کا ایک مستقل سلسلہ جاری ہے، چنانچہ علمائے سابقین کے اس علمی ذخیرہ کو دور حاضر کے علماء مختلف عنوانات کے ماتحت ترتیب دے کر امت کے سامنے پیش کر رہے ہیں، جس کا مقصد ایک ہی موضوع پر مختلف اکابر علماء ومشائخ کے افادات یکجا طور پر قارئین کی خدمت میں پیش کرنا ہے، اسی نوع کا ایک سلسلہ حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب پالنپوری زید مجدہم نے شروع کیا ہے جس میں ''خطبات سلف'' کے عنوان سے مختلف موضوعات پر اکابر واسلاف امت کے خطابات کو پیش کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس وقت ہمارے سامنے اس زیر ترتیب کتاب کی پانچ جلدیں ہیں، جن میں سے تین جلدوں میں علمائے کرام کو

مخاطب بنا کر دیے گئے خطبات کو جمع کیا گیا ہے اور دوسری دو جلدوں میں طلبہ کرام کو مخاطب بنا کر دیے گئے۔

خطبات کو جمع کیا گیا ہے، بہر حال اپنے موضوع پر ایک اچھوتے انداز میں کی گئی یہ علمی کاوش قابل مبارک باد ہے اور حضرات علماء وطلبہ کے لیے خاصہ کی چیز ہے، دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس سعی جمیل کو حسن قبول عطا فرمائے اور پڑھنے والوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

فقط

أملاہ: احمد خانپوری

۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

پیش لفظ

اصلاح خلق اور رشد وہدایت کے منجملہ اسباب کے ایک قوی سبب وعظ وارشاد، خطابت وتقریر اور پند ونصیحت ہے یہی وجہ ہے کہ ابتداء ہی سے اس کا سلسلہ چلا آرہا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف موقعوں کے بے شمار خطبات کتب حدیث میں مذکور ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات نہایت سادہ ہوتے تھے، ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں خطبہ دیتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں عصاء ہوتا تھا، اور میدان جنگ میں خطبہ کے وقت کمان پر ٹیک لگاتے تھے، جمعہ اور عیدین کا خطبہ تو معین تھا لیکن اس کے علاوہ خطبہ کا کوئی وقت مقرر نہ تھا جب ضرورت پیش آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فی البدیہ خطبہ کے لیے تیار ہوجاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات سادہ اور پر اثر ہوتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہا چنانچہ ہمارے ان اسلاف کے خطبات ومواعظ بھی تاریخ وسیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں، اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا۔

امت محمدیہ میں ہر دور اور طبقہ میں وہ پاکیزہ نفوس، برگزیدہ ہستیاں، اولیاء اتقیاء، صلحاء ابرار اور پاک باطن افراد رہیں گے جو امت کو اسلام کے نور سے منور کرتے رہیں گے۔

امت محمدیہ کا کوئی دوران پاکیزہ نفوس اور نیک طبیعت افراد سے خالی نہیں رہے گا۔

فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے

لا تزال طائفة من امتی ظهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم الى قيام الساعة

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، انہیں ضرر پہنچائے گا ان کو خود ذلیل کرنا چاہے گا اور نہ وہ جوان کی مخالفت کرے گا، قیامت تک ہزاروں مخالفتوں کے نرغے میں بھی وہ اپنے رشد وہدایت کے کام میں لگی رہے گی اور یہ بات بدیہی ہے کہ مواعظ وخطبات سے انسانی قلوب میں فضائل اور خوبیوں کی تخم ریزی ہوتی ہے جس سے نیکی کی راہ میں ثابت قدمی کے جذبات بنتے ہیں اور اس راہ کی تکالیف اور دشواریوں کو برداشت کرنا سہل ہو جاتا ہے، اور زندگی کی متاع عزیز کو اعمال صالحہ سے سنوارنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا...... **وان من البیان لسحرا**......بعض بیان جادو اثر ہوتے ہیں، جو جادو کا سا اثر کرتے ہیں، دل پر بیان کے کسی جملہ یا لفظ کی چوٹ لگتی ہے تو زندگی کا رخ بدل جاتا ہے۔

احقر کے دل میں پچھلے تین سالوں سے یہ خیال کروٹ لے رہا تھا کہ ہمارے اسلاف واکابر کے وہ ایمان افروز اور قیمتی خطبات ومواعظ جو متفرق اور مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں......اگر ترتیب وار اور طبقہ وار ان کو یکجاء کیا جائے تو اس سے بڑے نفع کی توقع ہے......آخر توفیق ایزدی سے تدریجی طور پر کام شروع کر دیا...... الحمد للہ کہ راہیں بھی وہی سجھاتے ہیں اور سہل بھی وہی کرتے ہیں۔

ان خطبات ومواعظ میں ترتیب یہ رکھی گئی کہ اسلاف واکابرین کے وہ خطبات جوعلماء کے مجمع میں ہوئے......طلبہ کے مجمع میں ہوئے......خواتین سے ہوئے...... خواص کے مجمع میں ہوئے......اور حجاج کرام میں ہوئے......ان سب کو طبقہ وار علیحدہ کیا گیا۔پہلی،دوسری اور تیسری جلد میں اکابر کے وہ خطبات ہیں جوعلماء کے مجمع میں ہوئے،(جس میں تقریباً اڑتالیس ۴۸ بیانات ہیں)چوتھی اور پانچویں جلد میں وہ خطبات ہیں جوطلباء کے سامنے کیئے گئے،(جس میں چالیس ۴۰ بیانات ہیں)اس طرح ترتیب وار پانچ جلدوں میں علماء اور طلباء سے خطاب والے مواعظ مکمل ہوئے اور آگے اس طرح طبقہ وار ترتیب جاری رہے گی ان شاءاللہ،اللہ تعالیٰ اپنی توفیق شامل حال فرمائے اور راہ کی ساری دشواریوں اور رکاوٹوں کو دور فرمائے۔

اکثر بیانات تو متفرق کتابوں میں آسانی سے دستیاب ہوگئے البتہ بعض بیانات کے لیے کافی دشواریوں کا سامنا بھی ہوا،بعض اکابرین کے مستقل بیانات نہیں مل سکے اور نہ ملنے کی کوئی سبیل تھی تو ان کے ملفوظات ومجلس سے مفید اقتباسات لئے گئے۔

بعض بیانات زیادہ طویل تھے تو ان میں کچھ اختصار کیا گیا۔

ہر بیان میں جگہ جگہ عناوین ڈالے گئے،بعض بیانات میں عناوین تھے تو ان میں اضافہ کیا گیا،کچھ جگہ عناوین میں ترمیم بھی کی گئی۔

ہر بیان کے شروع میں اس کا نام تجویز کیا گیا،اکثر بیانات میں نام موجود تھے وہ برقرار رکھے گئے،کچھ جگہ نام تبدیل بھی کیئے گئے۔

ہر بیان کے شروع میں وہ ایک اقتباس اسی بیان کا لکھا گیا جس سے پورے

بیان کا خلاصہ سامنے آجائے۔

سارے بیانات ہمارے ان اکابرین کے لیے گئے ہیں جو دنیا سے وفات پاچکے ہیں، موجودہ اکابرین کے بیانات شامل نہیں کیئے گئے۔

بلا کسی اصول کے سردست ہمارے جن اکابرین کے بیانات موصول ہوتے گئے شامل کیئے گئے، متوفین میں ہمارے کئی اکابرو اسلاف کے بیانات موصول نہیں ہوسکے، اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اکابرو اسلاف کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

آخر میں احقران تمام علماء کرام، بزرگان دین اور دوست واحباب کا تہہ دل سے شکر گذار ہے جن کی کتابوں سے یا جن کے توسط سے بیانات موصول ہوئے، اور جنہوں نے ترتیب وجمع اور تصحیح میں کسی کا بھی تعاون کیا، اور جنہوں نے کسی طرح کے مفید مشوروں سے نوازا، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائے، اور اس سلسلہ کو احقر کے لیے ذریعہ نجات اور ذخیرہ آخرت بنائے، اور امت کے خواص وعوام میں اس کو شرف قبول عطا فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

کتبہ حفظ الرحمن پالن پوری (کاکوسی)

خادم مکاتب قرآنیہ بمبئی۔

۲۹ رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۶ رجنوری ۲۰۱۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان .... ①

علم نافع

{افادات}

صاحب مثنوی حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ

علم نافع سے متعلق مثنوی کے دس اشعار کی
حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی دلنشین تشریح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

علم کو اگر دل کی اصلاح میں استعمال کرو گے تو یہ بہترین یار ہے، اور اگر تن پروری، عیش کوشی، جاہ طلبی اور مجادلہ میں استعمال کرو گے تو یہی علم سانپ بن جاتا ہے۔

علم چوں بردل زنی یارے بود   علم چوں برتن زنی مارے بود

اے مخاطب! خبردار! علم کو خواہشات نفس کی پیروی میں مت استعمال کرنا تاکہ اس اخلاص کی برکت سے اپنے سینہ میں علم حقیقی کا انبار (ذخیرہ) پالو

ہیں مکش بہر ہوا آں بارِ علم   تابہ بینی از دروں انبار علم

پیراگراف از حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

علم صفت الٰہی ہے

حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

خاتم ملک سلیمان ست علم جملہ عالم صورت و جاں مت علم

حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاتم (انگوٹھی) علم تھا یعنی اسماء الٰہیہ سے اسم اعظم تھا جملہ کائنات صورت و جسم ہے اور علم ہی اس کے اندر روح ہے،

آدم خاکی زحق آموخت علم تا بہفتم آسماں افروخت علم

سیدنا آدم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے علم سیکھا

کما قال اللہ تعالیٰ و علم آدم الاسماء کلھا

اس علم نے آپ کو فلک سابع (ساتویں آسمان) تک روشن کر دیا،

علم سانپ ہے اگر دل سے متعلق نہ ہو

ابو البشر چوں علم الاسماء گشت صد ہزاراں علمش اندر ہر رگ ست

سیدنا آدم علیہ السلام کو علم حق تعالیٰ نے عطا فرمایا

اور عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا سے آپ کی ہر رگ میں لاکھوں انوار علوم بھر دیئے

علم چوں بر دل زنی یار بے بود علم چوں بر تن زنی مارے بود

علم کو اگر دل کی اصلاح میں استعمال کرو تو یہ بہترین یار ہے، اور اگر تن پروری، عیش کشی، جاہ طلبی اور مجادلہ میں صرف کیا تو یہی علم سانپ بن جاتا ہے۔

علوم انبیاء کا فیضان

ہیں مکش بہر ہوا آں بارِ علم تابہ بینی از دروں انبار علم

اے مخاطب! خبر دار علم کو خواہشات نفس کی پیروی میں مت استعمال کرنا تا کہ اس اخلاص کی برکت سے اپنے سینہ میں علم حقیقی کا انبار (ذخیرہ) پالو،

بینی اندر دل علوم انبیاء بے کتاب و بے معید و اوستا

اپنے اندر علوم انبیاء کا فیضان موجزن پاؤ گے اور بے کتاب اور استاذ کے نعمت میسر ہوگی بشرطیکہ کسی اللہ والے سے تعلق کرو۔

محض الفاظ کو مقصود مت بناؤ

قال را بگذار و مردِ حال شو پیش مرد کاملے پامال شو

قیل وقال اور محض الفاظ کو مقصود مت بناؤ، ان الفاظ کے معانی اور حقائق کا پتہ لگانے کے لیے صاحب حال بنو، نرے صاحب قال ہی نہ رہو

اور صاحب حال بننے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی مرد کامل کے پاؤں کے نیچے اپنے نفس کو رکھدو، یعنی دل سے اس کے تابعدار بن جاؤ اور اطلاع حالات و اتباع تجویزات سے سلوک طے کرنا شروع کردو۔

نہ جانے کیا سے کیا ہو جاتے میں کچھ کہہ نہیں سکتا جو دستار فضیلت گم ہو دستار محبت میں

تمام علوم کی روح

حکمت دنیا فزاید ظن و شک   حکمت دینی برد فوق فلک

حکمت دنیویہ پڑھنے سے ظن وشک میں اضافہ ہوتا ہے، اور حکمت دینیہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تک رسائی ہوتی ہے مافوق الفلک سے مراد یہی ہے۔

جان جملہ علمہا این ست واین   کہ بدانی من کیئم در یوم دین

تمام علوم کی روح اصلی صرف یہ دولت فکر ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن ہم کو کس نظر سے دیکھیں گے، رضائے الٰہی کی طلب اور ناراضگی سے پناہ میں دل کو گھلانا اصل علم ہے۔

علم کے بقدر خشیت

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ

اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَخْشَاکُمْ [سورۂ بقرہ:۸۲]

اے لوگو! میں تم سب سے زیادہ علم دیا گیا ہوں اور اسی سبب سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اللہ سے

حدیث شریف میں آتا ہے

کَانَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ دَائِمَ الْفِکْرَۃِ

ہمیشہ آپ ﷺ مسلسل غمگین اور فکرمند رہتے تھے، آخرت کا خوف اور امت کا غم آپ کو اس حال میں رکھتا تھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہونے کے باوجود عرض کرتے ہیں

لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ [سورۂ شعراء:۸۷]

اے ہمارے رب! میدان محشر میں ہمیں رسوا نہ کیجئے گا۔

مقبولان بارگاہ الٰہی کا حال

تفسیر خازن میں ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام غلبۂ خوف خداوندی سے سکڑ کر گوریا کے برابر ہوجاتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ خوف سے فرماتے ہیں کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ مقبولان بارگاہ کا یہی حال ہوتا ہے، عظمت الٰہیہ کا جس قدر انکشاف ہوتا جاتا ہے ہیبت حق کا غلبہ ہوتا جاتا ہے، اور جن کی آنکھیں اندھی ہیں انہیں اپنے علوم سے صرف حلوا مانڈا اور معاش کی ضروریات حاصل کرنا ہوتا ہے۔

علوم نبوت کے ساتھ نور نبوت

بزرگان دین کی صحبت نہ ملنے سے یہی حشر وانجام ہوتا ہے۔

بقول حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کے کہ نور نبوت کے بغیر علوم نبوت پڑھ لینے سے عملی زندگی کبھی درست نہیں ہوسکتی، اس لیے فراغ درسیات اور علوم ظاہری کے بعد اہل اللہ کی صحبت میں حاضری ضروری ہے جس کی مدت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے چھ ماہ تجویز فرمائی ہے۔

نور فراست کیسے ملتا ہے

دانش نور ست درجان رجال نے زدفتر نے زراہ قیل وقال

اللہ والوں کی جانوں کو نور فراست عطا ہوتا ہے، جو قیل وقال اور کتب خانوں کے دفتر سے نہیں ملتا بلکہ کسی اللہ والے کی صحبت میں ایک عمر محنت ومجاہدہ سے ملتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان---------- ②

گلدستۂ معرفت

حصہ اول

{افادات}

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ

حضرت امام محمد غزالیؒ کی نہایت ہی قیمتی نصیحتوں کا وہ گلدستہ ہے جو اپنے ایک شاگرد کی درخواست پر جواباً اس کو لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتباس

اے بیٹے تو نے راتیں جاگ کر علم کا بار بار ورد کیا اور اس کے مطالعہ کے خاطر اپنے او پر نیند حرام کی ، مجھے علم نہیں ہے کہ اس سے کیا مقصد تھا، اگر تیری نیت دنیا کا فائدہ حاصل کرنا اور دنیوی شان و مرتبہ حاصل کرنا تھا تو... فَوَيْلٌ لَكَ ثُمَّ وَيْلٌ لَكَ

یعنی تیرے لیے افسوس ہے اور پھر تیرے لیے افسوس ہے

لیکن اگر تیرا مقصد دین محمدی ﷺ اور اسلام کو قائم رکھنا اور اخلاقی تہذیب اور کسر نفسی تھا تو......فَطُوبٰى لَكَ ثُمَّ طُوبٰى لَكَ

تو پھر تیرے لیے خوشی اور آفرین ہے، پھر تیرے لیے خوشی اور آفرین ہے۔

سهر العيون بغير وجهائے ضائعُ
وبُكَاءُ هُنَّ بِغَيْرِ فَقَدٍ بَاطِلٌ

اے پروردگار! تیرے دیدار کے علاوہ آنکھوں کا جاگنا بیکار ہے اور تیری ذات کے علاوہ کسی کے لیے آنکھوں کا رونا باطل ہے۔

پیراگراف از بیان حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

نصیحتوں کا سرچشمہ

اے پیارے بیٹے اور سچے دوست اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی اطاعت و بندگی کرنے کے لیے بڑی عمر عطا فرمائے اور محبوب بزرگوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمام نصیحتوں کا سرچشمہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس ہے اس لیے تمام نصیحتوں کا منشور آپ کی احادیث اور سنت پر مشتمل ہے ہر وہ نصیحت جو حدیث اور سنت کے خلاف ہے اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا بے شمار نصیحت نامے آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ اور سنت کی روشنی میں لکھے اور بیان کیے گئے ہیں ان سے اگر تجھے کچھ نصیحت پہنچی ہے تو پھر میری کسی نصیحت کی ضرورت نہیں لیکن اگر تجھے رسول اللہ ﷺ کی نصیحتوں میں سے کوئی نصیحت نہیں پہنچی تو مجھے بتا کہ اتنے سال تک تو نے کون سا علم حاصل کیا؟ بیٹے آنحضرت ﷺ نے جو نصیحتیں کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ،

''علامته اعراض الله عن العبد اشتغاله بما له یعنیه و ان امر

اذهبت ساعته من عمره فی غیر مایخلق له لحری ان یطول علیه حسرة"

ترجمہ: بندے کا غیر مفید کاموں میں مشغول ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے اپنی نظر عنایت پھیر لی ہے اور جس کام کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اگر اس کے سوا کسی اور کام میں ایک لمحہ بھی صرف ہوا تو یہ بڑی حسرت کی بات ہے۔

آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

"من جاوز الاربعین سنة ولم یغلب خیره علی شره فلیتجهز الی النار"

ترجمہ: جس شخص کا حال چالیس سال کی عمر کے بعد بھی یہ ہوا کہ اس کی برائیوں پر بھلائیاں غالب نہ ہوں تو اسے دوزخ میں جانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

علم بلا عمل کا سخت وبال

بیٹے: ساری دنیا کے لوگوں کو یہ نصیحت کرنا نہایت آسان ہے لیکن اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ جن لوگوں کے دلوں میں دنیا کی لذتیں اور نفسیاتی خواہشات گھیر لیتی ہیں ان کو نصیحت اور ہدایت کڑوی لگتی ہے ان لوگوں کے دل دنیاوی خواہشوں اور عیش میں گرفتار رہتے ہیں اس سلسلہ میں وہ شخص خاص طور پر قابل ذکر ہے جو حکمت فلسفہ اور اس طرح کے دوسرے دنیاوی علوم حاصل کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ علم اسے اس کی دنیا کی فانی شان اور مرتبہ کے علاوہ آخرت میں بھی چھٹکارے کا سبب بنے گا اس پر عمل کرنا ضروری نہیں اس طرح وہ خود کو عمل کرنے سے فارغ سمجھتا ہے یہ اعتقاد فلسفہ پڑھنے والوں کا ہے جو کہ غلط ہے سبحان اللہ العظیم یہ شخص اتنا نہیں جانتا کہ وہ علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا وہ علم اس کے لیے آخرت کی پکڑ کا سبب ہوگا کیا اسے یہ خبر نہیں ہے کہ سرکار دو عالم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ"

ترجمہ: قیامت میں لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے حاصل کئے ہوئے علم سے فائدہ نہ پہنچایا ہو۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد

بزرگوں کے قصوں میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ کو کسی بزرگ نے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ ابوالقاسم (مرنے کے بعد کے حال کی) خبر دیں حضرت جنیدؒ نے جواب دیا:

"اَلْعِبَادَاتُ وَفُنِيَتِ الْاِشَارَاتُ وَمَانَفَعَنَا اِلَّا رُكَيْعَاتٍ رَكَعْنَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ"

ترجمہ: عبادات اور اشارات سب بیکار گئے البتہ ان رکعتوں نے کچھ فائدہ پہنچایا جو تہجد کے وقت پڑھتا تھا۔

علم بلا عمل کی مثال

بیٹے: نیک اعمال سے محروم، ظاہری علم سے خالی ہاتھ اور باطنی کمالات سے خالی نہ رہنا اور یہ یقین کرلے (نیک اعمال کے سوا) صرف علم قیامت کے دن کچھ مدد نہیں کرے گا یہ بات اس مثال سے سمجھنی چاہیے کہ اگر کوئی جنگل بیاباں سے گزر رہا ہو ہاتھ میں دس تیز تلواریں ہوں اور اسی طرح عمدہ تیر کمان اور دوسرے ہتھیار بھی ہوں اور اس کے ساتھ ہتھیار چلانے اور جنگ کرنے کا طریقہ بھی آتا ہو ایسے میں اچانک سامنے شیر آجائے تو بتاؤ کہ کیا سب ہتھیار استعمال کئے بغیر وہ شیر سے بچ سکتا ہے؟

تو یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ہرگز نہیں بچ سکتا اسی طرح تجھے علم ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص ایک لاکھ علمی مسئلہ جانتا ہو لیکن کسی پر عمل نہ کرتا ہو تو یہ عمل اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

علم بلا عمل کی دوسری مثال

دوسری مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہوا سے گرمی اور صفرا کی شکایت ہوا سے یہ علم ہو کہ اس بیماری کی شفاء شکنجبین اور کشکاب (جو کی آش) میں ہے لیکن وہ ان دواؤں کو استعمال نہیں کرتا تو کیا دوا کے اثرات اور استعمال کرنے کا یہ علم گرمی اور صفرا کی بیماری کو دفع کرے گا؟ تو بہتر سمجھ سکتا ہے کہ حکمت کا محض علم ہونے سے بیماری ختم نہیں کر سکتا ۔

گر مئے دو ہزار رطل از و پیمائی تا مئے نخوری نباشدت شیدائی

یعنی اگر تو دو ہزار رطل شراب تولے تو بھی اس وقت تک نشہ نہیں ہوگا جب تک اسے پی نہ لے۔

بہت سا علم حاصل کرنا اور کتابوں کو الٹتے پلٹتے رہنا لیکن اس پر عمل نہ کرنا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک نیک اعمال کے ذریعہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حقدار نہیں بناتا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رحمت تجھے نصیب نہیں ہوگی۔

کامیابی کا مدار جدو جہد پر ہے

سن: قرآن حکیم اس سلسلے میں فرماتا ہے۔

{وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی} {ترجمہ: انسان کو کوشش کے بغیر کچھ نہیں مل سکتا} اس سے ثابت ہوا کہ انسان کوشش کر کے ہی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

بیٹے! مجھے علم ہے کہ تو نے پڑھا ہوگا کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن منسوخ وہ شخص ہے جس نے یہ بیان کی ہے اے بیٹے! میں نے فرض کیا کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن ان دو آیتوں کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟

{فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ}

ترجمہ: (پس جس نے ذرہ بھر بھی نیکی کی ہوگی (قیامت میں) اسے وہ دیکھے گا اور جس نے ذرہ بھر بھی گناہ کیا ہوگا (قیامت میں) اسے وہ دیکھے گا)

{فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا}

ترجمہ: (پس جو اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک کام کرے)

{وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا}

ترجمہ: اور کسی دوسرے کو اپنے رب کی عبادت میں شریک نہیں کرتا۔

{اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا}

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے، اچھے کام کیے، ان کے لیے جنت الفردوس مہمانداری کے طور ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

پھر دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

{اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا}

ترجمہ: سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔

احادیث کا استحضار

اور ان احادیث مبارکہ کے بارے میں تو کیا کہنا ہے، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

{بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لآاله الا الله واقام الصلوة وايتآء الزكوٰة وصوم شهر رمضان وحج البيت من استطاع اليه سبيلا}

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اول شہادت دینا کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں دوسرے نماز قائم کرنا تیسرے مال کی زکوٰۃ دینا چوتھے ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور پانچویں استطاعت ہو تو حج کرنا۔

{الايمان اقرار باللسان وتصديق بالجنان وعمل باعمل بالاركان}

ترجمہ: ایمان زبان سے قبول کرنے اور دل سے ماننے اور ارکان پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔

رحمت الٰہی کے لیے رحمت کا مستحق بننا ہوگا

یہ حقیقت بیان کرکے اگر دل میں خیال پیدا ہو کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نہیں بلکہ اپنے اعمال کے ذریعہ جنت میں جائے گا تو یہ سمجھ لے کہ تو نے میری بات نہیں سمجھی تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں یہ نہیں کہہ رہا بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور رحمت سے جنت میں جائے گا لیکن جب تک بندہ اپنی عبادت وبندگی سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے لائق نہیں بنے گا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب نہ ہوگی یہ حقیقت میں نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

{اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾}

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر بندے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہو تو پھر وہ جنت میں کیسے جائے گا میں بھی یہ بات دہراتا ہوں کہ (خدا کی رحمت کے بغیر) بندہ جنت میں کیسے جائے گا لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ بندہ ایمان کے ذریعہ جنت میں داخل ہوگا پھر تو سامنے مشکل وادیاں ہیں جن میں پہلا مشکل راستہ ہے ایمان کو بہ سلامت ساتھ لے جانا۔

ہمارا کام تو ہے حقِ بندگی ادا کرنا

اے بیٹے! تجھے یقین ہونا چاہیے کہ جب تک کام نہ کرے گا اس وقت تک مزدوری نہ ملے گی بنی اسرائیل کا ایک شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے کہا کہ خداوند قدوس فرماتا ہے کہ تو یہ تکلیف بلا ضرورت کرتا ہے تیری عبادت قبول نہیں اور دوزخ میں جائے گا فرشتے کا پیغام سن کر اس مرد نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور ہمارا کام اس کی بندگی کرنا ہے اور وہ مالک اور اختیار والا ہے پھر یہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے پروردگار! تو اس کائنات کے راز و بھید سے واقف ہے اور تیرے عبادت گزار بندے نے جو جواب دیا ہے وہ بھی تو جانتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ بندہ ہماری بندگی سے منہ نہیں موڑتا تو ہم بھی اس سے منہ نہیں موڑیں گے۔

{اِشْهَدُوْا یَا مَلَآئِکَتِیْ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ}

اے میرے فرشتو! تم سب شاہد رہنا کہ میں نے اسے بخش دیا۔

حساب کے دن سے پہلے محاسبہ کر لو

اے بیٹے! سن کہ رسول اللہ ﷺ کیا فرماتے ہیں:

حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَزِنُوْا قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا

ترجمہ: قیامت کے دن تم سے حساب لیا جائے اس سے پہلے تم اپنے آپ (نفس) سے حساب لے لو۔ تمھارے (ترازو میں) عمل تولے جائیں اس سے پہلے اپنے (اعمال کی) تول کر لو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ ظَنَّ اَنَّهٗ بِدُوْنِ الْجُهْدِ یَصِلُ فَهُوَ مُتَمَنٍّ وَمَنْ ظَنَّ اَنَّهٗ بِبَذْلِ الْجُهْدِ یَصِلُ فَهُوَ مُتْعِبٌ۔

ترجمہ: جو شخص یہ سمجھے کہ میں اعمال کے بغیر ہی جنت میں جاؤں گا۔ ایسا شخص گمراہ ہے۔ اور جس نے سمجھا کہ صرف کوشش سے ہی جنت میں جاؤں گا۔ تو وہ محض مشقت میں مشغول ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ:

طَلَبُ الْجَنَّةِ بِلَا عَمَلٍ ذَنْبٌ مِنَ الذُّنُوْبِ

ترجمہ: نیک اعمال کے بغیر بہشت کی خواہش کرنا گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔

علم کی حقیقت

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں:

اَلْحَقِیْقَةُ تَرْكُ مُلَاحَظَةِ الْعَمَلِ لَا تَرْكُ الْعَمَلِ۔

ترجمہ: علم کی حقیقت یہ ہے کہ اس پر عمل کرے فریفتہ نہ ہوایسا نہ کرے کہ سرے سے عمل کرنا چھوڑ دے۔

سرکار دو عالم آنحضرت ﷺ ان تمام اقوال سے زیادہ بہتر واضح پاکیزہ اور عمدہ طریقہ سے فرماتے ہیں کہ:

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ الْاَمَانِیَّ وفی رِوَایَةٍ عَلَی اللّٰهِ الْمَغْفِرَةَ

ترجمہ: عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اپنے تابع کرلیا اور مرنے کے بعد آخرت کے لیے عمل کیا اور بے عقل و احمق وہ ہے جس نے اپنے نفس کو حرص و ہوس لذات، شہوات اور خواہشات کا تابع کیا اور خیال یہ ہے کہ اللہ میرے ساتھ ہے بعض روایتوں میں یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بخشش کی خواہش کرتا ہے۔

طلب علم میں تیری نیت کیا ہے

اے بیٹے! تو نے راتیں جاگ کر علم کا بار بار ورد کیا اور اس کے مطالعہ کے خاطر اپنے اوپر نیند حرام کی مجھے علم نہیں ہے کہ اس سے کیا مقصد تھا اگر تیری نیت دنیا کا فائدہ حاصل کرنا و دنیوی شان و رتبہ حاصل کرنا تھا تو۔

فَوَیْلٌ لَكَ ثُمَّ وَیْلٌ لَكَ

یعنی: پس تیرے لیے افسوس ہے پھر تیرے لیے افسوس ہے۔

لیکن اگر تیرا مقصد دین محمدی ﷺ اور اسلام کو قائم رکھنا اور اخلاقی تہذیب اور کسر نفسی تھا تو۔

فَطُوْبٰی لَکَ ثُمَّ طُوْبٰی لَکَ

تو پھر تیرے لیے خوشی اور آفرین ہے اور پھر تیرے لیے خوشی اور آفرین ہے۔

سهر العيون بغير وجهائے ضائعُ
وبُكَاءُ هُنَّ بِغَيْرِ فَقَدٍ بَاطِلٌ

ترجمہ: اے پروردگار! تیرے دیدار کے علاوہ انکھوں کا جاگنا بیکار ہے اور تیری ذات کے علاوہ کسی کے لیے آنکھوں کا رونا باطل ہے۔

روح نکلنے کے بعد اللہ کا بندے سے سوال

حدیث شریف میں ہے کہ:

عش ماشئت فانك ميت واجب ماشئت فانك مفارقة واعمل ماشئت فانك تجزی به

ترجمہ: (اے انسان) تو اپنی زندگی جیسے چاہے ویسے گزار (مگر یہ خیال رہے) کہ تجھے مرنا ہے اور جس سے چاہے محبت کر (مگر یہ خیال رکھ) کہ تجھے اس سے جدا ہونا ہے، اور جو چاہے عمل کر تجھے اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔

تجھے علم، علم الکلام، علم الاخلاق، علم طب، نجوم، عروض، صرف ونحو، غزلیات کے دیوان، اور فنون جنگ وغیرہ پڑھنے میں کیا فائدہ ہوا اور کیا حاصل کیا تو نے عمر ضائع کرنے اور دنیا کی شہرت حاصل کرنے کے سوا کون سا فائدہ حاصل کیا، میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں پڑھا ہے کہ جس وقت میت کو کھٹولے میں رکھتے ہیں اور جب تک اسے قبر تک لاتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس میت سے چالیس سوال کرتا ہے۔

پہلے سوال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''عبدی قد طهرت منظرا الخلق سنين فهل طهرت منظری ساعة''

ترجمہ: اے میرے بندے! تو نے مخلوق کو دکھانے کی غرض سے کتنے سال اپنے آپ کو (ظاہری علم سے) سنگھارا لیکن کیا تو نے میری خاطر ایک ساعت کے لیے بھی اپنا دل صاف کیا؟

بغیر عمل کے علم کا کوئی فائدہ نہیں

بیٹے! ہر روز تیرے دل میں اللہ کی آواز آتی ہے۔

''عبدی ما تصنع بغيری وانت مجفوفه . بخيری''

ترجمہ: اے میرے بندے! تو دکھاوے اور ریاکاری کے لیے عبادت کیوں کرتا ہے جب کہ خیر اور شر دونوں میرے ہاتھ میں ہیں اس لیے تجھے چاہئے کہ تو سچی نیت سے میری بندگی کرے۔

اے بیٹے! علم عمل کے بغیر پاگل پن ہے اور علم کے بغیر عمل بیکار ہے وہ علم جو آج تک تجھے گناہ سے دور نہیں رکھتا اور اللہ کی اطاعت کا شوق پیدا نہیں کرتا ہے یاد رکھ یہ کل تجھے دوزخ کی آگ سے نہیں بچائے گا اگر تو آج نیک عمل نہ کرے گا اور گزرتے ہوئے وقت کا تدارک نہ کرے گا تو قیامت کے دن تو کہے گا:

''فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا''

ترجمہ: ہمیں واپس (دنیا میں) لوٹا دے تا کہ ہم نیک کام کریں۔

پھر تجھے کہا جائے گا اے احمق! تو وہیں سے تو آرہا ہے۔

مرنے کے بعد انسان کی دو حیثیتیں

اے بیٹے! تو ہمت پیدا کر اور جسم میں جدوجہد کے لیے حرکت پیدا کر نیک اعمال

کے لیے کوشش کر کیونکہ پھر قبر میں جانا ہے جو لوگ کہ تجھ سے پہلے اس میں موجود ہیں وہ ہر لمحہ تیرے منتظر ہیں کہ تو کب ان کے پاس پہنچتا ہے۔

خبردار! ثمر (نیک اعمال) کے بغیر ہرگز ان کے پاس مت جانا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں:

"ھٰذہ الا جساد قفس الطیور او اصطبل الدواب"

ترجمہ: یہ جسم پرندوں کے پنجرے ہیں یا پھر جانوروں کے طویلے۔

پس سوچ کہ تو کس میں سے ہے اگر گھونسلے والے پرندوں میں ہے اور ارجعی یعنی مری طرف لوٹ آ، کی آواز سنے گا تو پرواز کر کے اونچی جگہ جا بیٹھے گا۔

"اھتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ"

ترجمہ: سعد ابن معاذ کی موت سے عرش خداوندی لرز گیا ہے۔

لیکن خدانخواستہ اگر تو جانوروں میں سے ہے جن کے لیے کہا گیا ہے۔

"اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط"

ترجمہ: یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ یقین کر کے تو اپنا سامان مقام زاویہ سے مقام ہادیہ کی طرف یعنی اس دنیا سے سیدھا دوزخ کی جانب لے کر پہنچے گا۔

اہل علم پر آخرت کا انحصار

ایک مرتبہ حضرت حسن بصری کو ٹھنڈا شربت دیا گیا پیالہ ہاتھ میں لیتے ہی ایک سرد آہ بھری اور بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا آپ کو کیا ہو گیا تھا آپ نے جواب دیا۔

"ذکرت امنیۃ اھل النار حین یقولو لاھل الجنۃ ان افیضوا

علینا من المآءِ''

ترجمہ: میں نے دوزخیوں کی اس تمنا کو یاد کیا کہ جب وہ اہل جنت سے کہیں گے کہ ہمیں تھوڑا سا پانی دے دو (اے عزیز) اگر تیرے پاس عمل کے بغیر علم کافی ہوتا اور عمل کی ضرورت نہ ہوتی تو صبح صادق کے وقت یہ کیوں فرماتا:

''ھل من تائب ،ھل من سآئل ،ھل من مستغفر''

ترجمہ: ہے کوئی گناہوں سے توبہ کرنے والا کوئی سوال کرنے والا ہے کوئی مجھ سے اپنی مغفرت کی دعا مانگنے والا۔ پھر تو اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان بیکار ہوتا دراصل صبح صادق کے وقت اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان تو اس لیے ہے۔

''كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝۱۷''

ترجمہ: (ایسے بندے) چند ہی ہیں جو رات کے آخری حصے میں تھوڑی سی نیند کرتے ہیں۔

رات کے آخری حصہ میں جاگنے کی عادت ڈال

صحابہ کرام ﷡ کی ایک جماعت رسول اکرم ﷺ کے سامنے حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ کی تعریف کر رہی تھی اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''نعم الرجل ھو لو کان یصلی باللیل''

ترجمہ: وہ ایک اچھا شخص ہے کاش کہ وہ تہجد کی نماز پڑھتا ہوا ایک روز نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام ﷡ میں سے ایک صحابی سے فرمایا:

''لا تکثر النوم باللیل فان کثرۃ النوم باللیل تدع صاحبہ فقیرًا یوم القیامۃ''

ترجمہ: (اے فلاں) رات کو زیادہ نیند نہ کر کیونکہ رات کو سونے والا قیامت کے روز خالی ہاتھ ہوگا۔

''وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَہَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ''

ترجمہ: (اے رسول ﷺ)اور رات کے حصے میں اس (اللہ تعالیٰ) کے لیے نماز تہجد ادا کیجئے، امر ہے۔

''وَبِالۡاَسۡحَارِ ہُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾''

ترجمہ: اور وہ (سچے بندے) صبح صادق کے وقت خدا تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے ہیں۔

''وَالۡمُسۡتَغۡفِرِیۡنَ بِالۡاَسۡحَارِ ﴿۱۷﴾''

سرکار دو عالم آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کو تین آوازیں بہت پسند ہیں، ایک مرغ سحر کی، دوسری قرآن پاک کی تلاوت کی، اور تیسری پچھلی رات میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور توبہ کرنے والوں کی۔

رات کے مختلف حصوں میں فرشتوں کی ندا

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔

''ان اللہ تعالیٰ خلق ریحًا تھبُّ وقت الاسحار تحمل الاذکار والا ستغفار الی الملك الجبار''

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا پیدا کی ہے جو پچھلے پہر چلتی ہے اس وقت جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور خداوند قدوس سے معافی مانگتے ہیں ان کی آوازیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتی ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے یہ بھی فرمایا کہ:

اذکان اول اللیل نادیٰ منادمن تحت العرش لیقم العٰبدون فیقدمون یصلون ماشآء اللّٰہ ثم ینادی مناد فی شطر اللیل الالیقم

القانتون فیقومون ویصلو ن الی السحر فاذا کان السحر ینادی منادالالیقم ینادی منادالالیقم المستغفرون فیقون ویستغفرون فاذاطلع الفجر ینادی منادالالیقم الغفلون فیقومون من مفرشهم کالموتیٰ تشر وامن رهم۔

ترجمہ: رات شروع ہونے پر ایک فرشتہ عرش کے نیچے سے منادی دیتا ہے کہ عبادت گزاروں کو اٹھ جانا چاہیے تو جسے اللہ توفیق دیتا ہے وہ اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں پھر آدھی رات کو دوسرا فرشتہ منادی کرتا ہے کہ خدا کے باادب فرمابرداروں کو اٹھ جانا چاہیے پس وہ اٹھ کر سحر تک نماز پڑھتے ہیں جب سحر ہوتی ہے تو تیسرا فرشتہ آواز دیتا ہے کہ خدا کی مغفرت طلب کرنے والوں کو اٹھ جانا چاہیے پس وہ اٹھ کر اپنے رب سے مغفرت طلب کرتے ہیں پھر جب پو پھٹنے کا وقت آتا ہے تو پھر چوتھا فرشتہ صدا لگاتا ہے کہ اے غافلو! اٹھو (دن نکل آیا ہے) پھر یہ لوگ اپنے بستروں سے اس طرح اٹھتے ہیں جیسے مردے قبروں سے اٹھیں گے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وصیت

اے بیٹے! حضرت لقمان کی وصیت میں بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

يَا بُنَيَّ لَا تَكُونَنَّ الدِّيكُ اَكْيَسَ
مِنْكَ فَاِنَّهُ يُنَادِيْ بِالْاَسْحَارِ وَاَنْتَ نَائِمٌ

ترجمہ: اے بیٹے! مرغے کو اپنے سے زیادہ عقل مند نہ ہونے دینا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تو رات کے پچھلے پہر اٹھ کر اذانیں دے (یعنی اپنے پروردگار کو یاد کرے) اور تو پڑا سوتا رہے یہ حقیقت اس شعر سے واضح ہوجاتی ہے۔

لقد هتفت فی جنح اللیل حمامة

علی فنن و هنا و انی لنآئم

کذبت و بیت اللہ لو کنت عاشقًا

لما سبقتنی بالبکاء الحمآئم

واز عم انی ھآئم ذو صبابة

له بی ولا ابکی و تبکی البهآئم

شاخ پر بیٹھی پکار رہی ہے اور میں پڑا سو رہا ہوں عبادت کیا چیز ہے اطاعت اور عبادت آنحضرت ﷺ کی شریعت کی پیروی یا تابعداری کرنے کو کہتے پھر خواہ وہ نیکی کرنے یا بدی سے روکنے کے احکامات ہوں یا قول وفعل کی اتباع ہو یعنی جو کچھ کرے یا نہ کرے بولے یا نہ بولے یہ سب کچھ حضور اکرم ﷺ کے ارشادات گرامی کے مطابق ہونا چاہیے اگر کچھ بولے تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق بول اگر خاموش رہے تو ان کے حکم کے مطابق خاموش رہے اگر کوئی کام کرے یا نہ کرے تو وہ سب کچھ پیغمبر علیہ السلام کے حکم کے مطابق کر۔

ہر عمل میں اصل اتباع واطاعت ہے

اگر تو کوئی کام کرتا ہے اور وہ تجھے عبادت معلوم ہوتا ہے لیکن وہ کام آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل کی خاطر نہیں کرتا تو یہ کام عبادت میں شمار نہ ہوگا بلکہ گناہ میں شمار ہوگا خواہ وہ نماز روزہ کیوں نہ ہو تجھے معلوم نہیں کہ اگر کوئی شخص دونوں عیدوں اور ایام تشریق میں روزے رکھے گا تو گنہگار ہوگا حالانکہ روزہ دار کی صورت اختیار کرتا ہے لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق نہیں کرتا اس لیے گنہگار ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص مکروہ وقت میں یا پرائی قبضہ کی ہوئی جگہ پر نماز ادا کرے گا تو وہ عاصم یا فاسق یا

گنہگار کہلائے گا حالانکہ یہ کام ظاہری طور پر عبادت نظر آتا ہے مگر یہ چونکہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق نہیں ہے اس لیے درست نہیں کوئی شخص اپنی منکوحہ سے مباشرت کرتا ہے تو یہ گناہ نہیں حالانکہ ظاہری طور پر یہ کام خراب نظر آتا ہے لیکن چونکہ فرمان کے مطابق کیا جاتا ہے اس لیے حلال ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ عبادت فرمانبرداری کا دوسرا نام ہے اسی طرح نماز اور روزے بھی اسی وقت عبادت میں شمار کیے جاتے ہیں جب وہ فرمان کے مطابق ہوتے ہیں۔

صرف علوم سے تو راستہ طے نہیں کرسکتا

لہٰذا اے بیٹے تیرے سارے قول وفعل آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق ہونے چاہییں یعنی جو کچھ عمل کرے یا گفتگو کرے وہ سب شریعت کے مطابق ہو کیونکہ مخلوق کا علم اور عمل جو بھی آنحضرت ﷺ کی شرع کے مطابق نہیں وہ قطعی گمراہی ہے اور حق سے دور رکھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے گزشتہ زمانہ کے تمام علوم منسوخ فرمائے پس تجھے چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کے سوا کچھ نہ کر اور یقین کر جو علوم تو نے حاصل کیے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کے راستے پر نہیں چل سکتا البتہ یہ راستہ تجھے محنت اور مجاہدے سے طے کرنا ہوگا اور اپنی ذلت نفس اور خواہشات کو مجاہدہ کی تلوار سے کاٹنا ہوگا یہی نفسانی خواہشات صوفیوں کے ڈھونگ اور بیہودگیوں سے ختم نہیں کرسکتا اللہ تعالیٰ کو باریک نقطے یعنی فلسفیانہ گہرائیاں اور تاریک اوقات یعنی گناہ آلودہ زندگی پسند نہیں زبان سے تو فصاحت وبلاغت کے کلمات ادا ہوں لیکن دل میں غفلت ونفس پرستی ہو تو یہ بڑی بدنصیبی کی نشانی ہے جب تک نفس کی خواہشات کو سچائی اور مجاہدے کی تلوار سے نہیں کاٹے گا اس وقت تک تیرے دل میں

معرفت کی روشنی پیدا نہیں ہوگی۔

عشق کا سبق پڑھایا نہیں جاتا

اے بیٹے! تو نے کچھ مسئلے پوچھے ہیں جن میں سے کچھ تو تقریر و تحریر میں پوری طرح بیان نہیں ہو سکتے اس منزل تک تو پہنچ گیا تو خود بخود پتا چل جائے گا عشق کا سبق پڑھایا نہیں جاتا بلکہ خود بخود پیدا ہوتا ہے۔اگر تو اس منزل تک پہنچ گیا تو اس کا جاننا مستحیلات یعنی ایک حال سے دوسرے حال میں آنے کے برابر ہے۔اس لیے عشق، محبت اور ذوق کا دوسرا نام ہے۔محبت اور ذوق کو نہ تقریر کے ذریعہ بیان کیا جا سکتا ہے، نہ تحریر کے ذریعہ اس کی اصل روح کو پیش کیا جا سکتا ہے جس طرح مٹھاس، کھٹاس اور تلخی کو کوئی شخص تقریر اور تحریر کے ذریعہ بیان کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر تو اس منزل پر پہنچ گیا تو خود بخود معلوم ہو جائے گا لیکن اس منزل تک اگر نہ پہنچ سکا تو پھر اس حقیقت کو تقریر و تحریر کے ذریعہ اچھی طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

اے بیٹے! تیرے کچھ سوال اسی قسم کے ہیں لیکن جس قدر بھی تحریر و تقریر میں آسکتے ہیں وہ سب میں نے اپنی تصنیف احیاء علوم الدین اور دوسری کتابوں میں وضاحت سے بیان کیے ہیں جو کہ تو ان میں پڑھ سکتا ہے البتہ یہاں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ مختصراً بیان کیے جائیں گے۔

اللہ کے راستہ پر چلانے والی چیزیں

دوسرا تو نے پوچھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے کے لیے کیا چیز واجب ہے تجھے علم ہونا چاہیے کہ پہلی بات یہ ہے کہ اس میں خوف خدا کا عقیدہ اس درجہ پر موجود ہو کہ اس میں کسی بھی قسم کی بدعت نہ ہو۔

دوسرے توبۃ النصوح اس طرح کی جانی چاہیے کہ دوبارہ ایسی ذلت کی طرف

واپس نہ لوٹے،

تیسرے دشمن کو بھی اس حد تک راضی رکھے کہ کسی بھی مخلوق کا حق اس پر واجب نہ رہے۔

چوتھے شریعت کے علم میں سے اتنا علم حاصل کرنا چاہیے کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور فرمانبرداری کر سکے شریعت کے علم کا اس سے زیادہ جاننا واجب نہیں دوسرے علوم میں سے بھی اتنا جاننا چاہیے جس سے اس کا چھٹکارا ہونا چاہیے، یہ حقیقت تیرے علم میں ہونا چاہیے کہ بزرگوں کی حکایات میں آتا ہے کہ شبلیؒ نے فرمایا کہ میں نے طریقت کے چار سو استادوں کی خدمت کی اوران استادوں کی بیان کردہ چار ہزار احادیث میں سے صرف ایک حدیث اختیار کی اور باقی حدیثوں کو چھوڑ دیا اس لیے کہ ایک حدیث پر غور کیا تو اپنا چھٹکارا اس حدیث میں پایا مجھے اس حدیث میں علم اولین وآخرین بیان کیا اور نظر آیا۔

علم اگرچہ تھوڑا ہو یقین مضبوط چاہیے

وہ حدیث یہ ہے:

اِعْمَلْ لِلدُّنْیَا بِقَدْرِ مَقَامِكَ فِیْهَا وَاعْمَلْ لِاٰخِرَتِكَ بِقَدْرِ بَقَآئِكَ فِیْهَا وَاعْمَلْ لِلّٰهِ بِقَدْرِ حَاجَتِكَ اِلَیْهِ وَاعْمَلْ للنار بقدر صبرك علیها

ترجمہ: دنیا کے لیے اتنا کام کر جتنا اس میں رہے اور آخرت کے لیے اتنا کام کر جتنا وہاں رہنا مقدر ہو اور اللہ تعالیٰ کے لیے اتنا کام کر جتنا تو اس کا محتاج ہے اور دوزخ کے لیے اتنا کام کر جتنا تو اس کی تکالیف پر صبر کر سکے۔

اے بیٹے! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجھے زیادہ علم کی ضرورت نہیں کیونکہ زیادہ علم پڑھنا اور حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اس دوسری حکایت پر غور کرتا کہ تجھے یقین

حاصل ہو جائے۔

شقیق بلخی اور ان کے شاگرد

کہتے ہیں کہ شقیق بلخی قدس اللہ روحہ کے شاگردوں اور مریدوں میں سے حاتم اصمؒ بھی ایک شاگرد اور مرید تھے ایک دن شقیقؒ نے ان سے کہا کہ اے حاتم! تم کتنا عرصہ میری صحبت میں رہے اور میری باتیں سنتے رہے حاتم اصمؒ نے کہا تینتیس سال (۳۳)

شقیقؒ نے کہا کہ اس عرصہ میں تو نے مجھ سے کیا فائدہ حاصل کیا؟

حاتم بن اصمؒ نے جواب دیا کہ آٹھ فائدے حاصل کیے ہیں۔ شقیقؒ نے کہا:

''انا للہ وانا الیہ راجعون''

اے حاتم! میں نے اپنی زندگی تعلیم وتربیت میں گزاردی اور تجھے میرے علم سے آٹھ فائدوں کے علاوہ کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا! حاتمؒ نے کہا اے استاد! اگر سچ پوچھیں تو یہ حقیقت ہے جو میں نے بیان کی مجھے ان سے زیادہ کوئی ضرورت نہیں اور علم سے اتنا ہی فائدہ کافی ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ دنیاو آخرت میں میرا چھٹکارا ان آٹھ فائدوں سے ہوگا شقیق بلخیؒ نے ان سے کہا کہ اے حاتم! اچھا بتاؤ کہ وہ آٹھ فائدے کونسے ہیں؟

حاتم بن اصمؒ کے بیان کردہ فوائد

اے استاد! پہلا فائدہ یہ ہے کہ میں نے اس دنیا کے لوگوں کو دیکھا کہ ہر ایک کا ایک محبوب ہے۔ لیکن لوگوں کے یہ محبوب ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی تو موت لانے والی بیماری تک ساتھ دیتے ہیں اور کچھ مرتے دم تک اور کچھ ایسے ہیں جو قبر تک ان کے ساتھ چلتے ہیں اور دفن کے بعد تمام محبوب وہاں سے واپس آجاتے ہیں ان میں سے کوئی محبوب قبر میں ساتھ نہیں جاتا کہ وہاں اس شخص کی دل بستگی کی غرض سے اس کے ساتھ رہے میں نے غور کیا اور اپنے آپ سے کہا کہ محبوب تو وہی اچھا ہے جو قبر میں بھی ساتھ

جائے اور محبّ کے ساتھ رہے۔اس لیے باعث دل بستگی بنے ،اس کی قبر کو روشن کرے اور قیامت اور اس کی منزلوں میں اس کا ساتھی ہو میں نے دیکھا کہ ان خوبیوں والا محبوب صرف میرے اچھے اعمال ہیں۔

اس کے بعد سے میں نے اپنے نیک اعمال کو اپنا محبوب بنالیا تا کہ یہ میرے ساتھ قبر تک جائے ۔میرے لیے سامان دل بستگی ثابت ہو میری قبر کی روشن قندیل بنے قیامت کی منزلوں میں میرے ساتھ ہو اور کبھی بھی مجھ سے الگ نہ ہو۔شقیق بلخیؒ نے کہا کہ شاباش اے حاتم! تم نے بہت عمدہ بات بتائی ہے اب دوسرا فائدہ بیان کرو۔

دوسرا فائدہ

اے استاد! دوسرا فائدہ یہ کہ اس دنیا کے لوگوں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ہر کوئی لذات وخواہشات نفس کے پیچھے چل رہا ہے اور اپنی نفسانی خواہشات کے تابع ہے یہ دیکھ کر میں نے اس آیت کریمہ پر غور کیا:

’’وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾‘‘

ترجمہ: جو شخص اپنے پروردگار کا خوف کرے گا وہ اپنے نفس کو حرص و ہوا سے روکے گا تو اس کے ٹھہرنے کا مقام جنت ہے۔

مجھے یقین ہو گیا کہ قرآن حکیم حق اور اللہ کا کلام سچا ہے پھر اپنے نفس کے خلاف محاذ قائم کیا اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوا۔اسے ایسے سانچے میں ڈالا اور اس وقت تک اس کی کوئی خواہش پوری نہ کی جب تک کے اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سکون نہ آنے لگا،شقیق بلخیؒ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں نیکی کی برکتیں عطا فرمائے اچھا اب تیسرا فائدہ بیان کرو۔

تیسرا فائدہ

اے استاد! تیسرا فائدہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں پر نگاہ ڈالی تو ہر شخص نہایت تکلیف اور محنت سے اس فانی دنیا کے مال کو جمع کرنے میں لگا ہوا ہے اور بڑا خوش ہے کہ اس کے پاس بہت سے مال و متاع ہے لیکن جب میں نے قرآن کریمہ کی اس آیت پر غور کیا۔

{مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ}

ترجمہ: تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ سب فنا ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے۔

تو میں نے جو دنیا میں جمع کیا تھا وہ سب اللہ کی راہ میں درویشوں اور فقیروں میں تقسیم کر دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس بطور امانت جمع رہے اور میرے لیے آخرت کا ثمرہ اور چھٹکارے کا سبب بنے۔

شقیق بلخیؒ نے کہا کہ اے حاتم! اللہ تعالیٰ تجھے اجر عطا فرمائے تو نے بہت اچھی بات کی اور بہت اچھا کام کیا ہے اچھا اب چوتھا فائدہ بیان کر۔

چوتھا فائدہ

اے استاد! چوتھا فائدہ یہ ہے کہ میں نے دنیا کے لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کچھ کا خیال ہے کہ شان و شوکت اور عزت و شرف زیادہ اور بڑے قوم قبیلے سے ہے اس لیے وہ اپنے قبیلہ پر فخر کر رہے ہیں کچھ ایسے ہیں کہ جو سوچتے ہیں کہ شان و شوکت دولت کی فراوانی، مال اور اہل و عیال سے حاصل ہوتی ہے اس لیے لوگ اپنی دولت اور اولاد پر فخر کر رہے ہیں کچھ ایسے ہیں جو اپنی عزت اور شان، غصہ دکھانے، مارنے، کوٹنے اور قتل و

غارت گری میں سمجھتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو اپنی فضول خرچی کو شان و شوکت سمجھتے ہیں اس لیے وہ فضول خرچی کو عزت سمجھ کر اس پر فخر کرتے ہیں لیکن میں نے اس آیت پر غور کیا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ''

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ اور مرتبے والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

لہٰذا یہ حق اور سچ ہے اور مخلوق کے خیالات باطل اور گمان غلط ہیں اس لیے میں نے تقویٰ کو اختیار کیا تا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مرتبے والا شمار کیا جاؤں شقیق بلخیؒ نے کہا کہ اے حاتم! کاش اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو تو نے بڑی اچھی بات کی۔ اب پانچواں فائدہ بیان کر۔

پانچواں فائدہ

اے استاد! پانچواں فائدہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا وہ ایک دوسرے کی شکایت کر رہے ہیں معلوم ہوا کہ یہ سب جلن، حسد اور کینے کی وجہ سے کر رہے ہیں جس کا واحد سبب عظمت و شان، مال و دولت اور علم ہے میں نے قرآن پاک کی درج ذیل آیت پر غور کیا جس میں فرمایا گیا کہ: نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا}

ترجمہ: ہم نے لوگوں کے لیے دنیا کی زندگی میں رزق تقسیم کر دیا ہے۔

پھر سوچا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ازل سے ہی مال و مرتبہ کو مقرر فرمایا ہے۔ اور اس میں کسی کو کچھ اختیار نہیں اس لیے کسی سے بھی مقابلہ اور حسد نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور تقدیر پر راضی رہا اور ساری دنیا کے ساتھ بن گیا شقیقؒ نے فرمایا کہ اے حاتم! سچ کہتے ہو اور ٹھیک کرتے ہو اب چھٹا فائدہ بیان کر۔

چھٹا فائدہ

اے استاد! چھٹا فائدہ یہ ہے کہ جب میں نے لوگوں پر نگاہ ڈالی تو میں نے دیکھا کہ ہر شخص کسی نہ کسی وجہ سے دوسرے سے دشمنی کر رہا ہے پھر میں نے اس آیت پر غور کیا۔

{اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ}

ترجمہ: بیشک شیطان تمھارا دشمن ہے پس تم اس کو دشمن سمجھو۔

اس کے بعد یقین کرلیا کہ اللہ کا قول سچا ہے شیطان اور اس کی پیروی کرنے والوں کے علاوہ کسی سے دشمنی نہ رکھنا چاہیے اس کے بعد سے شیطان کو اپنا دشمن سمجھا اور اس کے کسی بھی حکم کو نہ مانا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کی اور اس کے بعد سے اسی کی عبادت اور بندگی اختیار کرلی سیدھا راستہ صراط مستقیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔

{اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝}

ترجمہ: کیا میں نے تم سے یہ وعدہ نہیں لیا تھا کہ اے ''اولاد آدم'' تو ہرگز شیطان کی اطاعت نہ کرنا۔ تحقیق وہ تمھارا کھلا دشمن ہے اور میری عبادت کرو (کیونکہ) یہ سیدھا راستہ ہے۔

شقیقؒ نے فرمایا اے حاتم! بہت اچھا کام کیا اور بہت اچھی بات بتائی اچھا اب ساتواں فائدہ بیان کرو۔

ساتواں فائدہ

اے استاد! ساتواں فائدہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ہر شخص اپنے سلسلہ میں حلال و حرام کی بھی تمیز نہیں کر رہا بلکہ مشکوک اور حرام کمائی کے حصول کے لیے ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔ پھر میں نے اس آیت پر غور کیا۔

{وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا}

ترجمہ: زمین پر ایسا کوئی جاندار نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے

پھر یقین کیا کہ قرآن حکیم حق اور سچ ہے اور میں بھی ان جانداروں میں سے ہوں جو کہ زمین پر موجود ہیں پس پھر میں اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور یقین کر لیا کہ وہ مجھے روزی پہنچائے گا کیونکہ اس نے رزق کا وعدہ فرمایا ہے۔

شقیقؒ نے کہا کہ بہت اچھا کیا اور بہت اچھی بات بتائی اب آٹھواں فائدہ بیان کر۔

آٹھواں فائدہ

حاتم نے کہا کہ آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا تو معلوم ہوا ہر آدمی کا بھروسہ کسی دوسرے پر یا کسی چیز پر ہے کسی کو اپنے مال پر بھروسہ ہے کسی کو لوگوں پر بھروسہ ہے لہٰذا میں نے اس آیت شریفہ پر غور کیا جس میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

{وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ}

ترجمہ: جس نے اللہ پر توکل کیا اس کے لیے اللہ کافی ہے۔

اس کے بعد سے میں نے خدائے تعالیٰ عزوجل پر توکل کیا۔

{وهو حسبي و نعم الوكيل}

ترجمہ: اور وہی میرے لیے کافی اور بہتر کارساز ہے۔

جب شقیق بلخیؒ نے یہ فائدے سنے تو کہا کہ اے حاتم! اللہ تعالیٰ تمھیں توفیق عطا فرمائے تم نے بہت عمدہ باتیں بتائیں میں نے توریت، انجیل، زبور، اور فرقان حمید میں دیکھا کہ یہ چاروں کتابیں ان آٹھ فائدوں کا ذکر کرتی ہیں یعنی چاروں کتابوں نے اپنی تعلیم میں یہ آٹھ فائدے بتائے ہیں اور جس نے بھی ان پر عمل کیا گویا چاروں کتابوں پر عمل کیا۔

اے بیٹے! تجھے ان حکایتوں سے معلوم ہوا کہ تجھے زیادہ ان کی ضرورت نہیں ہے

اب واپس اپنے قصے کی طرف آتے ہیں اور، طالب، اور سالک، کے لیے اللہ کی راہ میں جو باطنی شرائط ہیں وہ تجھے بتاتا ہوں۔

تربیت کی مثال

پانچویں شرط جو کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلنے والے سالک کے لیے واجب ہے کہ اس کا ایک کامل شیخ ہونا چاہیے جو اس کی رہنمائی کرے اور اس میں سے برے اخلاق نکال کر اچھے اخلاق پیدا کرے تربیت کی مثال بالکل اسی طرح ہے کہ جس طرح ایک کسان فصل کی دیکھ بھال کرتے وقت جو بھی گھاس پھوس فاضل اگ جاتا ہے اسے فصل سے باہر نکال دیتا ہے اسی طرح کھیت میں جو بھی خاروخس پیدا ہوتے ہیں انھیں وہ جڑ سے نکال کر باہر پھینکتا ہے پھر وہاں پانی اور کھاد دیتا ہے تا کہ فصل بڑھے اور عمدہ بھی ہو اسی طرح ہر حالت میں اللہ کی راہ پر چلنے والے مسافر کے لیے مرشد کامل کے سوا دوسرا کوئی بھی علاج یا حل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اپنے بندوں کی طرف بھیجا تا کہ آپ ﷺ اللہ کی راہ میں روشن دلیل ثابت ہوں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر لائیں رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو اپنے نائبوں اور خلفاء کو اپنی جگہ مقرر فرمایا تا کہ وہ قیامت تک اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ کی دلیل ہوں۔

لہٰذا سالک کے لیے ایسا شیخ کامل ہونا چاہیے جو کہ اللہ کے راستے پر چلنے کے لیے رسول اکرم ﷺ کے نائب کی حیثیت سے روشن دلیل ہو۔

اللہ تعالیٰ علم نافع اور حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیان .... ②

گلدستۂ معرفت

حصہ دوم

{افادات}

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ

حضرت امام محمد غزالیؒ کی نہایت ہی قیمتی نصیحتوں کا وہ گلدستہ ہے جو اپنے ایک شاگرد کی درخواست پر جواباً اس کو لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتباس

وعظ کرتے وقت اپنے دل میں ایسے خیالات نہ آنے دے کہ لوگ تیرا وعظ سن کر واہ واہ کے نعرے لگائیں اور وجد میں آکر جھومنے لگیں، بدمست ہوجائیں یا کپڑے پھاڑیں اور ساری محفل میں شور برپا ہوجائے اور سامعین کہنے لگیں کہ مجلس بہت اچھی منعقد ہوئی اور فلاں نے بہت اچھا وعظ کیا اس قسم کے خیالات ریاکاری میں شامل ہیں، اور ایسی بات پر خوش ہونا تیری کم عقلی ہے۔

دراصل تیری نیت یہ ہونی چاہیے کہ وعظ کے ذریعہ خدا کی مخلوق کو دنیا سے آخرت کی طرف بلائے، گناہوں سے بندگی کی طرف لے آئے، غفلت سے بیداری کی طرف بلائے۔

پیراگراف از بیان حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

تصوف کی حقیقت

میرے بیٹے! تو نے پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ تصوف دو خصلتوں کا نام ہے: پہلی یہ کہ (بندہ) اللہ کا وفادار ہو یعنی شریعت پر عمل کرتا ہو اور دوسری یہ کہ اللہ کی مخلوق سے ہمدردی و بھلائی کرنے والا ہو، جس میں شریعت پر ثابت قدمی اور انسانیت کی فلاح کی خوبیاں ہیں وہ صوفی'' ہے اللہ سے وفاداری یہ ہے کہ اپنی خوشی کو اللہ کی خاطر قربان کردے لوگوں سے بھلائی یہ ہے کہ لوگوں سے صرف اپنی غرض کی خاطر تعلقات نہ رکھے اور خودغرضی سے کنارہ کرے بلکہ اپنے آپ کو لوگوں کی بھلائی کے لیے وقف کرے بشرطیکہ یہ بھلائی شریعت کے مطابق ہو۔

بندگی کی حقیقت

دوسرے تو نے پوچھا کہ بندگی کیا ہے؟ عبدیت یا بندگی میں تین باتیں ہیں پہلی یہ کہ شریعت کے حکم کی حفاظت کرنا اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ قضاء

وقدر اور قسمت پر راضی رہنا تیسری یہ کہ خواہشات اور اختیار کو چھوڑ دینا اور اللہ تعالیٰ کے اختیار اور خواہش پر خوش رہنا۔

توکل کی حقیقت

تو نے یہ بھی پوچھا ہے کہ توکل کیا ہے؟ تجھے معلوم ہو کہ توکل اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے فرمائے ہیں ان پر پختہ یقین ہونا چاہیے یعنی اعتقاد ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تیری قسمت میں لکھا ہے وہ تجھے ضرور ملے گا پھر چاہے پوری دنیا اس کو روکنے کی کوشش کرے تب بھی اس کو روکا نہیں جاسکتا لیکن جو کچھ تیری تقدیر میں نہیں لکھا اس کے لیے تو اور سارا جہاں کتنی بھی کوشش کرے وہ تجھے ہرگز نہیں ملے گا۔

اخلاص کی حقیقت

تو نے یہ بھی پوچھا ہے کہ اخلاص کیا ہے؟ تجھے معلوم ہو کہ اخلاص یا خلوص یہ ہے کہ تیرے سارے کام صرف اللہ (کی رضا) کے لیے ہونے چاہییں جو کچھ بھی کرے وہ دکھاوے کے لیے نہ ہونا چاہیے اچھے کام کرتے وقت تیرا دل لوگوں کی طرف مائل نہ ہو تیرے دل کو نہ لوگوں کی تعریف پر خوش ہونا چاہیے نہ کسی سے شکایت پر رنجیدہ ہونا چاہیے تجھے معلوم ہو کہ ریا کاری لوگوں کی تعریف اور تعظیم سے پیدا ہوتی ہے اور ریاء کاری کا علاج یہ ہے کہ تو سارے جہاں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تابع سمجھ اور ساری مخلوق کو کنکروں اور پتھروں کی مانند سمجھ تجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ پتھروں کی طاقت نہیں کہ وہ تجھے رنج وراحت پہنچا سکیں ساری مخلوق کو اگر ایسا سمجھے گا تو پھر تجھے ریاء کاری سے نجات مل سکے گی جب تک یہ عقیدہ رکھے گا کہ مخلوق دکھ سکھ پہنچانے کی طاقت ہے تو پھر تیرے دل سے ریاء کاری ہرگز نہیں نکل سکتی۔

تیرے کچھ سوالات ہماری کتابوں میں ہیں

اے بیٹے! تیرے باقی سوال ایسے ہیں جن میں کچھ ہماری تصنیف کردہ کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں جو ان میں سے دیکھ لے اور کچھ سوال ایسے ہیں جن کا جواب لکھنا ممنوع ہے تو جو کچھ لکھا گیا ہے اس پر عمل کرتا کہ وہ امور تجھ پر واضح ہو جائیں جو تو بھی نہیں جانتا۔

اے بیٹے! اس کے بعد جو تجھے مشکل لگے اور سمجھ میں نہ آئے تو زبانی طور پر دل کی زبان کے علاوہ مجھ سے نہ پوچھ۔

{وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ}

ترجمہ: اگر وہ لوگ آپ ﷺ کے از خود باہر آنے تک صبر کرتے تو ان کے لیے بہتر تھا۔

حضرت خضرؑ کی نصیحت قبول کر۔

''فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝۷۰''

ترجمہ: پھر تم مجھ سے کوئی بات مت پوچھنا یہاں تک کہ میں خود ہی تم سے اس کا ذکر کروں۔

جلدی مت کر، جب وقت آئے گا تو خود ہی تجھے بتا دیا جائے گا اور دکھا دیا جائے گا۔

''سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝۳۷''

ترجمہ: ہم تجھے جلدی اپنی نشانیاں دکھائیں گے لہٰذا (اس سلسلہ میں) تم جلدی کی خواہش مت کرو۔

بعض چیزیں تجھے وقت پر معلوم ہوں گی

تو وقت سے پہلے مت پوچھ۔ جب اس کیفیت کو تو پہنچے گا تو خود نظر آجائے گا تو یہ

یقین کر کے جب تو اس منزل کی طرف نہ جائے گا۔ اس وقت تک نہ تو وہاں پہنچے گا نہ دیکھ سکے گا۔

(اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا)

ترجمہ: کیا وہ زمین (ملک) میں گھومے پھرے نہیں ہے تا کہ وہ سب کچھ دیکھ لیتے۔

اے بیٹے! خدا کی قسم اگر تو اپنے دل کو روشن کرلے تو یقیناً عجیب غریب کیفیات نظر آئیں۔ تجھے چاہئے کہ ہر منزل پر جان کی بازی لگا دے۔ اس کے علاوہ مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے اپنے شاگردوں میں سے ایک شاگرد سے کتنی اچھی بات کہی ہے

"ان قدرت علیٰ بذل الروح فتعال وان لا تشتغل بنزھات الصوفیۃ والقال"

ترجمہ: اگر (اس راہ میں) جان کی بازی لگانے کی ہمت ہے تو آجا۔ (قدم رکھ) ورنہ محض صوفیوں کی خوش کن باتوں میں مت آ۔

اے بیٹے! میں اب آٹھ نصیحتوں پر اپنا قصہ ختم کرتا ہوں۔

آٹھ نصیحتیں

تجھے ان سے چار باتیں کرنی ہیں اور چار باتیں نہیں کرنی ہیں تا کہ تیرا علم قیامت کے دن تیرا دشمن نہ بنے۔

پہلے تو وہ چار کام بیان کیے جاتے ہیں جو تجھے کرنے نہیں ہیں۔

مناظرہ کا اصول

اول یہ کہ جہاں تک ہو سکے ہر کسی سے مناظرہ نہ کر اور کسی بھی مسئلہ پر بحث نہ کر کیونکہ اس میں بہت سی آفتیں ہیں اور فائدے سے زیادہ نقصان ہے یہ کام تمام بری باتوں سے مثلاً ریاء کاری، حسد غرور، کینہ، دشمنی، فخر، اور ناز وغیرہ کا سر چشمہ ہے اگر تیرے اور دوسرے شخص کے درمیان کوئی مسئلہ چھڑ جائے، اور تیری خواہش ہو کہ حق ظاہر ہو تو اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لیے تیری نیت کو ٹھیک کہا جائے گا۔ اس سلسلہ میں نیک نیتی کی دو علامات ہیں۔

اول یہ کہ اگر تیری زبان سے یا تیرے مخالف کی طرف سے حق ظاہر ہو تو اس میں کوئی فرق نہ کرے یعنی دونوں صورتوں میں راضی رہے کہ (بہر حال) حق ظاہر ہوا۔

دوسری علامت یہ ہے کہ تو تنہائی میں اس مسئلہ پر بحث کرنے کو بہتر سمجھے لیکن اگر تو کسی مسئلہ پر بحث کرے اور تجھے یقین ہو کہ تو حق پر اور مخالف صرف بحث کر رہا ہے تو تو خبر دار ہو جا اور اس سے بحث نہ کر اور بات کو وہیں ختم کر دے ورنہ خوامخواہ رنجش پیدا ہو گی اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا۔

جاہل اور عالم میں فرق

یہاں میں ایک فائدہ بیان کرتا ہوں تجھے معلوم ہو کہ مسائل کے بارے میں سوال کرنا ایسا ہے کہ گویا دل کے طبیب کے سامنے دل کی بیماری اور اس کے اسباب بیان کرنا نیز اس طبیب کی طرف سے دل کی بیماری کی شفاء کے لیے کوشش کرنا ایسا ہے جیسا اس مسئلہ کا جواب دینا۔ تجھے یقین ہونا چاہیے کہ جاہل لوگ ایسے مریضوں کی مانند ہیں جن کے دلوں میں مرض ہے اور عالم طبیبوں اور حکیموں کی مانند ہیں۔ ناقص عالم طبابت کے

لائق نہیں اور کامل عالم بیماری کا علاج کر سکتا ہے۔لیکن بیماری اگر غالب آجائے اور اس کے اسباب بھی معلوم نہ ہو سکیں تو پھر کسی استاد طبیب سے مشورہ کیا جائے جو یہ بتا سکے کہ اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے اور یہ بیماری دوا دارو سے ٹھیک نہ ہوگی۔اس قسم کی لاعلاج بیماری کے علاج میں مشغول رہنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوگا اب تو سمجھ کہ

مریض کی اقسام

جاہل مریض چار قسم کے ہوتے ہیں۔اور ان چار میں سے ایک کا علاج ممکن ہے باقی تین لاعلاج ہیں۔

پہلا بیمار وہ ہے جو حسد کی وجہ سے سوال پوچھے یا اعتراض کرے۔حسد ایک ایسی مہلک بیماری ہے جس کا علاج نہیں ہے یوں سمجھ لو کہ تو جو بھی جواب دے گا وہ خواہ کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو لیکن وہ تجھے اپنا دشمن شمار کرے گا اور اس کی جلن اور حسد کی آگ اور بھی بھڑکے گی۔

لہٰذا اچھا یہ ہے کہ اس کو جواب نہ دے کسی شاعر نے اس سلسلہ میں اچھا کہا ہے ؎

كل العداوة قد ترجى ازلتها

الا عداوة من عاداك من حسد

ترجمہ: ہر قسم کی دشمنی کا ازالہ ہو سکتا ہے مگر جو دشمنی حسد کی وجہ سے ہو اس کا ازالہ ممکن نہیں ہے۔

لہٰذا اس کا مداوی یہ ہے کہ اس حاسد کو چھوڑ دے تا کہ وہ اس مرض میں مبتلا رہے۔

"فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾"

ترجمہ: تو ایسے شخص سے کنارہ کشی اختیار کر جو (حسد کی وجہ سے) ہمارے ذکر سے منہ موڑتا ہے اور دنیا کی زندگی (کی آسائشوں) کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا۔

لاعلاج بیماری

مریض کی دوسری قسم وہ ہے جس کی بیماری کا سبب اس کی حماقت یا بیوقوفی ہے۔ یہ لاعلاج بیماری ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں (بحکم خدا) مردوں کو زندہ کرنے میں عاجز نہیں ہوا لیکن احمق اور جاہلوں کا علاج کرنے سے عاجز آ گیا جاہل احمق وہ ہے جو علم حاصل کرنے میں بہت کم وقت گزارتا ہے اور علوم عقلیہ یا نقلیہ ابھی شروع ہی نہیں کیے ہیں لیکن ان بڑے عالموں پر اعتراض کرتا ہے۔ جن کی ساری زندگی علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل میں گزری ہے اسے یہ علم نہیں ہے کہ اس کا اعتراض جو کہ خود اسے اور اپنے جیسے دوسرے لوگوں نیز علماء کو گراں گزرتا ہے۔ اسی طرح بلا شک یہ اعتراض اس بڑے عالم کو بھی گراں گزرتا ہوگا اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کا یہ اعتراض جو اس عالم پر کر رہا ہے، بیکار اور فضول ہے اور اس بڑے عالم کی فکری گہرائی کو خود اس نے دوسرے عالم نے اور ان جیسے دوسرے لوگوں نے سمجھا ہی نہیں ہے بھلا جب وہ اتنا بھی نہیں سوچ سکتا تو یہ اس کی حماقت اور نادانی ہے۔ ایسے شخص سے بھی الگ رہنا چاہیے اور اسے جواب نہیں دینا چاہیے۔

نصیحت بقدر ظرف

تیسرے قسم کا بیمار وہ ہے جو اپنی بے قراری و بے صبرے پن کی وجہ سے بزرگوں کی باتیں نہ سمجھے اور اپنی کم عقلی پر بھروسہ کیے رہے اور جو اپنے فائدے کی وجہ سے سمجھے ایسا شخص، بھولا اور بے عقل ہوتا ہے اور اس کا ذہن حقائق کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو بھی جواب دینا ضروری نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نحن معاشر الانبياء امرنا ان نتكلم الناس على قدر عقولهم''

ترجمہ: ہم گروہ انبیاء سے فرمایا گیا ہے کہ لوگوں کو ہم ایسی باتیں بتائیں جو ان کی عقل کے مطابق ہوں۔

نصیحت کے قابل شخص

چوتھی قسم کا بیمار وہ ہے جو صراط مستقیم کا طالب ہو، فرمانبردار ہو، ذکی، اور ذہین ہو اور اس میں غصہ، نفس پرستی، حسد اور دولت وجاہ کی خواہش نہ ہو۔ (لہٰذا) ایسا شخص جو کہ راہ حق میں اور صحیح طریقے کا متلاشی ہو اور جو سوال پوچھے یا اعتراض کرے وہ حسد کی وجہ سے یا عیب جوئی کے خاطر یا امتحان لینے کی غرض سے نہ کرے ایسا ہی شخص وہ مریض ہے جس کا علاج کیا جا سکتا ہے چنانچہ اگر اس شخص کے سوال کا جواب دینا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

وعظ کی حقیقت

نصیحت یہ ہے کہ تو وعظ اور تقریر کرنے سے بچے کیونکہ اس میں بڑی آفتیں اور نقصان ہے۔ اگر سمجھتا ہو کہ تو جو کچھ وعظ کرتا ہے اس پر پہلے خود بھی عمل کر چکا تو یہ بات بھی خیال میں رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

''یا ابن مریم اعظ نفسك فان اتعظت فعظ الناس فاستحیي منی''

ترجمہ: اے فرزند مریم! تم اپنے نفس کو نصیحت کرو پھر اگر اس نے تمہاری نصیحت قبول کر لی تو پھر لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے شرماؤ۔

اگر ایسے حالات پیدا ہوں کہ تجھے وعظ کرنا ہی پڑے تو پھر دو باتوں سے بچنا۔

اول یہ کہ اپنے وعظ میں رنگین بیانی، اشارہ و کنایہ، مقفیٰ، و مسجع، عبارات، دل خوشکن

اشعار وابیات اور خلاف شرع گفتگو (بعض نام نہاد) صوفیوں کے جھوٹ سے پرہیز کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تصنع کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا لیکن۔ (اگر کسی واعظ کا) تکلف یا نمائش حد سے تجاوز کر جائے تو سمجھ لے کہ اس واعظ کا باطن خراب اور دل غافل ہے کیونکہ وعظ کا مقصد اپنی قابلیت جتانا نہیں بلکہ یہ ہے کہ آخرت کے عذاب کا ذکر کیا جائے اللہ کی بندگی کے سلسلہ میں اپنی کوتاہیاں بیان کی جائیں اور فضول کاموں اور ضائع کردہ عمر پر افسوس کیا جائے آخرت کی دشوار گزار مرحلوں کا تذکرہ کیا جائے جو آگے ہمارے راستے میں حائل ہیں اسی طرح ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس دنیا سے گزرنے کا طریقہ، مرتے وقت ملک الموت کا منظر، قبر میں منکر ونکیر کے سوال وجواب اور قیامت کی منزلیں اس میں بیان کی جائیں۔ اس کے علاوہ حشر کے میدان میں حساب کتاب کا منظر میزان میں اعمال کے تولے جانے پل صراط سے گزرنے اور پار پہنچنے اور روز محشر کی دوسری ہولناکیوں کا نقشہ پیش کیا جائے۔

واعظ کیا بیان کرے

واعظ کو چاہیے کہ خوف کی یہ تمام باتیں لوگوں کے سامنے پیش کرے اور ان تمام باتوں سے مطلع کرے۔ اس کے علاوہ مجلس میں بیٹھے لوگوں کو ان کے عیوب وکوتاہیوں کی یاد دلائے تاکہ ان کے دل میں عذاب آخرت کا خوف پیدا ہو اور جس قدر ہوسکے اپنے برباد شدہ وقت پر افسوس کریں اور اس کی تلافی کریں اور جو وقت عبادت کے بغیر گزرا ہو اس پر آنسو بہائیں یہ تمام باتیں جو میں نے اوپر بیان کی ہیں وعظ میں بیان کی جائیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی کے گھر کے دروازے پر سیلاب کا پانی پہنچ جائے اور نوبت یہ آجائے کہ گھڑی بھر میں اس کے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس کے بال بچوں کو بھگو دے گا۔ اس وقت گھر کا مالک اپنے گھر میں شور کرے گا اور کہے گا اے گھر والو! الحذر

،الحذر یعنی افسوس افسوس ،جلدی بھاگو سیلاب کا پانی پہنچ گیا ہے، ایسے خوف ناک وقت میں گھر کا مالک سیلاب کا ذکر ہرگز رنگین عبارات، اشارات، وکنایات، مقفیٰ، مسجع، مرصع اور ہم وزن کلام یا پر تکلف شاعرانہ رنگین بیانی سے نہیں کرے گا۔ اہل مجلس کے سامنے بھی وعظ کی مثالیں اسی طرح (یعنی خود ڈر کر اور دوسروں کو ڈراتے ہوئے) ہونی چاہئیں۔

وعظ میں حسن نیت

دوسرے وعظ کرتے وقت اپنے دل میں ایسے خیالات نہ آنے دے کہ لوگ تیرا وعظ سن کر واہ واہ کے نعرے لگائیں اور وجد میں آ کر جھومنے لگیں، بدمست ہو جائیں یا کپڑے پھاڑیں اور ساری محفل میں شور برپا ہو جائے اور سامعین کہنے لگیں کہ مجلس بہت اچھی منعقد ہوئی اور فلاں نے بہت اچھا وعظ کیا اس قسم کے خیالات ریا کاری میں شامل ہیں، اور ایسی بات پر خوش ہونا تیری کم عقلی ہے۔

دراصل تیری نیت یہ ہونی چاہیے کہ وعظ کے ذریعہ خدا کی مخلوق کو دنیا سے آخرت کی طرف بلائے، گناہوں سے بندگی کی طرف لے آئے، حرص سے زہد کی طرف کنجوسی سے سخاوت کی طرف ریاء کاری سے خلوص کی طرف، تکبر سے انکساری کی طرف غفلت سے بیداری کی طرف اور غرور سے پرہیز گاری کی طرف بلائے ان کے دلوں میں آخرت کی محبت پیدا کرتا کہ دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں۔

بعض وعظ وبال ہوتے ہیں

اسی طرح لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے کرم اور رحمت کے بارے میں اور غلط بیانی کے ذریعہ دھوکے میں نہ رکھ بلکہ ان میں پرہیز گاری اور خدا ترسی پیدا کر اور دیکھ کہ ان کے دل میں کونسی بات ہے، جو اللہ کی رضا کے خلاف ہے اور ان کا جھکاؤ کس چیز کی طرف ہے جو کہ آنحضرت ﷺ کی شریعت کے خلاف ہے۔ اس کے ساتھ ان کے اخلاق

واعمال پر نظر رکھ تا کہ ان کی بداعمالیاں ختم ہوں اور ان کی جگہ اچھے اخلاق واعمال پیدا ہوں۔جن لوگوں پر ڈر اور خوف کا غلبہ ہو ان میں اتنی امید پیدا کر کہ جب وہ تیری مجلس سے اٹھیں تو ان میں کچھ باطنی صفات پیدا ہوچکی ہوں اور ان کا ظاہر بھی تبدیل ہو چکا ہو جو لوگ اللہ کی عبادت میں سست تھے،وہ عبادت کی طرف مائل ہو جائیں اور دل میں شوق بندگی پیدا کریں اور جو لوگ گناہ کے کرنے میں نڈر اور دلیر ہوں ان میں خوف خداوندی پیدا ہو جائے جو وعظ ایسا نہ ہوگا اور واعظ ایسی باتیں نہ بیان کرے گا تو وہ واعظ پر اور سننے والوں کے لیے وبال کا باعث ہے ایسا شخص شیطان ہوتا ہے۔

بعض وعظ ذریعہ فساد ہوتے ہیں

(جو کمین نفس کا غلام بن کر یہ خیال کرے کہ وعظ کے ذریعہ میں اپنی قابلیت ظاہر کروں اور دنیا کی جاہ وشان حاصل کرلوں) وہ شیطان مخلوق خدا کو راہ راست سے بھٹکاتا ہے ان کا خوف بڑھاتا ہے اور انہیں دائمی ہلاکت میں مبتلا کرتا ہے۔خلق خدا کو چاہیے کہ ایسے شخص سے دور رہیں۔ایسے لوگ دین میں جو فساد پھیلاتے ہیں ایسا فساد شیطان بھی نہیں پھیلا سکتا جس شخص میں طاقت ہو کہ ایسے واعظ کو منبر سے اتار سکے اس پر واجب ہے کہ ایسے لوگوں کو منبر سے کھینچ کر نیچے اتارے وعظ کرنے سے روک دے تاکہ وہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بابت غلط بیانی سے کام نہ لے سکیں۔

امراء اور بادشاہوں سے دور رہنا

تیسرے کسی بادشاہ،کسی امیر اور حاکم کو سلام نہ کر،ان کی مجلس صحبت اور محفل سے دور رہ بلکہ ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھ کیونکہ انہیں دیکھ کر اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں بڑی مصیبتیں پوشیدہ ہیں۔لیکن اگر کبھی ان کی صحبت کا اتفاق ہو ان کی تعریف

سے کنارہ کش رہنا۔

فان اللہ یغضب اذا مدح الفاسق والظالم واذا مدح ومن دعا لظالم بطول البقاء احب ان یعصی اللہ فی الارض

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے جب کسی فاسق اور ظالم کی تعریف کی جاتی ہے اور جو شخص کسی ظالم کے لیے درازی عمر کی دُعا مانگتا ہے تو گویا اس دُعا کرنے والے نے یہ پسند کیا کہ وہ اللہ کی زمین پر گنہگار ہو کر چلے۔

حاکموں کے تحفے قبول نہ کرنا

چوتھا یہ کہ حاکموں کے تحائف قبول نہ کر چاہے تجھے معلوم ہو کہ جو دے رہے ہیں وہ حلال مال سے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے مال پر نیت رکھنے سے دین میں نقصان وفساد ہوتا ہے ان کی طرف سے جو انعام اور مراعات ملتا ہے، ان کے ظلم وستم اور فسق وفجور کو جنم دیتا ہے جو دین کے لیے نقصان کا سبب ہوتا ہے۔ اس سے کم از کم جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ تو ان ظالموں سے محبت کرے گا اور جو بھی کسی شخص سے محبت کرتا ہے، وہ اس کے لیے درازی عمر کی دُعا کرتا ہے۔ اگر ظالم کی عمر بڑی ہوگی تو ظلم بھی زیادہ رہے گا اور دنیا میں فساد اور خرابی پیدا ہوگی جس سے زیادہ اور کیا بری بات ہو سکتی ہے؟

خبر دار! خبر دار! شیطان تجھے گمراہ کرے گا اور تیرے دل میں یہ خیال پیدا کرے گا پہلے تو یہ کر کے ان حاکموں سے روپے لے کر غریبوں میں تقسیم کر کے ان کو آرام پہنچا ان کی ضرورت پوری کر، خبر دار! کسی بھی جن یا انسانی شیطان سے اس قسم کا مشورہ قبول نہ کرنا اور ان کے فریب میں آ کر دھوکہ مت کھانا کیونکہ شیطان نے اس طریقہ سے کئی لوگوں کا خون بہایا ہے اور ابھی تک خون بہاتا چلا آ رہا ہے۔ اس حقیقت میں کتنی ہی آفتیں پوشیدہ ہیں جو ابھی ہم نے اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں بیان کی ہیں تو

انہیں وہاں تلاش کرسکتا ہے۔

عمل کے قابل چار باتیں

اے بیٹے! (اوپر بیان شدہ) چار باتوں سے پرہیز کرنا لیکن جو کام کرنے ہیں وہ بھی چار ہیں اور مناسب ہوگا کہ ان کی پوری حفاظت کرے۔ (وہ یہ ہیں)

اللہ تعالیٰ سے تعلق کا طریقہ

پہلی بات یہ ہے کہ ہر وہ معاملہ جو تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو اس طرح نبھا کہ اگر تیرا خریدا ہوا غلام تیرے لیے وہی کرے تو تو غم کرنے کے بجائے اسے پسند کرے اور داد دے اور اس پر کسی طرح غصہ نہ کرے اسی طرح تو اپنے غلام یا نوکر کی جو بات اپنے لیے پسند کرے تو تو بھی اپنے پروردگار کی بندگی میں کوئی کوتاہی کرے گا تو تیرا خالق اسے پسند نہ کرے گا یہاں جو حقیقت بیان کرنی ہے وہ یہ ہے کہ تیرا غلام تیرا بندہ نہیں ہے بلکہ خریدا ہوا ہے لیکن تو اپنے اس حقیقی خالق اور مالک کا بندہ ہے جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔

اللہ کے بندوں سے تعلق کا طریقہ

دوسری بات یہ کہ جو معاملہ تیرے اور اللہ کے بندوں کے درمیان ہو اسے اس طرح نبھا کہ اگر وہ تجھ سے ویسا ہی کریں تو تو اسے پسند کرے۔ اور اس پر رنجیدہ نہ ہو۔ جیسے کہ فرمایا گیا ہے۔

''فلایکمل ایمان عبدی حتی یحب لسائر الناس مایحب لنفسه''

ترجمہ: میرے بندے کا ایمان ہرگز مکمل نہیں جب تک (وہ) تمام انسانون کے لیے بھی وہی چیز نہ پسند کرے جو خود اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے۔

مطالعہ کی تلقین

تیسرے یہ اگر تو اپنے علم کو بڑھانا چاہتا ہے اور کوئی علمی کتاب پڑھنا چاہتا ہے تو یہ سمجھ کہ اب تیری عمر ایک ہفتے سے زیادہ نہیں، اس حالت میں تجھے کس قسم کا علم فائدہ بخشے گا بس تو اس علم میں مشغول ہو اگر تجھے خبر ہو کہ، تیری زندگی ایک ہفتے سے زیادہ نہیں ہے تو تو اس ہفتے میں ایسی علمی کتابیں ہرگز نہ پڑھے گا جن میں تجھے مناظر، اصول وکمال مذہب ولغت صرف ونحو شعر وعروض طب ونجوم غزلوں کے دیوان اور مضمون نویسی یا اسی قسم کی دوسری معلوم حاصل ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ تو یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ علوم اب کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا اس لیے پورے ہفتے تو دل کے مراقبے اور اپنے نفس کی صفات پہچاننے میں مشغول ہوگا دنیا سے منہ موڑ کر اپنے دل کو بری عادتوں سے پاک کر کے اللہ کی محبت اور اخلاق حمیدہ سے سنوار کر اس کی عبادت اور بندگی میں مشغول ہوگا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ تو اس ہفتے دن یا رات کو کسی کے پاس نہ جائے حالانکہ یہ امکان بھی نہیں ہے کہ گویا تو اسی دن یا رات میں انتقال کرے۔

دل کا جہاں پاک کرلے

اے بیٹے! ایک بات سن اور یاد رکھ اور اسے حقیقت سمجھ اس پر غور کر اور اس پر عمل کر تو یقیناً تیری نجات ہوگی۔ اگر تجھے یہ خبر دی جائے اور کہا جائے کہ اگلے ہفتے بادشاہ تیرے گھر پر آئے گا تو پھر یقینا تو یہ پورا ہفتہ سوائے اس کے کوئی کام کاج نہیں کرے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کی نگاہ فلاں جگہ یا چیز پر پڑ جائے تو کیوں نہ میں اسے پاک وصاف کرلوں اس طرح تو اپنے گھر کی ہر چیز کو صاف کرے گا سجائے گا اس میں تیرا جسم، تیرا لباس، تیرے گھر کی در و دیوار اور فرش وغیرہ آجاتے ہیں یہ سب پاک کرے گا۔

اب تو خود سوچ اور سمجھ میں بھلا اشارے سے کیا سمجھاؤں گا؟ تو خود عقل مند ہے

اس لیے اشارہ کافی ہے اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ان اللّٰہ لا ینظر الیٰ صورکم ولا اعملکم
الا کن ینظر الیٰ قلوبکم و نیا تکم

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

احوال قلب کا علم حاصل کرو

جب احکم الحاکمین کی نگاہ تیرے دل پر ہے تو پھر تو اپنے دل کو صاف کیوں نہیں کرتا۔ اگر تیری تمنا ہے کہ قلب کے احوال کا علم حاصل کرے تو پھر کتاب احیاء علوم الدین اور ہماری دوسری کتابوں کو دیکھ کیونکہ تمام مسلمانوں پر یہ علم حاصل کرنا ''فرض عین'' ہے اور دوسرا علم ''فرض کفایہ'' ہے مگر یہ علم اس قدر ہونا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کر سکے اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو تو یہ علم ضرور حاصل کرنا۔

خوراک کا ذخیرہ نہ کرنا

چوتھی بات یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کے لیے دنیا سے ایک سال سے زیادہ کی خوراک جمع کر کے نہ رکھ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بعض ازواج مطہرات کے لیے ایک سال کی خوراک جمع کی اور فرمایا: **اللھم اجعل قوت ال محمد کفافًا**

ترجمہ: اے میرے اللہ! محمد ﷺ کی اہل وعیال کی خوراک میں کفایت فرما۔

اے بیٹے! اس رسالہ میں میں نے تیرے تمام سوالوں کے جواب دیے ہیں اب تجھے چاہیے کہ ہمت کر کے سب پر عمل کر اور مجھے دعا میں نہ بھلا تو نے یہ بھی چاہا کہ تجھے کوئی دُعا لکھ بھیجوں تو دُعائیں حدیثوں کی کتب ''صحاح ستہ'' میں تلاش کر اسی طرح اہل بیت علیہ السلام کے طریقوں میں بھی بہت سی دعائیں آئی ہیں وہاں تلاش کر۔

نماز کے بعد خاص طور پر پڑھ

درج ذیل دعا نماز کے بعد خاص طور پر پڑھ۔

اللهم انی اسئلك من النعمة تما مهاومن العصمة دوامها ومن الرحمة شمولها ومن العافية حصولها ومن العيش ارغده ومن العمر اسعده ومن الاحسان اتمه ومن الانعام اعمه ومن الفضل اعذبه ومن الطف اقربه ومن العمل اصلحه ومن العلم انفعه ومن الرزق اوسعه اللهم كن لنا ولا تكن علينا اللهم اختم لنا بالسعادة اجالنا وحقق بالزيادة اعمالنا واقرن بالعافية غدونا واصالنا واجعل الى رحمتك مصيرنا ومالنا واصبب سجال عفوك على ذنوبنا ومن علينا باصلاح عيوبنا واجعل التقوىٰ زادنا وفی دينك اجتها دنا وعليك توكلنا واعتماد نائبتنا على نهج الاستقامة واعدنا (فی الدنيا) من موجبات الندامة يوم القيامة و خفف عنا ثقل الاوزار وارزقنا عيشة الابرار واكفنا واصرف ، عنا شر الاشرار واعتق رقابنا ورقاب ابائنا وامهاتنا من النار والدين والمظالم يا عزيز يا غفار كريم ياستار يا حليم يا جبار يا عظيم يا قهار يا الله ياالله ياالله يا رحمن الدنيا و يارحيم الاخرة برحمتك يا ارحم الراحمين صلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين ، والحمد لله رب العالمين۔

ترجمہ: یا الٰہی میں تجھ سے تیری نعمتوں کا اہتمام (کثرت) چاہتا ہوں اور پاکیزگی میں سے اس کی ہیشگی چاہتا ہوں اور رحمت میں سے اس کا شامل ہونا اور تندرستی میں سے اس کا حاصل ہونا اور رزق میں اس سے اس کی کشادگی اور زندگی میں سے اس کی خوشحالی اور عمر میں سے اس کی سعادت اور احسان میں سے اس کی تکمیل اور انعامات میں سے وہ انعام جو سب سے زیادہ عام ہوں اور فضل میں سے وہ فضل جو سب سے زیادہ شیریں ہو

اور لطف میں سے وہ لطف جو سب سے زیادہ عنایت والا ہو اور اعمال میں سے وہ عمل جو سب سے زیادہ اچھا ہو اور علم میں سے سب سے زیادہ فائدے والا ہو اور علم اور رزق میں سے سب سے زیادہ کشادگی والا رزق چاہتا ہوں۔

یا اللہ: تو ہمارا ہو جا (یعنی ہمیں فائدے عطا فرما) اور ہمارے اوپر بوجھ نہ ڈال (یعنی ہمیں نقصان کا منہ نہ دکھا) یا اللہ ہماری عاقبت سنوار دے اور ہمارے اعمال درست فرمادے ہمارے صبح شام کو خیر و عافیت سے ہمکنار فرما اور ہمارے گھر اور ہمارے مال و اسباب کو اپنی رحمت سے ہمکنار فرما اور ہمارے گناہوں اور عیبوں کو اپنی عفو و درگزر کی چادر سے ڈھکدے اور ہمارے عیبوں کی اصلاح فرما کر ہم پر احسان فرما اے اللہ تیری ہستی پاک پر ہمارا اعتماد اور توکل قائم رکھ۔

اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں دین میں استقامت اور ثابت قدمی عطا فرما تو ہمیں دنیا میں ایسے کاموں سے اپنی پناہ میں رکھ جو قیامت میں شرمندگی اور ندامت کا سبب بنیں اور ہمارے گناہوں کا بوجھ (ہم پر) ہلکا کر اور ہمیں نیک لوگوں والی زندگی عطا فرما اور تو ہمارے لیے کافی ہو جا اور ہمیں بدکار و غلط کار لوگوں کے شر سے محفوظ فرما اور تو ہماری گردنیں اور ہمارے آباء و اجداد کی گردنیں دوزخ کی آگ سے قرض سے اور ظلم و ستم سے آزاد فرما اے بڑی عزت والے اے بخشنے والے اے کرم کرنے والے اے عیبوں کو ڈھکنے والے اے بردبار اے زور والے اے عظمت و بزرگی والے اے قہار اے اللہ اے اللہ اے دنیا میں مہربانی کرنے والے اے آخرت میں رحم کرنے والے اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے تو اپنی رحمت کے طفیل زیادہ رحم کرنے والا ہے اور محمد مصطفی ﷺ پر جو کہ تمام مخلوق میں برگزیدہ ترین ہستی ہیں اور ان کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ہمیشہ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

تمام تعریف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیان .... ③

ستم گر ہوگا اک دن خود گرفتار ستم اپنا
کہ اپنی آگ ہی میں توڑتی ہے شمع دم اپنا

قادیانیت ایک سنگین فتنہ

{بیان}

امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ
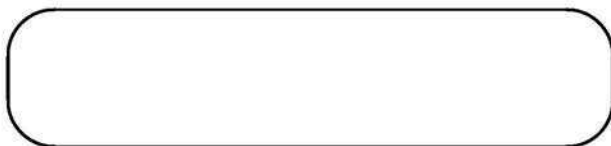
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

ہمارے اس منحوس زمانے میں جو یورپ کی افتاد سے ایمان اور خصائل ایمان کی فنا کا زمانہ ہے منشی غلام احمد قادیانی کا فتنہ درپیش ہے۔ اور گذشتہ فتنوں سے مزید اور شدید ہے۔ اور حکومت وقت بھی بمقابلہ مسلمانوں کے قادیانی جماعت کی امداد واعانت کررہی ہے۔

یہ جماعت بہ نسبت یہود و نصاری اور ہنود کے اہل اسلام کے ساتھ زیادہ عداوت رکھتی ہے، کوئی چیز ان کے اور اہل اسلام کے درمیان مشترک اور اتحادی باقی نہیں رہی۔

پیراگراف از بیان امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى . . . اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

دین کی تکمیل ہو چکی

حامداً ومصلیاً ومسلماً السلام علیکم یا اہل الاسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ محمد انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ بحیثیت ایمان واسلام واخوت دینی اور امت مرحومہ محمدیہ ﷺ کے اعضاء ہونے کے کافہ اہل اسلام خواص کی عالی خدمت میں عرض گزار ہے کہ اگر چہ فتنے طرح طرح کے حوادث اور وارداتیں اس دین سماوی پر وقتاً فوقتاً گزرتی رہی ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ آخری پیغام خدائے برحق کا یہ ہے کہ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط!

آج کے دن میں نے دین تمہارا کمال کو پہنچایا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور

اسلام پر ہی تمہارا دین ہونے کے لیے راضی ہوا!!

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰ [سورۂ احزاب: آیت ۴۰]

نہیں محمد کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے لیکن ہیں رسول خدا کے اور خاتمہ پیغمبروں کے اور خدا ہر چیز کا اپنے امور میں سے عالم ہے۔

بہت سے دجالوں نے نبوت کے دعوے کئے

اور اس کے قطعی الدلالت ہونے پر بھی امت محمدیہ کا اجماع منعقد ہو گیا۔ اور ختم نبوت کا عقیدہ دین محمدی کا اساسی اصول قرار پایا۔ اور جس امت نے ہم تک یہ آیت پہنچائی اسی امت نے یہ مراد بھی پہنچائی اور اسی دعویٰ پر مسلمہ کذاب اور اسود کاذب کو قتل کیا اور بڑا کفر دونوں کا یہ دعویٰ قرار دے کر کذاب مشتہر کیا۔ اور باقی جرائم کو کذاب کے ماتحت رکھا۔ مگر پھر بھی بحکم حدیث نبوی بہت سے دجالوں نے نبوت کے دعوے کئے۔ اور ان کی حکومتیں بھی رہیں اور بالآخر واصل جہنم ہوئے۔

اس زمانے کا بڑا فتنہ

ہمارے اس منحوس زمانے میں جو یورپ کی افتاد سے ایمان اور خصائل ایمان کی فنا کا زمانہ ہے منشی غلام احمد قادیانی کا فتنہ درپیش ہے۔ اور گزشتہ فتنوں سے مزید اور شدید ہے اور حکومت وقت بھی بمقابلہ مسلمانوں کے قادیانی جماعت کی امداد اور اعانت کر رہی ہے یہ جماعت بہ نسبت یہود و نصاریٰ اور ہنود کے اہل اسلام کے ساتھ زیادہ عداوت رکھتی ہے۔ کوئی چیز ان کے اور اہل اسلام کے درمیان مشترک اور اتحادی باقی نہیں رہی۔

قرآن کے ساتھ گستاخی

منشی غلام احمد قادیانی جو اس زمانہ کا دجال اکبر ہے۔بیں جزوحی قرآن مجید پر اضافہ کرتا ہے۔جو کوئی ان کی بیس جز و وحی کا انکار کرے اوران کو نبی نہ مانے،وہ ان کے نزدیک کافر ہےاوراولا دزنا ہےاورکوئی اسلامی تعلق مثل جنازہ کی نماز اورنکاح کے اس کے ساتھ جائز نہیں۔پھر قرآن مجید کی تفسیر اس نے اپنے قبضہ میں کررکھی ہے۔دوسرے کسی کا کوئی حصہ نہیں لگتا۔جیسے فارسی مثل ہے۔

خوردن زمن و لقمہ شمردن از تو

اس کی تفسیر کے متعلق خواہ کل امت کا اختلاف ہووہ سب اس کے نزدیک گمراہ ہیں
۔

حدیث رسول کی بے حرمتی

حدیث پیغمبراسلام کی جو اس کی وحی کے موافق نہ ہو،اس کی نسبت اس کی تصریح ہے کہ ردی کے ٹوکرے میں پھینک دی جائے۔ان دواصول اسلام یعنی کتاب اور سنت کی تو اس کے نزدیک یہ حالت ہےاور بحسب تصریح اس کے اس پر شریعت بھی نازل ہوئی ہے۔اور بمقابلہ اس عقیدہ اسلامیہ کے کہ بعد ختم نبوت کے آئندہ کوئی شریعت نہیں ہوگی صریح ادعاء شریعت کیا ہے۔

قادیانی کا اپنے لیے معجزات کا دعویٰ

اور نیز اس کا اعلان ہے کہ آئندہ حج قادیان میں ہوا کرے گا۔اور نیز جہاد شرعی اس کے آنے سے منسوخ ہوگیا اور پیغمبراسلام ﷺ کے معجزات تو تین ہی ہزار نقل ہوئے ہیں۔منشی غلام احمد قادیانی کے تین لاکھ اور دس لاکھ تک ہیں۔جن میں تحصیل چندہ کی کامیابی بھی شمار ہے۔اوراس کے اشعار ہیں۔

زندہ شد ہر نبی بلدنم ہر رسولے نہاں پہ پیرانہم
آنچہ حق داد ہر نبی راجام وادآں جام رامرا باتمام

عیسیٰ علیہ السلام کی سخت توہین

نیز اپنی مسیحیت کی تولید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہ جن پر ایمان دین محمدی ہے ایسی توہین کی ہے کہ جس سے دل اور جگر شق ہوتا ہے۔ اور اس کے نزدیک تحقیق توہین ہے۔ الزامی یا بقول نصاریٰ تو در کنار رہی توہین عیسیٰ علیہ السلام میں علاوہ اپنی تحقیقی توہین کے ایک اور طریقہ بھی اختیار کیا ہے کہ نقل نصاریٰ کے سر رکھ کر توہین سے اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے۔

گفتہ آید و در حدیث دیگراں

یہ معاملہ بیشتر اسی پیغمبر کے ساتھ کیا ہے تا کہ عظمت ان کی وثوق سے اتار دے اور خود مسیح بن بیٹھے۔

بزرگان اسلام کی توہین

اسی واسطے ہنود کے پیشواؤں کے ساتھ ایسا نہیں کیا بلکہ توقیر کی ہے۔ اور ایسے ہی بزرگان اسلام امام حسین رضی اللہ عنہ وغیرہم کی تحقیر کا اپنی تعلیم میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا غرض کہ اس دجال کی دعوت اس کے نزدیک سب انبیاء اور رسل صلوات اللہ علیہم سے بڑھ چڑھ کر اور افضل واکمل ہے۔

قادیانیت میں علماء کی خدمات

علماء اسلام نے اس فتنہ کے استیصال میں خاصی خدمتیں کیں مگر وہ خدمتیں انفرادی اور خصوصی تھیں۔ اس وقت کہ ایک لطیفہ غیب نمودار اور نمایاں ہوا ہے کہ مجاہد ملت جناب

سامی القاب مولانا ظفر علی خان صاحب دام ظلہ اس خدمت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے اس وقت جناب ممدوح اور ان کے رفقاء جناب مولوی عبدالحنان صاحب۔ مولانا لال حسین صاحب اختر اور احمد یار خان صاحب سپرد حوالات ہیں۔ ہمیں کچھ حمیت اور حمایت اسلام سے کام لینا چاہیے۔

خطہ کشمیر سے خطاب

اہل خطہ کشمیر سمجھ اور بوجھ لیں کہ کچھ قادیانی جماعت ان کی امداد کر رہی ہے وہ اہل خطہ کے ایمان کی قیمت ہے۔ اور ناممکن ہے کہ کوئی امداد اور ہمدردی اس فرقہ کی ایمان خریدنے کے سوا ہو۔

دانی کہ چنگ وعود چہ تقریری کنند　　پنہاں خورید بادہ کہ تکفیر می کنند

اس فرقہ کے ساتھ کسی قسم کی رواداری سخت خطرہ ہے

اور جن لوگوں نے اس فرقہ کے ساتھ کسی قسم کی رواداری بھی برتی ہے۔ وہ خطرہ میں ہیں یہ نہ سمجھیں کہ یہ کوئی معمولی بات ہے۔ بلکہ ایک چھوٹی پیغمبری سے ایک بڑی پیغمبری قادیانی میں تحویل ہونا ہے۔ اور جس کا جی چاہے ان عقائد ملعونہ قادیانی کا ثبوت ہم سے لے۔ اور اس شدید وقت میں کہ وطن کو بے خبر کر کے ایمان پر چھاپہ مارا گیا ہے۔ کچھ غیرت ایمانی کا ثبوت دے۔

اہل علم حق تلمذ ادا کریں

جن حضرات نے اس احقر سے حدیث شریف کے حرف پڑھے ہیں جو تقریباً دو

ہزار ہوں گے وہ اس وقت کچھ ہمدردی اسلام کی کر جائیں۔اور کلمہ حق کہہ جائیں اور انجمن دعوت وارشاد میں شرکت فرمائیں۔

اسلام کوئی نسلی یا نسبی لقب نہیں

اس فرقہ کی تکفیر میں توقف یا تو اس وجہ سے ہے کہ صحیح علم نصیب نہیں ہوا۔اور اب تک ایمان اور کفر کا فرق ہی معلوم نہیں اور نہ کوئی حقیقت محصلہ ایمان کی ان کے ذہن میں ہے۔اور یا کوئی مصلحت دنیاوی دامن گیر ہے۔ورنہ اسلام کوئی نسبی اور نسلی لقب نہیں ہے۔جیسے یہود اور ہنود کہ زائل نہ ہو۔اور جو کوئی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہے پس وہ قوم نسبی لقب یا ملکی وشہری نسبت کی طرح لاینفک رہے بلکہ عقائد اور عمل کا نام ہے۔ اور ضروریات قطعیہ اور متواترات شرعیہ میں کوئی تاویل یا تحریف بھی کفر والحاد ہے۔ جب کوئی ایک حکم قطعی اور متواتر شرعی کا انکار کردے وہ کافر ہے۔خواہ اور بہت سے کام اسلام کے کرتا ہو۔ان اللہ لیوید الدین بالرجل الفاجر اسی میں وارد ہوا ہے ۔حق تعالیٰ صحیح علم اور صحیح سمجھ اور توفیق نصیب کرے۔آمین۔

حکومت کشمیر کو انتباہ

آخر میں یہ عاجز بحیثیت رعیت ریاست کشمیر ہونے کے حکومت کشمیر کو متنبہ کرنا چاہتا ہے کہ قادیانی عقیدہ کا آدمی عالم اسلام کے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔لہٰذا حکومت کشمیر وجمیع اہل اسلام اور مذہب قدیمی اہل کشمیر کی رعایت کرتے ہوئے قادیانیوں کی بھرتی اسکولوں اور محکموں میں نہ کرے ورنہ اختلال امن کا اندیشہ ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ---------- ④

طلباء کیلئے راہِ عمل

{افادات}

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

حضرت تھانویؒ کے ملفوظات ومواعظ سے منتخب چند اہم اور مفید اقتباسات جو طلبہ کے لیے بیحد مفید ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتباس

ایک سبق علماء کو لینا چاہیے کہ علم کو فضل عظیم سمجھ کر حاصل کریں اس سے کوئی دنیوی غرض نہ رکھیں اور تحصیل (فراغت) کے بعد اس فضل عظیم کی پوری قدر کریں، اس کی حفاظت کریں، اس کو ضائع نہ کریں۔

آج کل طلبہ کی یہ حالت ہے کہ علم حاصل کرنے تک تو نہ کچھ نیت ہوتی ہے نہ توجہ، نہ شغل، اور جب فارغ ہوتے ہیں تو بعض تو اسے دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اور بعض طلبہ اس سے تعلق بھی نہیں رکھتے، کہیں کوئی طبیب بن جاتا ہے، کوئی تاجر بن گیا، کوئی صناع (کاریگر) بن گیا...... میں کچھ بننے کو منع نہیں کرتا، بنو مگر علوم سے تعلق تو رکھو، تا کہ اس کا نفع متعدی رہے۔

پیراگراف از بیان حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

طلباء کی بدحالی وبدشوقی

مدارس میں ایسے طلباء موجود ہیں جو برائے نام اسباق میں آجاتے ہیں مگر اندرونی طور پر عالم فاضل وغیرہ کے کورس سے دلچسپی رکھتے ہیں تاکہ سرکاری نوکری مل سکے بھلا یہ لوگ طالب علم کہلانے کے مستحق ہیں؟ ہرگز نہیں۔

یہ بھی ایک مرض ہوگیا ہے کہ آج کل طلبہ کتابوں کے ختم کرنے کو اصل کام سمجھتے ہیں اگرچہ سماعت ہی سے ہو اور کتاب کی عبارت ایک دن بھی نہ پڑھنا پڑے۔ اور اب تو بعض طلبہ کی یہ حالت سنی ہے کہ سبق میں شریک بھی ہیں مگر اس کی خبر نہیں کہ سبق کہاں ہو رہا ہے اور کسی مسئلہ کی تقریر ہو رہی ہے۔

ناکام طلباء

طالبان علم کہلانے والوں میں ایک قسم کے وہ لوگ بھی ہیں جو یوں چاہتے ہیں کہ ہم کو کچھ کرنا بھی نہ پڑے اور عالم ہو جائیں اس کی ترکیب انہوں نے یہ نکالی کہ مدرسہ میں داخل ہو کر کسی جماعت میں شریک ہو گئے پھر دس بارہ دن کم وبیش غائب ہو گئے نہ مطالعہ ہے نہ تکرار ہے، نہ سبق کے وقت توجہ ہے بس جماعت نے کتاب ختم کر لی تو ان کی بھی ختم شمار ہوگئی درسیات سے فارغ ہو گئے۔

تو یاد رکھو یہ طالب علمی نہیں ہے اس طرح علم نہیں آتا۔

طلبہ کو فکر واہتمام کی ضرورت

طلبہ کے لیے محض کتب بینی کافی نہیں بلکہ فکر کے ساتھ مطالعہ کی سخت ضرورت ہے اور فکر ومطالعہ اختلاط کے ساتھ نہیں ہوسکتا اس کے لیے یکسوئی اور تنہائی کی ضرورت ہے جو لوگ ہر وقت اختلاط میں رہتے ہیں اور باتیں ہی بناتے رہتے ہیں ان کا قلب انوار سے خالی ہو جاتا ہے اور قلب کا خالی ہونا بہت ہی برا ہے۔

علوم کے لیے یکسوئی اور اجتماع خیال کی ضرورت ہے اور یہ گوشہ تنہائی میں زیادہ حاصل ہوتی ہے۔

فضولیات سے احتراز کی ضرورت

فضولیات میں پڑنے سے آدمی کا فہم (سمجھ) مسخ ہو جاتا ہے اور ضروری کاموں سے رہ جاتا ہے۔ کھلی ہوئی بات ہے جب چاہو تجربہ کر لو، ملنا جلنا کم کر دو، بولنا کم کر دو اِدھر اُدھر فضول دیکھنا بھالنا کم کر دو، معاصی سے اجتناب کرو، اس سے خود بخود فہم اور عقل میں نورانیت پیدا ہوگی۔

جو لوگ بک بک بہت کرتے ہیں ان کی فہم (سمجھ) اور عقل برباد ہوجاتی ہے معاصی سے اِدھر اُدھر دیکھنے سے حواس منتشر ہوکر عقل خراب ہوجاتی۔

جو شخص فضولیات میں مبتلا ہوگا وہ کبھی ضروریات کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا یہ تجربہ کی بات ہے۔

فضولیات ظلمت پیدا کرتی ہے

فضول ،لغو کلام، عبث کلام سب ایک ہی ہیں۔اس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے نورانیت فنا ہوتی ہے۔ باطن کی استعداد برباد ہوتی ہے۔اس استعداد کے ضعیف ہونے کو حدیث میں موتِ قلب کہا گیا ہے۔اس کا حاصل یہ ہے کہ قلب میں ایک نور ہوتا ہے وہ ضعیف ہوجاتا ہے۔

عبث (بیکار) کا ایک ضرر تو یہی ہے کہ کثرت عبث سے قلب کا نور بجھ جاتا ہے، اور قلب میں قساوت (سختی) پیدا ہوتی ہے۔

چنانچہ بلا ضرورت اگر کوئی کسی سے اتنا پوچھ لے کہ کہاں جاؤ گے اس سے بھی قلب میں ظلمت پیدا ہوجاتی ہے۔اور قلب مردہ ہوجاتا ہے۔اگر کسی کو حس ہی نہ ہوتو اس کا کیا علاج ہے۔

اگر آخرت کی فکر ہوتو انسان کبھی فضول اور عبث میں نہیں پڑ سکتا، پڑنا تو بڑی بات ہے اس کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

استاد کا سبق یا کوئی بات راز لے کر سننا

ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم کے ذریعہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔اور خود خفیہ طور سے سننے کے لیے کھڑا ہوگیا۔ اتفاقاً میں نے دیکھ لیا، پاس بلا کر دھمکا کر سمجھایا کہ چوروں کی طرف چھپ کر سننے کا کیا مطلب؟ کیا کسی نے یہاں آنے سے منع

کیا ہے؟ اگر شرم آتی تھی تو اپنے فرستادہ (بھیجے ہوئے) سے جواب پوچھ لیتے۔ چھپ کر کسی کی بات سننا عیب اور گناہ کی بات ہے کیونکہ ممکن ہے کہ متکلم کوئی ایسی بات کرے جس کو اس (چھپ کر سننے والے) سے پوشیدہ کرنا چاہے۔

طلباء کے لیے چند ہدایات وتنبیہات

طالب علم اور طالبِ حق کے لیے لوگوں سے میل جول (فضول اختلاط) سم قاتل ہے۔

طالب علموں میں دو مرض (بکثرت) ہیں جاہ اور شہوت ان سے بہت کم خالی ہیں اور یہی دونوں چیزیں دین کو برباد کرنے والی ہیں۔

جو طالب علم مدرسہ میں داخل ہونے کے لیے آتا ہے اس کو دو وصیتیں کی جاتی ہیں ایک یہ کہ کسی سے دوستی مت کرو دوسرے یہ کہ کسی سے دشمنی مت کرو۔

افسوس اب تو طالب (مدرسہ کے) مہتمم کے کاموں میں دخل دیتا ہے یہ حریت (اور آزادی) ہے لوگوں کا مذاق ہی بگڑ گیا ہے اور ایسا بگڑا ہے کہ شور وشر کو حیات (زندگی) سمجھتے ہیں۔ اور سکون کو موت، یعنی وہ زندہ ہی کیا جو حرکت نہ کرے اور حرکت بھی کرے تو ایسی۔

ان کے نزدیک جس طرح سکون حیات کے منافی ہے اسی طرح حرکت مستقیمہ بھی اس لیے حرکت غیر مستقیمہ کو حیات سمجھتے ہیں۔

بعض لوگ مسجد کا پنکھا (اور لوٹا وغیرہ) حجرہ سے لے جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کیا چیز ہے ذرا سا پنکھا (یا وہ لوٹا) ہی تو ہے معمولی بات خیال کرتے ہیں حالانکہ بڑی بات ہے۔ یہ حرکت طالب علموں میں بہت ہے بتلاؤ ایسے پڑھنے سے کیا فائدہ؟

جب دینی مدارس میں رہ کر بھی دین نہ پیدا ہوا تو ایسے پڑھنے سے کیا فائدہ سوائے گمراہی پھیلانے کے اور کیا نتیجہ ہوگا۔

بعض طلباء کی غلط فہمی

بعض طلباء یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تو ہمارا زمانہ علم حاصل کرنے کا ہے اس زمانہ میں عمل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں فارغ ہونے کے بعد عمل کرلیں گے یہ سراسر شیطانی دھوکہ ہے۔

اہل علم کو (اپنی) اصلاح کی فکر نہیں جس کی بدولت علم کی جگہ جہل ہوگیا، بزرگی کی جگہ فسق ہوگیا، مدارس میں جاکر دیکھو طالب علم اور اساتذہ کا کیا رنگ ہے، نہ حدود ہیں نہ انسانیت اور آدمیت ہے کہتے ہیں کہ مولوی ہوکر سب درست ہوجائیں گے۔

ارے نادانو! اور بگڑ جائیں گے، اس وقت (طالب علمی کے زمانہ میں تو دوسروں کے ماتحت ہیں جب ابھی ٹھیک نہ ہوئے تو آئندہ خودمختار ہوکر کیا امید ہے۔ اس وقت کوئی یہ بھی نہ کہہ سکے گا کہ مولانا آپ سے یہ کوتاہی ہوئی یا آپ نے مسئلہ کے خلاف (اور غلط کام) کیا، درست ہونے (اور اصلاح) کا تو یہ طالب علمی ہی کا وقت ہے۔

شیطانی دھوکہ اور علماء کی بدنامی کی وجہ

ہمارے بعض طالب علموں کا خیال ہے کہ ابھی تو ہم پڑھ رہے ہیں جب پڑھ لیں گے اس وقت عمل کریں گے یہ خیال بالکل غلط ہے جس گناہ کو تم آج نہیں چھوڑ سکتے اور جس اطاعت کو اس وقت اختیار نہیں کرسکتے۔ اور نفس پر قابو نہیں تو کل بدرجہ اولی تم سے عمل نہ ہوسکے گا۔ بلکہ آج عمل کرنا سہل ہے جس قدر مدت گذرے گی نفس کے اندر اخلاق رذیلہ راسخ ہوں گے۔

عوام الناس کو جس قدر شکایتیں اور الزامات علماء پر ہیں اس بدعملی ہی کی بدولت ہیں۔

آج کل اخلاق کا فقدان ہے

اور عمل سے میری مراد نماز، روزہ، اور بہت سے نوافل نہیں وہ تو بفضلہٖ تعالیٰ آپ کرتے ہی ہیں اس لیے ان سے بحث اور گفتگو نہیں بلکہ میرا روئے سخن اکثر اخلاق کے متعلق ہے، تکبر، باہمی حسد، غیبت اور قلب و نگاہ کے تمام گناہ چھوڑ دو، اور ان کے علاج کی فکر کرو، خدا سے خشیت اور محبت، دین کی محبت اور جن سے تم کو نفع پہنچ رہا ہے ان کی اطاعت اور خدمت کرو اور حرص اور طمع کے پاس بھی نہ جاؤ۔

اس سے دنیا داروں کی نظر میں آپ لوگوں کی بڑی رسوائی ہوتی ہے اس لیے جہاں اس کا ادنی احتمال بھی ہو ہرگز وہاں نہ جاؤ۔ اور نہ وہ فعل اختیار کرو اگرچہ تم تنگی کی حالت میں ہو۔ بالکل مستغنی رہو۔

چھوٹے مدرسوں سے نکل کر بڑے مدرسوں میں جانے والے آزاد اور برباد طلباء

جو طلبہ ایک وقت تک کسی کی نگرانی اور ماتحتی میں رہے ہوں وہ جب بڑے مدارس میں جاتے ہیں اور طبیعت میں آزادی رکھتے ہیں تو وہ ان مدارس میں جا کر مخلی بالطبع (بالکل ہی آزاد) ہو جاتے ہیں چونکہ طبعی قاعدہ ہے کہ جو قوت ایک زمانہ تک بند رہی ہو جب اس کو آزادی ملتی ہے تو ایک دم سے ابل پڑتی ہے۔

اس کی اصلاح کی دو صورتیں ہیں۔ اس آزادی کی روک تھام جو عقل سے ہوتی ہے۔ عقلمندوں کو یہ بات یاد رہنا چاہیے کہ نفس کو پابند کرنا اور آزادی سے روکنا اور اس میں استقلال اور پختگی پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ انسان اور جانور میں کیا فرق ہوگا۔ مردانگی اسی میں ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو نفس کا تابع نہ ہو۔

اور جو ایسے لوگ ہیں کہ ان میں عقل نہیں ان کا ناقص العقل ہونا مشاہد ہے ان کے لیے بڑوں کی ماتحتی اور تابع داری ضروری ہے اس کے بغیر ان کی تباہی ہے۔

بے وقوف (اور کم عقل) کے لیے یہی مصلحت ہے کہ کسی کا تابع ہو کر رہے جیسے اگر چھوٹے بچے کو ماں باپ کے تابع نہ کیا جائے تو وہ یقیناً ہلاک ہوگا کیوں کہ اس کو اپنے نفع اور ضرر کی کچھ خبر نہیں تو بیوقوف (اور ناسمجھ) کے لیے کسی کا ماتحت ہونا ہی مصلحت ہے اور اسی میں اس کی حفاظت ہے تاکہ دوسرا اس کو روک ٹوک کر سکے۔

زمانہ طالب علمی میں مطیع ہو کر ہی رہنا چاہیے یعنی طالب علم میں خورائی اور آزادی نہیں بلکہ اس کو اساتذہ اور اپنے بڑوں کا مطیع و فرمابردار اور تابع ہونا چاہیے۔

جو مستقل بالذات ہوتا ہے (بڑوں کے تابع نہیں ہوتا) وہ مستقل بذات ہو جاتا ہے۔

علماء و طلباء کو اہم نصیحت وصیت

علماء کو ایک بات کی اور نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ جس کے سر پر بڑے موجود ہوں۔ اس کو اپنی شہرت کی کوشش نہیں کرنا چاہیے بلکہ جہاں تک ہو اپنے کو گم کرو، گمنامی میں رہو کیونکہ بڑا بننا سخت خطرہ کی بات ہے اور شہرت سے دنیوی مصائب کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔

سلامتی اس میں ہے کہ چھوٹے بن کر رہو اس میں دین کی بھی سلامتی ہے اور دنیا کی بھی۔

اور جس کے سر پر کوئی بڑا نہ ہو اس کے لیے میں دوسرا طریقہ بتلاتا ہوں اور اس کے مستحسن (پسندیدہ) ہونے پر قسم کھا سکتا ہوں۔ وہ یہ کہ اپنے چھوٹوں سے مشورہ کیا کرے ان شاء اللہ غلطیوں سے محفوظ رہے گا۔

جس طرح کوئی طبیب بیمار ہوجائے تو اپنا علاج خودنہیں کرتا بلکہ دوسرے معالج کی طرف رجوع کرتا ہے۔اسی طرح مشائخ وقت اور مقتداء (علماء) لوگوں کو اگر کسی وقت اپنے نفس میں کوئی روحانی مرض محسوس ہوتو ان کو چاہیے کہ کسی اپنے بڑے سے رجوع کریں۔اور اگر کسی شخص کا ضابطہ کا کوئی بڑا نہ رہے (ضابطہ کا اس لیے کہا کہ حقیقت میں کون بڑا ہے اس کی خبر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے) تو اس کو چاہیے کہ اپنے چھوٹوں ہی سے متعدد لوگوں کے سامنے اپنا حال پیش کرے مشورہ کرے توقع ہے کہ صحیح حال سمجھ میں آجائے گا۔

علماء کے کرنے کے چار کام

اس وقت اس (تعلیم) کے چند افراد میرے ذہن میں ہیں ان کو عرض کرتا ہوں اور وہ استقرائی چار ہیں۔وعظ،تدریس،امر بالمعروف بخطاب خاص تصنیف،علماء کو ان چاروں شعبوں کو اختیار کرنا چاہیے اس طرح کہ طلباء کے سامنے تو مدرس بن کر بیٹھیں۔ اور عوام کے سامنے واعظ ہوں۔اور خاص مواقع میں امر بالمعروف کریں،اور خاص مواقع سے مراد یہ ہے کہ جہاں اپنا اثر ہو وہاں خطاب سے نصیحت کریں کیونکہ ہر جگہ امر بالمعروف مفید نہیں ہوتا اور بعض دفعہ عام لوگوں کو امر بالمعروف کرنے کی وجہ سے مخالفت بڑھ جاتی ہے جس کا تحمل ہر ایک سے نہیں ہوتا اور اگر کسی سے تحمل ہو سکے تو سبحان اللہ وہ امر بالمعروف کریں مگر یہ ضروری ہے کہ اپنی طرف سے سختی اور درشتی کا اظہار نہ کریں بلکہ نرمی اور شفقت سے امر بالمعروف کرے اس پر بھی مخالفت ہو تو تحمل کرے اور اگر تحمل کی طاقت نہ ہو تو خطاب خاص نہ کرے صرف خطاب عام پر اکتفاء کرے۔

ضرورت کا اہل علم کو خیال رکھنا چاہیے

تین کام تو یہ ہیں، چوتھا کام تصنیف کا ہے علماء کو ضرورت کے موقع پر تصنیف بھی کرنا چاہیے اس کے یہ معنی نہیں کہ سب مصنف اور واعظ ہوجائیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بقدر ضرورت علماء میں کچھ لوگ مصنف اور واعظ بھی ہونے چاہیے کیونکہ یہ امور فرض کفایہ ہیں ہر کام کرنے والے ضرورت کے مطابق کافی مقدار میں ہونے چاہیے۔ اگر ایک قصبہ میں بقدر ضرورت واعظ موجود ہوں تو دوسرے علماء پر وعظ کہنا واجب نہیں ان کو درس وتدریس میں مشغول رہنا جائز ہے۔ اور اگر واعظ کوئی نہ ہو تو مولوی صاحب کو اجازت نہیں کہ وہ صرف مدرس ہی بن کر رہیں بلکہ ضرورت کے موقع پر ان کو وعظ بھی کہنا چاہیے۔

وعظ میں خاص اثر ہوتا ہے جس سے عوام کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے نیز عوام کو اس سے وحشت بھی نہیں ہوتی بلکہ دلچسپی ہوتی ہے اور اس کا جلدی اثر ہوتا ہے۔

الغرض تصنیف کا نفع بھی عام نہیں اور درس کا نفع تو بہت ہی خاص ہے کہ ایک خاص جماعت تک محدود ہوتا ہے سب سے زیادہ نفع عام وعظ کا ہے کہ ایک گھنٹہ میں پانچ چھ ہزار کو نفع ہوجاتا ہے تو وعظ کا نفع اتم واعم واسہل ہے اس لیے اس کو ضرور اختیار کرنا چاہیے۔

فارغ ہونے کے بعد اگر دنیاوی کام میں لگ جائے پھر بھی چند کام تو ضرور ہی کرنا چاہیے

ایک سبق علماء کو لینا چاہیے کہ علم کو فضل عظیم سمجھ کر حاصل کریں اور اس سے کوئی دنیوی غرض نہ رکھیں۔ اور تحصیل (فراغت) کے بعد اس فضل عظیم کی پوری قدر کریں۔ اس کی حفاظت کریں۔ اس کو ضائع نہ کریں۔

آج کل طلباء کی یہ حالت ہے کہ علم حاصل کرنے تک تو نہ کچھ نیت ہوتی ہے نہ توجہ، نہ شغل، اور جب فارغ ہوئے تو بعض تو اسے دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیتے ہیں۔ اور بعض

طلباء اس سے تعلق بھی نہیں رکھتے کہیں کوئی طبیب بن جاتا ہے کوئی تاجر بن گیا۔ کوئی صناع (کاریگر) بن گیا۔

میں کچھ بننے کو منع نہیں کرتا بنو مگر علوم سے تعلق تو رکھو تاکہ اس کا نفع متعدی رہے (سلسلہ باقی رہے) اور اس کی ایک خاص صورت یہ ہے کہ پڑھاتا رہے اور ایک عام صورت ہے وہ یہ کہ وعظ کہتا رہے جس کو آج کل علماء نے بالکل چھوڑ دیا اور اسی لیے اسے جہلاء نے لے لیا۔ اور اگر ان دونوں میں سے کچھ نہ ہو سکے تو کم از کم مطالعہ ہی کرتا رہے تاکہ ذہول نہ ہو جائے۔

اور اگر اتفاق سے کسی کے لیے کسب (کمائی) کا ذریعہ بھی یہی علم ہو تو وعظ کو ذریعہ معاش نہ بناؤ، بلکہ کوئی کتاب تصنیف کرو تدریس میں مشغول ہو اور اس سے معاش حاصل کرو۔

استغناء غیرت، خودداری

فرمایا کہ امراء عموماً اہل علم کو بے قدر سمجھتے ہیں بجز ان کے جنہوں نے اہل علم کی صحبت اٹھائی ہے۔ اہل علم خود جا جا کر گھستے ہیں مجھے تو بڑی غیرت آتی ہے۔

بئس المطاعم حین الذل تکسبها فالقدر منتصب والقدر مخفوض

اپنی پیاز روٹی اس سے اچھی ہے جس میں ذلت ہو۔

ایک جج صاحب پرانی وضع اور پرانی روشنی کے ایک مقام پر آئے انہوں نے چاہا کہ وہاں کے روساء سے ملاقات کریں ایک رئیس صاحب کے پاس پہنچے تو وہ دور ہی سے صورت دیکھ کر گھر میں چلے گئے انہوں نے خادم کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ میں فلاں شخص ہوں آپ سے ملنے آیا ہوں نام سن کر وہ رئیس صاحب باہر آئے اور معذرت کرکے کہنے لگے کہ آپ کا عبا دیکھ کر میں یہ سمجھا کہ کوئی مولوی صاحب ہیں چندہ لینے کی

غرض سے آئے ہیں یہ خیالات ہیں عوام کے علماء کے متعلق۔

اہل علم کو آج کل لوگ ذلیل سمجھتے ہیں

جن علماء کا کم وبیش اثر ہے تو وہ ان کی بزرگی اور درویشی کے خیال کی وجہ سے ہے صرف عالم ہونے کی وجہ سے کسی عالم کا اچھا اثر نہیں بلکہ جو صرف عالم سمجھے جاتے ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر عوام اہل دنیا ان کی توہین نہ کریں تو غنیمت ہے۔ یا اگر کسی عالم کی باوجود بزرگ نہ سمجھے جانے کے عزت اور اثر ہو تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ دنیا کے اعتبار سے ذی جاہ ہوتا ہے۔ اور علی العموم اہل جاہ کی طرف لوگ اپنے کو منسوب کرتے ہیں۔ غرض صرف عالم ہونے کی وجہ سے کسی عالم کا کچھ اثر نہیں یا فقیری کی وجہ سے ہے یا جاہ کی وجہ سے اور بلفظ دیگر امیری کی وجہ سے ورنہ اگر صرف عالم ہونے کی وجہ سے کسی عالم کا اثر ہوتا تو طلبہ کا بھی بہت اثر ہونا چاہیے تھا کہ وہ بھی تو عالم ہیں۔ اور میں دوسروں کو کیا کہوں خود اپنے اندر بھی یہی حالت دیکھتا ہوں کہ طلبہ کی زیادہ وقعت نظر میں نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی من حیث العلم کچھ وقعت نہیں۔

طلباء وعلماء کس طرح باوقعت وعزت دار بن سکتے ہیں

اس کی کوشش کرو کہ تمہارے مدرسے اہل دنیا کی نظر میں باوقعت ہو جائیں جس سے قلوب میں طلباء کی وقعت ہوگی ...... باوقعت بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ علماء استغناء برتیں کیونکہ علماء کی عزت استغناء ہی سے ہوتی ہے۔ عبا و قبا سے نہیں ہوتی نیز آج کل طلباء کو کھانا لانے کے لیے امراء کے گھروں پر بھیجنا مناسب نہیں کیونکہ اس سے طلباء عوام کی نظروں میں ذلیل وحقیر ہوتے ہیں اور طلباء کی حقارت سے علم دین نظروں میں حقیر ہوتا ہے...... اس کی کوشش کرو کہ طلباء کی وقعت ہو جب طلباء کی وقعت ہوگی تو اہل

دنیا اپنے بچوں کو عالم بنائیں گے۔

عزت کا مدار

عزت کا مدار استغناء اور ذلت کا مدار احتیاج ہے لباس و وضع کو اس میں دخل نہیں اگر کپڑے پرانے ہیں اور ہفت اقلیم کا بھی دست نگر نہیں۔ تو وہ معزز ہے اور اگر لباس نوابوں کا سا ہے ہزاروں روپیہ تنخواہ ہے سامان امیرانہ ہے مگر نظر اس پر ہے کہ اس مقدمہ میں کچھ اور مل جائے فلاں معاملہ میں کچھ اور ہاتھ آ جائے تو ایسا شخص بالکل ذلیل ہے۔

علماء کی بے قدری سادگی سے اور پھٹے ہوئے کرتے پھٹے ہوئے جوتے سے نہیں ہوتی اس کی تو وہ کچھ بھی پرواہ نہ کریں مگر خدا کے لیے مستغنی ہو کر رہیں۔ ایک شخص پھٹے ہوئے لباس میں ہو لیکن عالم ہو متقی ہو تو ممکن نہیں کہ مسلمانوں کی نظروں میں اس کی عزت نہ ہو برخلاف اس کے جو لوگ عبا اور قبا میں ہوتے ہیں چاہے کیسے ہی مہذب طریقہ سے سوال کریں مگر ذلت ضرور ہوتی ہے خاص کر اگر تقویٰ ہوگا تو علوم حقہ قلب پر وارد ہوں گے۔ اب بھی جس طالب علم کا جی چاہے تجربہ کرے اور تقویٰ کو اختیار کر کے دیکھ لے کہ کیسے کیسے علوم حاصل ہوتے ہیں۔ اگر خلوص سے تقویٰ اختیار کیا جائے تو اس کی برکت کی تو حد نہیں۔ اگر خلوص نہ ہو تو امتحان کے لیے کر کے دیکھ لو اس کی برکت بھی کچھ نہ کچھ دیکھ لو گے۔ طلبہ کو خصوصیت کے ساتھ تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔

عمل و تقویٰ کے بارے میں طلبہ کی کوتاہی

تقویٰ زیادتِ علم کا سبب ہے طلبہ کو اس کا بالکل اہتمام نہیں اس میں وہ بے حد کوتاہیاں کرتے ہیں ان کوتاہیوں کی تفصیل میں کہاں تک کروں اور کس کس بات کو بتاؤں ذرا کوئی شخص دو ہفتہ کسی محقق کے پاس رہے اور اس سے اپنی اصلاح کی

درخواست کرے اور وہ محقق بھی ایسا ہو جو بے تکلف روک ٹوک کرتا ہو تب ان کو اپنی کوتاہیوں کی حقیقت معلوم ہو۔

طلبہ میں جو تقویٰ کی کمی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے خوف نہیں ہے اب تو یہ حالت ہے کہ جس کام کو کرنا چاہتے ہیں اس کو گھیر گھار کر جائز کر لیتے ہیں گو دل میں جانتے ہیں کہ ناجائز ہے۔

بعض طلباء کہتے ہیں کہ ہم تو ابھی بچے ہیں یاد رکھو یہی عمر ہے تمہاری پختگی کی جس بات کی اب عادت ہو جائے گی وہ کبھی نہ چھوٹے گی اسی واسطے تو ارشاد۔ **مروا صبیانکم اذبلغوا سبعا** یعنی اپنے بچوں کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات برس کو پہنچ جائیں حالانکہ نماز فرض ہوتی ہے بلوغ کے بعد اور بالغ ہوتا ہے اکثر پندرہ برس کی عمر میں اور حکم سات برس کی عمر سے پڑھوانے کا ہے تو وجہ اس کی یہی ہے کہ عادت پڑے گی۔

طلباء کی غلطی اور نفس وشیطان کا دھوکہ

بعض طلباء یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تو ہمارا تحصیل علم کا زمانہ ہے اس میں عمل کی چنداں ضرورت نہیں یہ سراسر شیطانی دھوکہ ہے، نصوص نے وجوب احکام میں طلباء و علماء میں کہیں فرق نہیں کیا البتہ اعمال زائدہ جیسے طویل اوراد یا مجاہدات و ریاضات کہ ان میں مشغول ہونے سے طالب علم کے لیے مطالعہ اور تکرار سبق افضل ہے۔

طلباء سے چند صاف صاف باتیں

میں نہایت ادب سے تھوڑا سا خطاب طالب علموں سے کرتا ہوں کہ آپ کی ضرورت محض علم و عمل کی وجہ سے ہوئی ورنہ آپ کوئی چیز نہیں۔ اور یاد رکھو جتنا لطیف کھانا ہوتا ہے اس میں زیادہ اور جلدی بدبو ہو جاتی ہے پس جس طرح بحالت درستی نافع الوجود

ہیں اسی طرح نا درستی میں مضر اور سبب فساد بھی ہوں گے۔اس لیے آپ کو اپنی اصلاح کرانا ضروری ہے اور آپ کی اصلاح کے دو طریق ہیں ایک تو یہ کہ زمانہ تحصیل میں استاد دیندار ڈھونڈیئے۔ بد دین استاد ہرگز اختیار نہ کرو یہی طالب علمی کا وقت ہے تخم پاشی کا پھر اس کے بعد کچھ دنوں پڑھ کر کسی اہل اللہ کی چندے صحبت اختیار کرو تب تم خادم دین بن سکو گے پھر لوگ تمہارے قدم دھوئیں گے۔

آج کل طلبہ نے خیال کر رکھا ہے کہ درسیات سے فارغ ہو کر پھر عمل کا اہتمام کریں گے یہ بالکل شیطانی وسوسہ ہے۔جس کی وجہ سے عمر بھر بھی عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔ یاد رکھو ہر چیز کا پہلی بار جو اثر ہوتا ہے وہ پھر نہیں ہوا کرتا۔ جب علم حاصل کرنے کے وقت کسی کام کا ثواب یا گناہ معلوم ہوتا ہے اس وقت دل پر ایک خاص اثر ہوتا ہے اگر اس اثر سے اس وقت کام لیا گیا اور عمل کا اہتمام کر لیا گیا تب تو اثر آئندہ باقی رہتا ہے ورنہ پھر قلب سے زائل ہو جاتا ہے اور دوبارہ آسانی سے پیدا نہیں ہوتا۔ جب پڑھنے کے زمانہ میں تم احادیث و قرآن کی ورق گردانی کرتے چلے گئے اور ترغیب و ترہیب کا اس وقت تمہارے دل پر اثر نہ ہوا تو آئندہ کیا امید کی جا سکتی ہے کہ تم اس سے متاثر ہو گے۔ جب پہلے ہی تم نے یہ خیال کر کے آنکھیں بند کر لیں کہ یہ وقت ان پر عمل کرنے کا نہیں تو عزیز من یہ امید مت کرنا کہ درسیات سے فارغ ہو کر پھر اس کا کچھ بھی اثر تمہارے دل پر ہو گا۔ جب تمہارے نفس نے پہلے ہی بار اسے ٹال دیا پھر کیا اثر قبول کرے گا۔

اللہ تعالیٰ علم نافع کی دولت عطا فرمائے، اور تقویٰ کی صفت سے مزین فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان .... ⑤

تعارف حدیث

{خطاب}

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ

درس ترمذی شریف کی افتتاحی تقریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتباس

اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو انسانوں کو سدھارنے کے لیے بھیجا تھا، محض تبلیغ کے لیے نہیں پیدا کیا تھا، اس لیے کہ صرف تبلیغ تو فرشتوں سے بھی ہوسکتی ہے۔ اشتہارات آسمان سے برسائے جاسکتے تھے، مگر اس سے انسانیت سدھاری نہیں جاسکتی تھی، وہ اسی وقت ممکن تھا کہ کوئی معلم خود قوم میں نمونہ بن کر موجود ہو اور اپنے عمل و کردار سے اس کو سدھارے اس لیے انبیاء علیہم السلام صرف کہنے کے لیے نہیں آئے بلکہ کام کرنے اور کرانے کے لیے بھیجے گئے۔

پیریگراف از بیان شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

علم حدیث

الحدیث علم یعرف به ماانسب الی النبی اقولا اوفعلا اوصفتا اوتقریرا۔

لفظ حدیث جدید کے ہم معنی ہے اور ہر گفتگو حدیث ہے مگر اصطلاح شرع میں اس کی تعریف یہی کی گئی ہے مَانُسِبَ اِلَی النَّبِی فَیَدْخُلُ فِیْهِ الْمَوْضُوْع وَالصَّحِیْحُ کِلَاهُمَا لِاَنَّ فِی الْمَوْضُوْعِ اَیْضًا نِسْبَةٌ اِلَی النَّبِی۔ لہٰذا اس کی تخصیص کے لیے علم یعرف بہ کی قید لگا دی گئی تا کہ ہر منسوب الیہ کی معرفت کے بعد انتساب کی صحت وسقم کا عرفان ہو جائے اور اس سے موضوع وغیرہ نکل جائیں ''صفتا'' سے مراد ہے کہ آپ کے جسمانی حالات یا روحانی کمالات کا ذکر کیا جائے۔ مثلاً آپ کا رنگ، آپ کا قد، آپ کی نیند آپ کی چال ڈھال تو یہ صفت ہے اور اگر آپ کے اخلاق بتائے جائیں کہ آپ **اجود الناس واصدق الناس** تھے۔ لوگوں کے بوجھ اُٹھالیا کرتے تھے تو یہ احوال روحانیہ ہوئے احوال مادیہ کی طرح یہ بھی صفت ہیں۔

تقریر النبی

التقریر ما علم النبی ا من فعل رجل اوقوله ولم ینکر علیه (نبی ﷺ کے سامنے کسی کا قول یا فعل ہو اور وہ خاموش رہ جائیں۔ انکار نہ کریں۔ تو یہ اس کی

صحت کے لیے حجت ہے)اسی کا نام تقریر ہے لیکن نبی کے علاوہ کسی کی تقریر حجت نہیں ہے کیونکہ صرف نبی کی ذات ایسی ہوتی ہے کہ ان کے سامنے اگر کوئی قبیح قول یا فعل ہوگا تو اس پر سکوت نہیں کر سکتے اس کی نکیر کرنا ان کے لیے ضروری ہے اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قول وقرار اور وعدہ وعید کے باوجود اپنے سامنے فعل منکر دیکھا تو ان سے رہا نہ گیا فوراً اعتراض کر دیا۔

شان نبوت

حضرت خضر کی دھمکیاں سنتے رہے مگر شان نبوت ہر جگہ غالب رہی چنانچہ جب کشتی توڑی گئی تب اعتراض کیا پھر لڑکے کو بلا وجہ قتل کیا گیا تو اور زیادہ برافروختہ ہو گئے حتیٰ کہ جب دیوار کو سہارا دے کر اُسے ٹھیک کر دیا تب بھی ضبط نہ کر سکے یہ منصب کا اثر ہے کسی صحابی یا غیر صحابی کی تقریر اس لیے حجت نہیں کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ان کے روبرو کوئی فعل یا قول منکر ہو جائے اور وہ اس پر سکوت کر جائیں۔

حدیث کی یہ تعریف محدثین نے کی ہے۔اصولیین نے اس میں ایک اور قید کا اضافہ کیا ہے یعنی ''غیر القرآن'' اور یہ صراحت اچھی ہے۔ کیونکہ گفتگو بہر حال غیر قرآن کی ہے۔

عصمت انبیاء

جناب رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء کی طرح معصوم ہیں **وعلیه اهل السنته والجماعة** اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر پیغمبر مجتبیٰ و مخلص ہوتا ہے باری تعالیٰ کہتا ہے، **اِنَّآ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ بِخَالِصَةٍ ذِكۡرَى الدَّارِ ۞** نیز ارشاد ہے ''**وَاِنَّهُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَيۡنَ الۡاَخۡيَارِ ۞**''

مقربین الٰہی دو قسم کے

مقربین الٰہی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک مجتبیٰ جن کو پہلے سے چھانٹ لیا گیا ہو

دوسرے منیب جن کو کثرت ریاضت سے بڑائی حاصل ہوجاتی ہے۔ جیسے امراء و سلاطین کے یہاں جس پر شروع سے ہی نظر انتخاب پڑ جاتی ہے تو اس کو شروع ہی سے تربیت کے سامان مہیا کر دیئے جاتے ہیں اور پھر اس سے کسی وقت غفلت نہیں برتی جاتی ہے لہٰذا وہ بہت جلد جوہر قابل بن کر نکھر جاتا ہے اس کو اجتبیٰ واصطفیٰ کہتے ہیں بخلاف اس شخص کے جس کو اس کی دانائی یا تجربہ کی بناء پر عہدہ دار بنا دیتے ہیں اس کو بادشاہ خود نہیں چنتے بلکہ وہ اپنی کوشش جدوجہد سے کامیابی تک پہنچتا ہے۔

قرآن کہتا ہے: ''اَللّٰهُ يَجْتَبِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ'' اسی وجہ سے نبی کے ماں باپ کا کافر ہونا ممکن ہے مگر ان کے والد والدہ کا بدکار ہونا ممکن نہیں ہے جس کی وجہ سے اختلاط مادہ کا اندیشہ ہو اور بچہ قابل نفرت ٹھہر جائے۔

حضور ﷺ کی ذات گرامی مجتبیٰ و مصطفی

جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قدرت نے جو برتاؤ کیا ہے اس میں اجتبیٰ کی شان جھلکتی ہے کیونکہ ایسی جگہ پیدا کئے گئے جہاں ایسی تربیت کرنے کا کوئی سامان نہ تھا اور والد کو پہلے ہی اُٹھالیا گیا پھر والدہ کو، اس کے بعد دادا کو بھی تربیت کے لیے صرف چچا رہ گئے مگر وہ بھی کثیر الاولاد اور تنگ حال تھے انہوں نے کیا بھی تو صرف یہ کیا کہ آپ کو بکریاں چرانے کے لیے امراء کے پاس ملازم رکھ دیا مکہ میں گھاس بھوس نہ ہونے کی وجہ سے آپ جانوروں کو لے کر شہر سے دس دس میل دور نکل جاتے تھے اور خود شہر مکہ بھی بالکل جاہل تھا۔ اور ایسا اس وجہ سے کیا گیا کہ جناب باری تعالیٰ کو گوارا نہیں تھا کہ آپ کو والد، والدہ، دادا اور چچا تربیت دیں اس لیے جناب باری تعالیٰ آپ کے خود معلم ہوئے اور امی ہونے اور ایسے جاہل علاقے میں رہنے کے باوجود آپ علوم لائے۔

حضور ﷺ نے صحابہ کو ہر طرح سے کامل کر دیا

اور وہ بھی ایسے علوم کہ صحابہ کرام کو صرف اپنے ہی مدرسہ میں رکھ کر جرنیل، عالم، صوفی

حکمراں اور بادشاہ بنادیا انہیں ایسی ایسی تعلیم دی کہ فارس، روم اور مصر کے لوگوں کے چھکے چھڑا دیئے اسی طرح فصل خصومات کے لیے ایسے ایسے قاضی پیدا کردیئے کہ بڑے بڑے جج آج تک دنگ رہ جاتے ہیں غرض آپ ﷺ نے صحابہ کو ہر طرح سے کامل بنا دیا کسی کو سیاست میں ماہر جیسے ابوبکر، عمر، فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کسی کو قانون سازی میں ماہر جیسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کسی کو تصوف میں باکمال کردیا۔تو جو لوگ مخلص و مجتبیٰ ہوتے ہیں ان کو اس طرح تعلیم دی جاتی ہے کہ میدان میں بیٹھ کر حقائق کی ایسی دنیا سنوار دی کہ بڑے بڑے دانشور دنگ رہ گئے یہ تمام شانیں آپ کے مجتبیٰ ہونے کی ہیں کہ قوم کے سب سے بڑے خاندان میں پیدا کیا گیا اور اس طرح تعلیم دی گئی کہ کسی دوسرے کو استاد بنانے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

شئون حفاظت

جو شخص مجتبیٰ ہوگا وہ فحشاء اور برائیوں سے ہمیشہ بری رہے گا کما قال اللہ تعالیٰ یوسف ''وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ'' کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی ہم کا صدور ہوجاتا اگر برہان رب نہ دیکھ لیتے ''البرهان المشهور فيه ان جبرئيل اتى في صورة يعقوب عليه السلام وكان الاصبع تحت اسنانه اشارة الى المنع'' یہاں اگر ہمت بہ پر وقف کرکے پڑھے تو یہ معنی ہوں گے لیکن اگر وقف نہ کیا جائے تو ہم کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف معلوم ہوتی ہے۔

دل میں گزرنے والے خیال کے مختلف درجے

لغت میں جو خیال دل میں گزر گیا جس کہلاتا ہے۔اگر دل میں قرار دیا گیا تو خطور ہے۔ادھر میلان ہوگیا تو حدیث النفس ہے، اس سے لذت ملنے لگی تو ہم۔اگر اس کے کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا تو جزم ہے۔ فقد قال النبی'' الهم بامعصية ليس

بمعصیة وان عزم بهافهو معصیة ''اس بناپر اگر یہاں ہم بالمعصیۃ ہو بھی تو وہ معصیت نہیں ہے مثلاً سارق نے اگر سرقہ کا ارادہ کرلیا تو جب تک اس سے فعل سرقہ صادر نہ ہوجائے اس وقت تک گناہگار نہیں ہوگا۔اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کو ہم کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف پسند نہیں اس لیے اس مقام پر اس سے حفاظت فرمادی اور پھر خود ہی اس کی وجہ بھی بیان فرماتے ہیں
''كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾'' گویا مخلص کو گناہ ہی سے نہیں شائبہ گناہ سے بھی بچایا جاتا ہے اسی لیے اہل سنت والجماعۃ تمام انبیاء علیہم السلام کو معصوم مانتے ہیں **وقال الامام ابو الحسن إلا شعری المعصمة لاتزول۔** عصمت کبھی زائل نہیں ہوتی۔

ایک طالب علمانہ اشکال اور جواب

اب رہی یہ بحث کہ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے معصیت کیسے ہوگئی؟ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو کیسے مارڈالا یا اخوان یوسف علیہ السلام سے معصیت کیسے ہوگئی؟ تو جواب یہ ہے کہ ایک چیز عمداً ہوتی ہے ایک غلط فہمی سے ہوجاتی ہے دونوں میں بڑا فرق ہے اسی لیے اگر کسی نے ہرن سمجھ کر آدمی کو مارڈالا تو اس پر قصاص نہیں ہے حالانکہ وہ بھی بظاہر قتل انسان ہے۔حضرت آدم علیہ السلام نے جو کچھ کیا شیطان کی یقین دہانی پر اور اس کی اچھی باتوں کے چکر میں آنے کی وجہ سے کیا قرآن شاہد ہے۔ ''وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ ۙ'' نیز اس نے کہا تھا ''اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾'' تو قرب خداوندی کے حصول کے لیے وہ دھوکا کھا گئے اور قائل کے احوال پر نظر نہیں کی اس کی باتوں کو مان لیا اس لیے ان سے جو ہوا وہ معصیت نہیں تھی۔

نزدیکاں رابیش بود حیرانی

قرآن کہتا ہے ''فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾'' مگر نزدیکاں رابیش بود

حیرانی اس لیے عتاب میں آگئے اس طرح کے جو بھی واقعات ہیں ان میں قصد نہیں نسیان ہے یا غلط فہمی ہے کیونکہ قبطی کو اس نیت سے نہیں مارا تھا کہ وہ مر جائے مگر وہ ایک طمانچہ کی تاب نہ لا سکا۔ اسی طرح اخوان یوسف ہیں انہوں نے جس مقصد کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کو والد کے سامنے سے ہٹایا ہے وہ خود کہتے ہیں ''وَتَكُونُوا مِنۢ بَعۡدِهِۦ قَوۡمٗا صَٰلِحِينَ ۝٩'' گو یا تم باپ کی نگاہوں سے دور نہیں قریب ہو جاؤ گے۔ تو ان واقعات پر مقاصد اچھے ہیں افعال خراب ہیں چنانچہ حضور ﷺ نے غزوہ بدر میں کفار کو گرفتار کرنے کے بعد صحابہ سے مشورہ کیا تب فدیہ لیا تھا کہ فقر و فاقہ دور ہو مگر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا۔

کچھ مصالح شرعیہ پر بھی عتاب ہوتا ہے

اسی طرح حضور ﷺ نے عبداللہ بن ابی سے مرتے وقت جو سلوک فرمایا ہے کہ اپنا کرتہ کفن کے لیے دیا منہ میں لعاب دہن ڈالا خود جنازے کی نماز پڑھائی اس سلوک کو دیکھ کر ایک ہزار آدمی جو اس کے ساتھی تھے مخلص ہو گئے تھے مگر اس پر بھی اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا حالانکہ یہ چیزیں معصیت نہیں ہیں مصالح شرعیہ ہیں مگر دوسری مصالح کے پیش نظر عتاب ہوتا ہے اور کبھی ترقی درجات کے لیے بھی ان پر تنبیہ کی جاتی ہے اسی لیے شقی وہ ہے جو گناہ کرتا ہے تو بہ نہیں کرتا اور تقی وہ ہے جو گناہ کرتا ہے مگر اس کو چین نہیں آتا تاوقتیکہ توبہ نہ کر لے مگر نبی وہ ہوتا ہے جو گناہ کے صدور سے معصوم و محفوظ ہوتا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اس میں گناہ کرنے کی قدرت نہیں رہ جاتی۔ اگر قدرت ہی نہ رہ جائے تو بچنے میں کمال کیا رہے گا۔ ان وجوہ سے نبی کے قول اس کے فعل اور اس کی تقریرات کو قبول کرنا ضروری ہے۔

احادیث کلام الٰہی کا بیان و تفسیر ہیں

باری تعالیٰ نے بعثت نبوی کا مطلب ہی بتایا ہے ''لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ

اِلَیۡهِمۡ ''جس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ اور جس قدر بھی احادیث نبوی ہیں وہ کلام الٰہی کا بیان اور تفسیر ہی ہیں اور قرآن شاہد ہے '' وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ۝۳ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۝۴ '' اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور قول رسول میں کوئی فرق نہیں ہے، حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے۔ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔آپ کے اقوال وحی ہیں مگر غیر معبر بالفاظ من اللہ تعالیٰ بخلاف قرآن کے کہ وہ وحی ہے معبر بلفظہ من اللہ عز وجل۔یعنی الفاظ وحروف کی ترکیب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی ہوتی ہے گویا حدیث میں معانی کا القاء ہوتا ہے اور انہیں میں پیغمبر اپنے الفاظ میں مناسب طور پر ظاہر فرما دیتے ہیں مگر قرآن میں معانی اور الفاظ دونوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ احادیث کی فصاحت وبلاغت قرآن کی طرح حد اعجاز کو نہیں پہنچ سکی۔بعض علماء نے حدیث وقرآن کا فرق یوں بیان کیا ہے کہ قرآن مجید وحی متلو ہے اور حدیث وحی غیر متلو ہے۔رہا حدیث قدسی اور قرآن میں فرق تو صرف اس قدر ہے کہ احادیث قدسیہ معبر بالفاظ ومعناہ ہونے کے باوجود منقول بنقل متواتر نہیں ہوئیں اور قرآن معبر بالفاظہ ومعناہ من اللہ تعالیٰ ہو کر متلو ہے اور منقول بنقل المتواتر ہے۔

تفسیر وتاویل

آپ کے تمام اقوال وحی غیر متلو ہونے کی وجہ سے کلام اللہ کی تفسیر ہو سکتے ہیں کیونکہ تفسیر بیان ماھوالمراد کا نام ہے اور بجز نبی کے دوسرا کوئی متکلم (اللہ تعالیٰ) کی مراد ظاہر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔بخلاف تاویل کے، کیونکہ اس میں مایمکن ان یکون مراد المتکلم ہونا معتبر ہے اس لیے اس کو غیر نبی بھی کر سکتا ہے۔نیز جس طرح آپ کے اقوال کتاب اللہ کی تفسیر وبیان فرماتے ہیں اسی طرح آپ کے اقوال اور تقریرات بھی قرآن کے لیے لتبین للناس کا فائدہ دیتے ہیں چنانچہ ان ہی اقوال افعال اور تقریرات سے آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی پوری تعلیم وتربیت فرمائی۔

انبیاء کا مقصد بعثت

اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو انسانوں کو سدھارنے کے لیے بھیجا تھا محض تبلیغ کے لیے نہیں پیدا کیا تھا اس لیے کہ صرف تبلیغ تو فرشتوں سے بھی ہوسکتی ہے، اشتہارات آسمان سے برسائے جاسکتے تھے مگر اس سے انسانیت سدھاری نہں جاسکتی تھی وہ اسی وقت ممکن تھا کہ کوئی معلم خود قوم میں نمونہ بن کر موجود ہو اور اپنے عمل و کردار سے اس کو سدھارے، اس لیے انبیاء علیہم السلام صرف کہنے کے لیے نہیں آئے بلکہ کام کرنے اور کرانے کے لیے بھیجے گئے اور چونکہ فرشتہ یا جن ہوتا تو وہ انسانوں سے اس قدر ہمدردی اور سلوک نہیں کرسکتا تھا جس قدر ان سے انسان کرسکتا ہے۔ کیونکہ انسانوں کی تکلیف کا اندازہ انسان ہی کرسکتا ہے جن و ملک کو اس کا احساس نہیں ہوسکتا۔

فرائض نبوت

اسی حقیقت کی طرف قرآن اشارہ کرتا ہے **''لقد جاء کم رسول منکم''** پھر آپ کی بعثت ہوئی ہے تو اس شان سے کہ آپ کی عمر چالیس سال کی ہے بڑھاپے کی ہے بڑھاپے کا آغاز ہو رہا ہے تب نبوت سپرد کی جاتی ہے اس کے بعد تیرہ سال تک آپ مکہ معظّمہ میں صبر و ضبط یا عدم تشدد کی زندگی گزارتے ہیں اور جب ۵۴ برس کی عمر میں بڑھاپا آچکا ہے تو جہاد فرض کیا جاتا ہے اور آپ ہمہ تن اس میں لگ جاتے ہیں وہ بھی اس طرح کہ پہاڑوں اور ریگستان کا سفر ہے اونٹوں پر جھولتے ہوئے سفر کرنا ہے اس کے باوجود آپ نے نو سال کے اندر ۷۴ جہاد فرمائے ہیں اور اس اولوالعزمی کے ساتھ کہ تہجد کی نماز تک نہیں چھوٹی انسانیت کی بھلائی اپنے فرض منصبی کی تکمیل کے لیے یہ سب کچھ تھا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان---------⑥

فضیلت علم واہل علم

{خطاب}

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

حدیث میں ہے ''خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ''، تم میں بہتر وہ ہے جو سیکھے قرآن مجید اور سکھائے۔

حدیث میں خیریت کا مقام ذکر ہے، اس میں معلم سے متعلم کو مقدم رکھا ہے............ یا تو اس لیے کہ تعلم (سیکھنا) پہلے ہوتا ہے، تعلیم (یعنی سکھانا) بعد میں ہوتا ہے...... اور یا اس لیے کہ متعلم کو اکثر سفر کرنا پڑتا ہے، معلم کو نہیں۔ ...... معلم تنخواہ پاتا ہے متعلم نہیں پاتا معلم کو اور بھی بہت سی ایسی سہولتیں میسر ہوتی ہیں جو متعلم کو میسر نہیں ہوتیں، اس لیے متعلم کی تکالیف کے پیش نظر خیریت کے مقام میں اس کو مقدم فرمایا۔

پیرگراف از بیان شمس العلماء حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

مقام علم اور اہل علم

علم دین اور اہل علم کا مقام اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اس آیت میں تین الفاظ ایسے استعمال ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں علم دین اور عالم کا مقام بہت اونچا ہے۔قرآن کی عام اصطلاح یہ ہے کہ اہم اعلان شاہی طریقہ سے کیا جاتا ہے خود ہر حکومت کا یہ دستور ہے کہ ضروری اعلان ایک خاص طریقہ سے کرتی ہے حکومت روزانہ کوئی نہ کوئی کام کرتی رہتی ہے۔لیکن جب اہم معاملہ ہوتا ہے مثلاً جنگ، ون یونٹ قحط وغیرہ تو با قاعدہ اعلان کیا جاتا ہے۔قرآن بھی مقاصد مہمہ کے متعلق با قاعدہ اور شاہی اعلان لفظ قل سے کرتا ہے۔ یہاں بھی اہمیت کے لیے لفظ قل سے اعلان فرمایا ۔ ارشاد ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨

’’بتلا دیجیے کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ سمجھتے وہی ہیں جو عقل والے ہیں۔‘‘

اہم علمی نکتہ

علامہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ استفہام انکاری بعض اوقات توبیخ کے لیے ہوتا ہے۔تو گویا یہاں اللہ تعالیٰ نے ڈانٹ پلائی ، عالم دین اور غیر عالم دین کو برابر کرنے والے کو، جو شخص غیر عالم دین کو خواہ گورنر ہو یا بادشاہ یا یورپ کے یونیورسٹیوں کا سند یافتہ عالم دین کے برابر سمجھے گا وہ حق تعالیٰ کے قہر اور اس کی ڈانٹ کے نیچے آئے گا کیونکہ علم دین کا مقام بہت اونچا ہے۔ جو علم نہیں رکھتا وہ خواہ کرہ ارض کا واحد بادشاہ کیوں نہ ہو عالم دین سے کم ہے۔ اللہ اپنے کلام عظیم میں کسی کا صرف نام لے لے تب بھی فخر ہے کیونکہ اس کی ذات بہت بلند ہے لیکن یہاں تو عالم دین کی نہایت زوردار تعریف فرمائی ہے۔

علم کا لفظ مطلق بولا جائے تو علم دین مراد ہوتا ہے

تیسری بات جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے وہ یہ کہ باوجود یہ کہ ''یَعْلَمُوْنَ'' فعل متعدی ہے لیکن اس کا مفعول ذکر نہیں کیا۔ یعنی یہ تو فرما دیا گیا کہ علم رکھتے ہوں لیکن یہ نہیں ذکر کیا گیا کہ کس چیز کا علم رکھتے ہوں کیونکہ بتانا یہ ہے کہ جب علم کا لفظ بولا جاتا ہے تو مفہوم اس کا متعین ہوتا ہے، ذکر کرنے کی ضرورت نہیں جیسے جوتی کا مفہوم پاؤں کے لیے ہوتی ہے اور جیسے ٹوپی کا کہ سر کے لیے ہوتی ہے (یعنی جوتی کے تلفظ کے ساتھ اگر پاؤں کا ذکر نہ بھی کریں تو بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہ پاؤں کے لیے ہے اسی طرح ٹوپی کے تلفظ کے ساتھ اس کا مفہوم اور مقام یعنی ''سر'' لامحالہ سمجھ میں آجاتا ہے وغیرہ) اسی طرح علم کا مفہوم بھی متعین ہے یعنی علم دین مطلب یہ ہے کہ گو علوم دنیویہ بھی ہوتے ہیں لیکن قرآن نے مفعول کو حذف کر کے بتلایا کہ یہ علم دین اتنا متعین ہے کہ ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں جب بھی علم کا لفظ بولا جائے تو سب سے پہلے علم دین ہی سمجھا جائے گا۔ اس تعین کی

وجہ سے اس کے (یعنی مفہوم علم یا مفعول یعملون کے) تذکرہ کی حاجت نہیں۔

دنیوی علوم جاننے کے باوجود بے علم

دیکھیں! علم دین بھی ہے اور علم دنیا کا بھی علم ہے لیکن جس علم کا معلوم بلند ہوگا وہ علم بھی بلند اور جس کا معلوم پست وہ علم بھی پست ہوتا ہے علم دنیا رکھنے والے رومیوں کو (یعنی اہل یورپ کو کیونکہ قدیم جغرافیہ میں روم یورپ کا نام ہے مفسرین کی تحقیق یہی بتاتی ہے کہ خدا نے قرآن میں لایعلمون کہا ہے اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اسے معلوم تھا کہ یہ ہوا پر اڑیں گے لیکن پھر بھی انہیں لایعلمون (یعنی بے علم) کہا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

يَعۡلَمُوۡنَ ظَاهِرًا مِّنَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۖۚ وَهُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَةِ هُمۡ غٰفِلُوۡنَ ۝

''یعنی دنیا کی زندگی کی ظاہر باتیں جانتے ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں۔''

علم صرف دانش کا نام نہیں

یہ بھی غور کریں کہ اگر علم فقط دانستن (جاننا) کا نام ہے تو پھر امور مملکت کو جاننے والا وزیراعظم اور ٹٹی کا علم رکھنے والا بھٹی برابر ہیں کیوں کہ ''دانستن'' میں دونوں شریک ہیں تو کیا کوئی وزیراعظم، بیرسٹر اور ایم اے کے مقابلہ میں کسی بھنگی کو تعلیم یافتہ کہے گا؟ ہرگز نہیں بھائی علم اگر صرف دانستن کو کہتے ہیں پھر تو سب کو تعلیم یافتہ کہنا چاہیے لیکن چونکہ بھنگی کا ''معلوم'' (جو چیز وہ جانتا ہے) پست ہے، اس لیے کوئی اسے تعلیم یافتہ نہیں کہہ سکتا۔ تو حق تعالیٰ کے نزدیک یہ دنیا پاخانہ سے بھی کم ہے اس لیے دنیا کا علم جاننے سے کوئی عالم نہیں کہلایا جاسکتا۔ آگے فرمایا! اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝۹ (یعنی عقل والے ہی اس کو سمجھتے ہیں)

علماء کا مقام

یہاں حصر کا کلمہ ارشاد فرمایا جب یہ اعلان کر دیا کہ دین کا علم سب سے اونچا ہے چاہے غیر عالم کرہ ارضی کا واحد بادشاہ کیوں نہ ہو۔اب فرماتے ہیں کہ جو عالم دین کو غیر عالم کے برابر سمجھتا ہے وہ بے عقل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن پہلے انبیاء شفاعت کریں گے، پھر علماء پھر شہداء معلوم ہوا کہ عالم دین کا عہدہ بہت بڑا عہدہ ہے اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی عہدہ نہیں کرسکتا، یہ ہوا مقام علماء۔

علماء کے فرائض

ہر عہدہ کے ساتھ فرائض ضرور ہوتے ہیں عہدہ جتنا بڑا ہوتا ہے فرائض اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں چپڑاسی کے فرائض سے تحصیلدار کے فرائض زیادہ ہوتے ہیں اور تحصیلدار کے فرائض سے کمشنر کے کمشنر کے فرائض سے گورنر کے فرائض زیادہ ہوتے ہیں گویا عہدہ کے مطابق فرائض ہوتے ہیں۔عالم دین عہدہ چونکہ تمام عہدوں سے بڑا ہوتا ہے اس لیے اس کے فرائض بھی سب سے زیادہ ہیں۔ارشاد ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ [سورۂ آل عمران :آیت ۱۰۴]

”ترجمہ!اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی ہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔“

فرمایا جو دعوت خیر دے یعنی نیکیاں پھیلائے ، برائیاں مٹائے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۔تو عالم بن جانے کے بعد خطیب استاد، ٹیچر دینیات بن جانے سے فرائض ختم نہیں ہوتے بلکہ ''یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ'' خطیب خطاب کے علاوہ ، ٹیچر ٹیچری کے علاوہ لوگوں کو بھلائی کی دعوت بھی دے۔

فرائض سے کوتاہی کے نقصانات

عالم جو علم حاصل کرے اسے اپنے سینے تک محدود نہ رکھے بلکہ پھیلائے اگر پھیلانے کی سعی کی تو فرض ادا کیا ورنہ اس گورنر یا کمشنر کی طرح ہے جو عہدہ تو بڑا لیے ہوئے ہے لیکن صبح سے شام تک سویا رہتا ہے کام کوئی نہیں کرتا عہدہ کے متعلق فرائض ادا نہیں کرتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب سے بڑا عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم سے دوسروں کو فائدہ نہ پہنچے ۔ایک طرف اگر عالم دین کو بہت بڑا عہدہ دیا گیا تو دوسری طرف بہت سے فرائض اسکے ذمے لگا دیئے گئے ،اگر ان فرائض کو بجالایا تو یہ علم سراپا منفعت ہے ورنہ سراپا مضرت ہے۔

مقام خیریت میں متعلم مقدم معلم سے

خداوند کریم نے عالم کو بہت بڑا عہدہ اور عزت دی ہے جس کی قدر کرنی چاہیئے اگر آپ کہیں کہ آج کل تو کوئی عزت نہیں ، آج کل اگر عزت ہے تو صاحب اقتدار یا ارباب دولت کی ہے تو یہ شیطانی وسوسہ ہے اللہ کی نظر میں عالم دین ہی عزیز ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔'' خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ ''تم میں بہتر وہ ہے جو سیکھے قرآن مجید اور سکھائے۔''

حدیث میں ''خیریت'' کا مقام ذکر ہے اس میں معلم سے متعلم کو مقدم رکھا ہے یا تو اس لیے کہ تعلم (یعنی سیکھنا) پہلے ہوتا ہے۔ تعلیم (یعنی سکھانا) بعد میں اور یا اس لیے کہ متعلم کو اکثر سفر کرنا پڑتا ہے معلم کو نہیں معلم تنخواہ پاتا ہے متعلم نہیں پاتا معلم کو اور بھی بہت سی ایسی سہولتیں میسر ہوتی ہیں جو متعلم کو میسر نہیں ہوتیں اس لیے متعلم کی تکالیف کے پیش نظر خیریت کے مقام میں اس کو مقدم فرمایا۔

ایک بامعنی لطیفہ

لطیفہ! ایک دفعہ مجھ سے کسی نے پوچھا کہ تم کہتے ہو کہ عالم دین کی بہت عزت ہے لیکن ایسا نہیں آج کل ان کی کوئی عزت نہیں۔ میں نے کہا کس کے ہاں عزت نہیں؟ خدا کے ہاں یا لوگوں کے ہاں؟ اس نے کہا لوگوں کے ہاں! اس زمانہ میں لیاقت علی خان وزیر اعظم تھے۔ میں نے کہا کہ ایک آدمی ہے اس کی لیاقت علی خان کے ہاں تو بڑی عزت ہے مگر ''رام کلا'' کے دل میں اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں (رام کلا میرا ملازم تھا جو میرے گھر کی صفائی کرتا تھا) بتاؤ وہ شخص عزت والا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا وہ شخص یقیناً عزت والا ہے جس کی عزت لیاقت خان کرتا ہے۔ بھلا وہ کیسے صاحب عزت نہیں ہوگا.......... ہزار رام کلے اسے ذلیل سمجھیں، جب لیاقت علی خان کے ہاں اس کی عزت ہے تو رام کلا کون ہوتا ہے۔

میں نے کہا کہ رام کلا تو پھر بھی لیاقت علی کے ساتھ انسانیت میں شریک ہے کیونکہ انسانی صفات دونوں میں پائی جاتی ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے مقابلے میں تو دنیا کے بڑے سے بڑے آدمی کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے تو جب وہ آدمی ذلیل نہیں جس کی عزت لیاقت علی خان کرتا ہے تو وہ کیسے ذلیل اور بے عزت ہو سکتا ہے جس کی خدا کے ہاں عزت ہو۔

اہل علم کی قدر و منزلت

ایک قصہ! ایک دفعہ کوئٹہ کی ایک مسجد میں والی قلات نے مجھ سے کہا کہ علماء کی کوئی عزت نہیں کیا وجہ ہے! میں ابھی جواب دینے بھی نہ پایا تھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک عورت نے کہا! میرے اس لڑکے کو دم کر دو! اور ہاتھ پھیر دو یہ بیمار ہے۔

والی قلات کھڑے دیکھتے رہے میں نے لڑکے کو دم کر کے والی قلات سے کہا کہ خدا نے آپ کے سوال کا جواب مجھ سے پہلے دیا غور کیجیے میں پشاور کا رہنے والا ہوں یہاں کا رہنے والا نہیں۔ یہ عورت بھی بلوچ ہے اور آپ بھی بلوچ ہیں۔ ہے بھی آپ کی رعایا۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ اس نے آپ سے دم کرنے کو نہیں کہا اور مجھ سے کہہ دیا۔ کیا میرے ہاتھ سونے کے اور آپ کے چاندی کے ہیں۔ دیکھیے اس عورت نے مجھے اہل علم میں سے سمجھا۔ علم کی عزت اس کے دل میں تھی اس لیے مجھ سے کہا اور آپ سے نہ کہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ [سورۂ مجادلہ: آیت:۱۱]

”تم میں اللہ ایمانداروں کے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا ہے درجے بلند کرے گا۔“

گذشتہ علما نے بہت تکلیفیں برداشت کیں

علم کی عزت رہے گی یہ قدر و منزلت رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔ غریب مولوی جس کے پاس پاؤ بھر آٹا بھی نہیں ہوتا لوگ اس کے پاس تو برکت کے لیے ہاتھ پھرانے آتے ہیں لیکن وائسرائے وغیرہ کے پاس نہیں جاتے کیوں؟ اس لیے کہ خدا نے علماء کو خاص ہی عزت دی ہے۔

تکالیف! علم دین کے ساتھ ساتھ تکالیف بھی ہوتی ہیں۔ یہ وراثت نبوت ہے۔

آپ ماشآ اللہ پھر بھی اچھے ہیں گذشتہ علماء نے تو بہت زیادہ تکلیفیں برداشت کیں۔ ابوجیان توحیدیؒ سلیمان کے شاگرد تھے۔مورخین کہتے ہیں کہ فارابیؒ اورابن سیناؒ سے ان کا مقام بلند تھا۔وہ اپنے استاد کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کوایک رائی کی بھی خبر نہیں تھی ۔لغت کے سب سے بڑے امام خلیل ابن احمدؒ جس جگہ پڑھاتے جب اس جگہ سے ہجرت کرنے لگے تو شاگرد بہت پریشان ہوئے۔استاد نے کہا کاش دن رات اگرآدھ سیر باقلا (باقلہ) بھی ملتا تو کبھی نہ جاتا لیکن نہ مجھ میں قوت ہےاور نہ تم تین شاگردوں میں یہ قوت ہے کہ آدھ سیر باقلہ کہیں سے لے آیا کرو۔(اندازہ لگاؤ اس زمانہ کی تنگی کا)

لوگوں کے اعتراضات سے ہرگز تنگ نہ ہوں

ایک بات یہ بھی بتادوں کہ ناواقف لوگوں کے اعتراضات سے ہرگز تنگ نہ ہونا چاہیے ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔امام رازیؒ جو بہت بڑے امام بھی تھےاور بہت بڑے دولت مند بھی۔جنہوں نے شہاب الدین غوری کواسی لاکھ روپے دیئے تھے گویا ان کے پاس علم کی دولت بھی تھی اور دنیاوی دولت سے بھی مالا مال تھےوہ جب ممبر پر خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو لوگ پرچیوں پر مختلف قسم کے اعتراضات لکھ کر پیش کرتے۔آپ ان سب پرچیوں کو پڑھ لیتے مگران کا جواب نہ دیتے جواب میں صرف یہ شعر پڑھ دیا کرتے۔

المرء مادام حیایستھان به ویعظم المرء فیه حین یفقه

”آدمی جب تک زندہ رہتا ہےاس کی بے قدری کی جاتی ہے۔اور جب وہ (مر کر) جاتا رہتا ہےتو اس کا فقدان بڑی مصیبت ہوتی ہے۔“

میرے عزیز طلباء کسی ترش روئی سے ہرگز دلبرداشتہ نہ ہوں ، لوگوں کے اعتراضات کی پرواہ نہ کریں،علم کوسیکھیں پھیلائیں خود بھی اس پرعمل کرتے رہیں اور لوگوں کو بھی عمل کی دعوت دیں۔یادرکھوعمل کے بغیر علم وبال ہے۔

حضرت مدنی قدس سرہ

میں ایک دفعہ دیوبند گیا وہاں حضرت مدنیؒ کے گھر مہمان ہوا حضرت مدنیؒ خود گھر پر موجود نہ تھے میں رات کو ایک کمرے میں سویا ہوا تھا کروٹ بدلی تو آنکھ کھلی دیکھا کہ مولانا ایک چٹائی پر جو میری چارپائی کے بالکل قریب تھی لیٹے ہوئے تھے سر کے نیچے اینٹ رکھی تھی۔ مجھے بہت شرم آئی۔ تو پوچھا کہ حضرت یہ کیا غضب کیا نیچے کیوں آرام فرمانے لگے مجھے اُٹھایا کیوں نہیں؟ فرمایا یہ اکرام ضیف (عزت مہمان) ہے۔ کیا آپ نے یہ حدیث نہیں پڑھی کہ! ''جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو لازم ہے کہ مہمان کی عزت کرے۔''

حضرت مدنیؒ کی اپنے ساتھیوں کی رعایت

پھر فرمایا دیکھئے! آج مولوی پڑھتے تو ہیں لیکن عمل نہیں کرتے میں اپنے ساتھ ایک من کے قریب کوئٹہ کے عمدہ انگور لے گیا تھا۔ وہ حضرت نے حاضرین مجلس میں تقسیم کرڈالے گھر سے خادمہ آئی کہنے لگی سنا ہے افغانی صاحب انگور لائے ہیں گھر کے لیے بھی دے دیں فرمایا اب آئی ہو وہ تو تقسیم بھی ہوگئے۔ پھر روٹی کھانے کا وقت آیا تو ہاتھ دھلانے کے لیے خود لوٹا اٹھایا۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ کیا کررہے ہیں، میں خود دھولوں گا مگر وہ دھلانے پر مصر رہے میں نے پھر عرض کیا کہ جناب اس لڑائی سے کیا فائدہ؟ میری طبیعت مکدر ہوگئی طبیعت پر بوجھ رہے گا کیا یہی اکرام ضیف ہے اکرام ضیف تو یہ ہے کہ بوجھ نہ پڑے فرمایا شرعی حکم میں بوجھ ہو تو رہے شرعی حکم اکرام ہے اور میں بہرحال بجالاؤں گا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ۷

طالب علم کا نصاب زندگی

{افادات}

مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ

دار العلوم کراچی کے طلبہ سے حضرت مفتی صاحب کا خطاب

قرآن نے ذکر یہ کیا ''وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ '' انذار کرو اپنی قوم کو وہ قوم کہ جو دوسرے کام میں لگی ہوئی تھی اور اسے علم دین سیکھنے کا موقع نہیں ملا، ان کو انذار کرو، تمہیں جو کچھ علم دین حاصل ہوا ہے، امانت ہے، وہ ان تک پہنچاؤ۔ یہ کام کرنا ہے ''لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾''۔

غرض کہ عمر بھر کی خدمت اور عمر بھر کی ڈیوٹی اور ذمہ داری تمہارے عالم ہونے کی صرف اتنی ہے کہ جو کچھ امانت علم دین کی تمہیں حاصل ہوتی ہے یہ ان لوگوں کو پہنچادو، جنہیں علم دین حاصل نہیں۔

پیریگراف از افادات مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

علم دین کا مفہوم

قرآن کریم کی ایک آیت جس کی تفسیر اور تفصیل گذشتہ کئی ہفتوں سے ہوتی آ رہی ہے ''فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ''

یہاں تک تفسیر ہو چکی ہے

میں نے عرض کیا تھا کہ یہ آیت تو مختصر سی ہے لیکن درحقیقت یہ اہل علم کا پورا نصابِ تعلیم ہے۔ صرف نصابِ تعلیم ہی نہیں بلکہ نصابِ زندگی ہے۔ طالب علم کو، اہل علم کو کیا کرنا ہے؟

لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ تک یہ بات بتائی گئی کہ جو طائفہ علم دین حاصل کرنے کے نام پر جمع ہوا ہے، اُس کا کام یہ ہے کہ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرے۔ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرنے کی تفسیر بار بار کرتا آیا ہوں کہ محض تعلیم حاصل کرنا مقصود نہیں دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے، سمجھ بوجھ اس کو کہا جائے گا جب کہ علم کے ساتھ عمل بھی ہو۔

جہل کی حقیقت

جس علم کے ساتھ عمل نہ ہو وہ سمجھ بوجھ نہیں کہلاتا۔ایسا علم تو شیطان کو بھی ہے۔ ابوجہل اور ابولہب کو بھی تھا وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا قرآن کا اعلان ہے کہ ان لوگوں نے جان بوجھ کر جحود (انکار) کیا۔

ابولہب، ابوجہل یہ سب حضور سرور عالم ﷺ کی نبوت سے رسالت سے، آپ ﷺ کی شان سے واقف تھے، ناواقف نہیں تھے، جانتے بوجھتے یہ کیا کرتے تھے۔

ابوجہل کا تو مشہور قصہ ہے کہ بہت سی چیزوں میں اس کا اعتراف پایا مگر جب اس کو کہا گیا کہ کمبخت تو جانتا اور مانتا ہے اور قرآن کی عظمت کو بھی پہچانتا ہے، تجھ کو رسول کریم ﷺ (کی صداقت) کا قوی اعتراف ہے تو پھر مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا۔

ابوجہل کا باوجود اعتراف کے انکار

اُس نے کہا کہ بات ساری یہ ہے کہ قبیلوں کی جنگ جیسے ہوتی ہے اسی طرح بنو ہاشم کا اور ہمارا مقابلہ ہے۔سب کاموں میں یہ ہوتا ہے کہ بنو ہاشم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے یہ کام کیا تو وہ ہم بھی کرتے ہیں۔ جتنے کام اچھے سمجھے جاتے ہیں دُنیا میں، سخاوت کے، شجاعت کے، بہادری کے، جو عرب میں مشہور تھے نیک کام، ان سب نیک کاموں میں جو کام بنی ہاشم کہتے ہیں کہ ہم کرتے ہیں تو ہم بھی اُن کا جواب دے دیتے ہیں۔

لیکن اب انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ ہمارے میں ایک رسول آیا ہے، اس کا ہمارے پاس کیا جواب ہے؟ اس واسطے ہم اُنہیں رسول نہیں مانتے نہ ماننے کا سبب یہ ہے کہ بنی ہاشم کی برتری ہمارے اُوپر ثابت ہو جائے گی، ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا۔

تفقہ فی الدین کی حقیقت

تو بہر حال کہنا میرا یہ ہے کہ جیسے ابلیس حضور ﷺ کو بھی جانتا ہے اور اللہ اور اللہ کی توحید کو بھی، لیکن ان تمام چیزوں کو جاننے کے باوجود جحود کرتا ہے، قریب قریب یہی حال تھا ابولہب اور ابوجہل کا، اور دوسرے ان کا جو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہے ہیں، جنہوں نے آپ کو پرکھا ہے، دیکھا ہے، آنکھوں سے مشاہدات کئے ہیں۔ سب کو یقین تھا آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا، اس کے باوجود اپنے اغراض دنیوی اور خواہشات کی بنا پر جحود کیا کرتے تھے۔

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ تفقہ فی الدین اس کا نام نہیں کہ کسی چیز کو جان لے، کسی مسئلہ کو جان لے کہ یہ چیز حلال ہے یا حرام ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز، یہ مکروہ ہے یا مستحب ہے ۔اتنا جان لینے کا نام علم نہیں ہے۔ اتنا جان لینے کا نام فقہ نہیں ہے۔

فقہ دین کی سمجھ بوجھ کا نام ہے جس کے پیچھے عمل ہونا چاہیے۔ اس کے علم کے ساتھ عمل نہ آیا۔ جس علم پر عمل مرتب نہ ہو وہ علم کہلانے کا مستحق نہیں حدیث کے الفاظ میں اس کو جہل کہا گیا ہے "اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ لَجَهْلًا" یعنی بعض علم جہل ہوتے ہیں۔ وہ علم کہ جس کے پیچھے عمل نہ ہو وہ علم شریعت کی اصطلاح میں، قرآن کی اصطلاح میں، حدیث کی اصطلاح میں علم کہلانے کا مستحق نہیں وہ جہل ہے۔

علم کا مقصود اور ہماری کیفیت

تفقہ فی الدین کا لفظ قرآن میں اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ علم کے ساتھ اور اس کے پیچھے پیچھے عمل آئے اور آپ کو یہ محسوس ہو کہ اگر ہم نے ہدایہ پڑھی، قدوری پڑھی، کنز پڑھی، ان معاملات کا باب پڑھا کہ فلاں معاملہ جائز ہے، فلاں ناجائز ہے۔ یہ حرام ہے،

یہ مکروہ ہے، یہ مستحب ہے، اگر ہم بازار میں جا کر اپنے اسباق یاد نہیں کرتے تو ہمارا پڑھا لکھا بے کار ہے۔

اب تو ہمارا حال یہ ہے کہ کتاب مدرسہ میں پڑھائی جاتی ہے آگے مدرسہ سے اس کتاب کا کوئی اثر ہمارے وجود میں نہیں ہوتا۔ معاملات کرنے کے لیے تو ہمیں کچھ فکر نہیں ہوتی کہ ہم سچ بول رہے ہیں یا جھوٹ بول رہے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہہ دیتے ہیں ،تجارت کرنا ہو، بیچنا ہو یا خریدنا ہو جو جی میں آیا کہہ دیا، کچھ فکر نہیں کرتے کہ ہم یہ غلط کر رہے ہیں یا صحیح کر رہے ہیں۔

علم کا اثر زندگی پر ظاہر ہونا چاہیے

غرض یہ کہ جس علم کے ساتھ معاملات اگر پڑھیں تو آپ کے معاملات کی درستگی ہونی چاہیے۔ محاسبہ کرو اپنے معاملات کا، آداب اور اخلاق پڑھو قرآن وحدیث سارا بھرا ہوا ہے ان آداب واخلاق سے، عادات اور معاملات سے،

سارے قرآن وحدیث میں اس کی تعلیم دی گئی ہے جو کچھ بھی پڑھو اس کا اثر آپ کے اعمال پر ہونا چاہیے۔ اپنے دل پر ہونا چاہیے، وہ آدمی پہچانا جانا چاہیے اس چیز سے کہ یہ علم دین پڑھتا ہے۔ اس کے چہرے سے معلوم ہو، اس کے عمل سے معلوم ہو۔ پہلے تو عام مسلمانوں کا یہ رنگ تھا کہ محض ان کو دیکھ کر لوگ پہچانا کرتے تھے کہ یہ مسلمان ہیں ''اَلَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوا ذُکِرَ اللّٰہُ ''جن کے چہرے دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کرنے کا کام تفقہ فی الدین ہے، دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرو یہ ساری کائنات کا حاصل ہے۔ آٹھ برس جو آپ یہاں دارالعلوم میں رہ کر سیکھیں گے پڑھیں گے ان سب کا حاصل یہی دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے اور سمجھ بوجھ پیدا کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ علم کے ساتھ عمل ہو۔ آپ کی چال ڈھال پر اور آپ کے حرکت وسکون پر اپنے

علم کا اثر ہو یہ ہے تفقہ فی الدین۔ یہاں تک کہ بحث پہلے مفصل آچکی ہے۔اس کا تھوڑا خلاصۃ اعادہ کیا گیا۔

تدبر فی القرآن کی اہمیت

آگے اس کے بعد دوسرا نمبر یہ بتایا گیا کہ علم دین پڑھنے کے بعد کیا کرنا ہے؟ قرآن کریم کے الفاظ کی حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں تدبر کرنا، غور وفکر کرنا اب اس کو اہل علم نے چھوڑ دیا ہے۔ عوام تو بچارے کیا کریں؟ الفاظ قرآن کو دیکھئے میں نہیں بلکہ قرآن کیا چاہتا ہے؟ اگر غور کریں تو قرآن کے ایک ایک لفظ میں عجیب عجیب ہدایتیں ملتی ہیں۔

ابھی جیسے میں نے کہا کہ قرآن نے **لیتعلموا الدین** نہیں کہا "**لیتفقھوا فی الدین** کہا ہے **لیتفقھوا الدین**" بھی نہیں کہا ہے **لیتفقھوا فی الدین** کہا۔ یہ الفاظ بدل دیں۔ اتنے سے الفاظ بدلنے سے معانی میں ایک بڑا انقلاب آجائے گا۔

یہاں تک تو تفسیر یہ بتلائی کہ طالب علمی کے زمانہ میں جو آپ چل کر آئے ہیں علم حاصل کرنے کے لیے، اس کا حاصل **تفقہ فی الدین** ہے اور اسے آپ کو حاصل کرنا ہے جس قیمت پر بھی ہو اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہے جیسے میں نے پہلے کہا تھا کہ جب تک پورا کا پورا اپنا وجود اور اپنی توانائی اس علم کے پیچھے نہیں خرچ کرو گے **تفقہ فی الدین** نہیں آئے گا۔

دینی طلباء کی کوتاہ نظری

آگے فرمایا جاتا ہے کہ **تفقہ فی الدین** حاصل ہو گیا۔ آپ دار العلوم سے پڑھ کر فارغ ہو گئے اور فرض کرو جیسا ہونا چاہیے ویسے ہو گئے۔ دین کی سمجھ بوجھ بھی حاصل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ عمل بھی دے دیا۔ آگے کیا کرنا ہے؟ آپ کے

پیش نظر کیا ہوگا؟

آج کل کی دُنیا میں کالج اور یونیورسٹی اور اسکولوں کے طالب علم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ڈگری ملے گی، سرکاری دفتروں میں،

آپ کے یہاں تو یہ قصہ نہیں، آپ کی مسند پر تو کوئی نوکری نہیں، لیکن بدقسمتی سے کہو یا خوش قسمتی سے کچھ نوکریاں یہاں بھی ملنے لگیں۔ ہماری مسند پر اور ہمارے اس فارغ ہونے پر، کہیں مدرسہ کی مدرسی اور کہیں کسی مسجد کی امامت وخطابت وغیرہ۔

علماء کا منصبِ جلیلہ

قرآن سے پوچھئے، قرآن کیا چاہتا ہے؟ آپ کو کیا کرنا چاہیے؟ آپ کی اور ہر ایک کی نظر اس پر جاتی ہے کہ پڑھنے کے بعد ہمیں کہیں ملازمت کرنی ہے۔ معاش کی فکر اپنی جگہ ہے وہ بھی شریعت کے احکام کے تابع ہے وہ کوئی گناہ نہیں، عیب نہیں۔

''کسب المعاش فریضة بعد الفریضة'' حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسب معاش بھی فریضہ ہے۔ دوسرے فرائض کے بعد، لیکن علم پڑھنے کے نتیجے میں کسب معاش اس پر مرتب کرنا یہ قرآن کے الفاظ کو دیکھو معلوم ہوگا کہ اس سے یہاں کوئی تعلق ہی نہیں، علم پڑھنے کے بعد آپ کی معاش کیا ہوگی؟ قرآن اس کی طرف بھی اشارہ نہیں کرتا، علم پڑھنے کے بعد تمہیں کیا کرنا ہے؟

''وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ'' تو دو طبقے ہوگئے اُوپر کی آیت میں دو طبقہ کر دیئے گئے تھے۔ ایک طبقہ وہ جو جہاد میں جاتا ہے، اللہ کے لیے جہاد کرتا ہے۔ جانیں اپنی قربان کرتا ہے اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے، یہ ایک طبقہ ہے۔

رہ گیا دوسرا طبقہ جو علم دین حاصل کرے۔ تو اس طبقہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ جس نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں رہ کر علم دین اور تفقہ فی الدین حاصل کیا ہے۔

''وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ''یعنی جب وہ لوگ واپس آئیں جو جہاد میں گئے ہوئے ہیں ان کو انذار کرو۔ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ اگر تم ان کو انذار کرو گے، ان میں حذر (ڈر) پیدا ہوگا۔ آخرت کی فکر پیدا ہوجائے گی۔

عمر بھر کی ڈیوٹی اور ذمہ داری

عزیزو! قرآن کے الفاظ میں تو غور کرو۔ بہر حاصل قرآن کریم اور حضور ﷺ کی تعلیمات کسب معاش کے منافی تو نہیں؟ اور کسب معاش کو حرام قرار نہیں دیتے بلکہ ''فريضة بعد الفريضة'' کہتے ہیں لیکن تعلیم دین پر اس کو مرتب نہیں کرتے۔ تعلیم دین کے بعد تمہاری نوکری کیا ہوگی؟ کیا کہیں مدرسہ میں مدرس بنو گے؟ یا مسجد کے امام و خطیب بنو گے؟

قرآن نے نہ یہاں امامت کا ذکر کیا اور نہ کسی مدرسی کا۔ قرآن نے ذکر یہ کیا وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ انذار کرو اپنی قوم کو، وہ قوم کہ جو دوسرے کام میں لگی ہوئی تھی اور اسے علم دین سیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ ان کو انذار کرو۔ تمہیں جو کچھ علم دین حاصل ہوا ہے امانت ہے وہ اُن تک پہنچاؤ۔ یہ کام کرنا لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔

غرض کہ عمر بھر کی خدمت اور عمر بھر کی ڈیوٹی اور ذمہ داری تمہارے عالم ہونے کی صرف اتنی ہے کہ جو کچھ امانت علم دین کی تمہیں حاصل ہوئی ہے، یہ ان لوگوں کو پہنچا دو۔ جنہیں علم دین حاصل نہیں۔

انذار و تبلیغ کی عمومیت

اور اس جگہ قرآن نے ''وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ'' کہا ہے۔ مقصد کے اعتبار سے غور کرو، تو یہ مفہوم عام ہوجائے گا۔ مراد یہ ہے کہ جو لوگ علم دین حاصل کرنے سے قاصر

رہے۔اس واسطے کہ ان کو جہاد کرنا تھا۔اس میں وہ لوگ بھی شامل ہو جائیں گے جو اور دوسری جائز چیزوں کی وجہ سے قاصر رہ گئے۔جیسے تجارت پیشہ لوگ ہیں،زراعت پیشہ لوگ ہیں۔کاشت کاری اور مزدوری کرنے والے لوگ ہیں۔یہ لوگ کوئی دین کا فریضہ تو ادا نہیں کر رہے۔

ظاہر ہے کہ جیسے جہاد کرنا فرض ہے اس طرح مزدوری کرنا یا تجارت کرنا دین کے فرائض میں سے تو نہیں ہے۔اپنی دنیوی ضروریات اور جائز ضرورت حلال ضرورت کے مطابق تجارت میں لگ گئے،مزدوری میں لگ گئے،صنعت میں لگ گئے یا کسی اور کام میں لگ گئے اور اس واسطے ان کو علم دین حاصل کرنے کی فرصت نہ مل سکی تو تمہاری ذمہ داری ہے کہ ان کو پہنچاؤ۔جن لوگوں نے علم دین پڑھا ہے،تفقہ فی الدین حاصل کیا ہے ان کی ذمہ داری لگادی کہ ان لوگوں کو علم دین پہنچاؤ جنہیں کسی جائز وجہ سے علم دین حاصل نہیں ہو سکا۔خواہ جہاد کی وجہ ہو یا اور دوسری وجوہ ہوں جن کو شریعت میں جائز قرار دیا ہے۔

تبلیغ و تعلیم کا فرق

پہنچانا کیا ہے؟ پہنچانے کی دو قسمیں ہیں۔قرآن نے اس جگہ اس کی تفصیل نہیں کی۔جو امانت علم دین کی آپ نے حاصل کی ہے۔وہ دوسروں تک پہنچانے کی دو قسمیں ہیں۔ایک تعلیم دوسری تبلیغ۔تعلیم و تبلیغ میں فرق سمجھتے ہو یا نہیں؟

تبلیغ کے معنی ایک کلمہ کو پہنچا دینے کے ہیں۔ایک بے علم کو واقف کرا دینا،ایک شخص کو علم نہیں ہے مسئلہ کا۔اس کو مسئلہ بتا دینا یہ تبلیغ ہو گئی۔ایک شخص کو ایمان کی حقیقت معلوم نہیں،اس کو بتا دیا کہ اللہ ایک ہے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنا حرام ہے،تبلیغ ہو گئی۔

تعلیم کہتے ہیں دین کو تھوڑا تھوڑا ترتیب کے ساتھ پورا بتانا۔ تبلیغ میں یہ تو کہہ دیا کہ نماز پڑھا کرو۔ اب جا کر تم نماز پڑھو۔ تعلیم میں اسے تمام آداب وقواعد سکھانے پڑیں گے۔ تعلیم کا لفظ عربی لغت کے اعتبار سے بھی آتا ہے تھوڑا تھوڑا، آہستہ آہستہ سکھانا، تعلیم کا ترجمہ سکھانا ہے اور تبلیغ کا ترجمہ پہنچانا ہے۔ ان دونوں لفظوں میں اُردو زبان کے اعتبار سے بھی فرق ہے، سکھانا اور پہنچانا، کسی کو ایک بات پہنچا دی یہ اور چیز ہے اور کسی کو کام سکھانا اور چیز ہے۔

تبلیغ وتعلیم علماء کے فرائض ہیں

دونوں فرائض علماء کے ہیں، تعلیم بھی، تبلیغ بھی، تعلیم دینے کی بھی ضرورت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی دونوں شانیں تھیں۔ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا اور ایسے ہی ''انما بعثت معلما'' اور قرآن مجید میں فرمایا گیا يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ تعلیم کتاب وحکمت رسول کریم ﷺ کے فرائض منصبی میں شامل تھی۔

تو تعلیم بھی رسول اللہ ﷺ کے فرائض منصبی میں ہے اور تبلیغ بھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں چیزوں کے متعلق ہدایتیں کی ہیں۔ معلمین کے لیے الگ ہدایتیں کی ہیں اور مبلغین کے لیے الگ اور حضور اکرم ﷺ نے دونوں کام کئے ہیں، تعلیم کا بھی، تبلیغ کا بھی۔

تبلیغ کی فوقیت

لیکن اس جگہ قرآن عظیم نے تعلیم سے بھی آگے تبلیغ کو ذکر فرمایا ہے، لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ'' انذار کریں اپنی قوم کو جب وہ لوٹ کر آئیں۔ انذار ایک قسم کی تبلیغ ہے، تعلیم نہیں۔ تبلیغ کو اس جگہ ساری چیزوں سے مقدم رکھا ہے۔ اس سے

یوں معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کا حاصل بھی تبلیغ ہی ہے۔

غور کرو جتنے طلبہ کو ہم یہاں تعلیم دے رہے ہیں اس کا منشاء کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ کے اور اللہ کے احکام پہنچانا تبلیغ کا مفہوم ہے، اس کی ایک مکمل صورت یہ ہے کہ دین کے احکام خواہ ان کو اس کی ضرورت ہے یا نہیں، ہم نے ان کو سارے سکھا دیئے، پڑھا دیئے، تا کہ آگے جا کر یہ اور لوگوں تک پہنچائیں۔ تعلیم کا بھی اصل مقصود تبلیغ ہے۔ اگر تعلیم تعلیم ہی کے درجہ میں رہے اور تبلیغ تک نہ پہنچ سکے تو اس کا حاصل پھر یہ ہے کہ اپنے مقصد کو پہچانا نہیں۔ اگر ہماری تعلیم یہ رہے کہ ہم نے جو کتاب پڑھی وہ دوسروں کو پڑھا دیں، صرف اتنا کام نہیں بلکہ کتاب پڑھانے کے پیچھے یہ بھی ہے کہ اس کو دین سکھا دیں اور اسے دوسروں تک پہنچا دیں۔

انذار کا مفہوم

قرآن مجید نے اس آیت میں اہل علم کا مقصدِ زندگی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بتایا، **انذار**۔ اب غور کرو قرآن کے الفاظ میں کہ قرآن نے تبلیغ نہیں کہا، بلغوا نہیں کہا **ولیبلغوا قومھم** نہیں کہا بلکہ **لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ** فرمایا۔ قرآن کے ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ میں عجیب وغریب نکات ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ نہ قرآن کو کوئی اس نیت سے پڑھتا ہے، عوام کے تو کہنے کیا ہیں، عالموں کو فکر نہیں۔ ہر بات میں ذرا ذرا سے ردوبدل سے بڑا فرق اور بڑے دوررس فوائد پیدا ہو جاتے ہیں۔

انذار کا مفہوم سمجھیں، انذار کے لفظی معنی ڈرانے کے ہیں اور اسی لیے **نذیر** ڈرانے والے کو کہا جاتا ہے۔ انبیاء کی شان میں **بشیر و نذیر** دونوں صفت آتی ہیں۔ بشیر اس واسطے کہ وہ نیک کام کرنے والوں کو خوشخبری سنانے والے ہیں (نذیر ڈرانے والے) اس لیے کہ وہ جہنم سے اور اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں، لیکن مطلق ڈرانے

کے معنی نہیں۔عربی لغت کو اللہ تعالیٰ نے عجیب مزیت عطا فرمائی ہے۔اس کے عجیب خواص ہیں، ڈرانے کے معنی میں خوف کا لفظ بھی آتا ہے۔نذارت کا مادہ بھی خوف کے معنی میں آتا ہے۔خوف تو ہے ہی اور بہت سے الفاظ آتے ہیں خوف کے معنی میں،حذر بھی خوف کے معنی میں آتا ہے۔

انذار وتخویف کا امتیاز اور اُن کے نتائج

لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے جو صفت بتائی ہے وہ نذیر بتائی اور اہل علم کو حکم دیا تو وہ انذار کا حکم دیا ہے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ انذار کے معنی مطلق ڈرانے کے نہیں۔جہاں تک ڈرانے کا تعلق ہے تو بلی، شیر اور بھیڑیا بھی ڈراتا ہے اور انسان اس سے ڈرتا ہے کہ پھاڑ کھائے گا، ایک چور، ڈاکو ڈراتے ہیں کہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے۔ ایک حاکم افسر ڈراتا ہے غرض ایک ڈرانا تو وہ ہے جو تکلیف سے ڈرایا جاتا ہے اپنی قوتِ قاہرہ کی بناء پر۔اس کا نام انذار نہیں،اس کو تخویف کہیں گے۔

انذار اس ڈرانے کو کہیں گے جو شفقت کی بناء پر ہو۔شفقت ومحبت کے داعیہ سے انذار پیدا ہو،اس ڈرانے کا نام انذار ہے، جیسے باپ ڈراتا ہے بیٹے کو، بچھو سے، سانپ سے،آگ سے، باپ کہتا ہے کہ بیٹا آگ کے قریب ہاتھ نہ کرو ہاتھ جل جائے گا اور تمام مضر چیزوں سے ڈراتا ہے یہ ڈرانا ایسا نہیں جیسے چور ڈراتا ہے۔چور بھی ڈراتا ہے ڈاکو بھی ڈراتا ہے اور باپ بھی ڈراتا ہے۔ان میں بڑا فرق ہے یا نہیں؟

چور ڈاکو کو اس سے کوئی ہمدردی نہیں۔وہ تو اس کا مال چھیننے کے لیے ڈراتا ہے اور انذار کہتے ہیں اس کو جو ہمدردی سے پیدا ہو۔جیسے استاد ڈراتا ہے شاگرد کو کہ دیکھو اگر ایسا کرو گے تو تمہارا نقصان ہو جائے گا۔پیر ڈراتا ہے اپنے مرید کو، باپ ڈراتا ہے اپنی اولاد کو،الغرض جو ہمدردی وشفقت سے پیدا ہو اس کا نام ہے انذار۔

اسی واسطے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نذیر کا لفظ آیا ''**بشیرا و نذیرا**'' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی شان یہی ہے کہ وہ دشمنوں کو بھی اگر کوئی ڈر کی بات سناتے ہیں تو وہ ہمدردی سے پیدا ہوتی ہے اور ان دونوں کا بڑا فرق ہے کہ جو تخویف چور ڈاکو کرتا ہے اور وہ تخویف جو باپ اور استاد کرتا ہے وہ انذار اور یہ اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اثرات کا بھی فرق ہے۔ ظاہر ہے کہ چور، ڈاکو ڈراتا ہے (انسان) اس سے ڈرتا بھی ہے اور عمر بھر کے لیے اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔ اس کی شکل دیکھنے سے بھی بھاگتا ہے، آج تو اتفاق سے مل گیا۔ لیکن آئندہ ایسی کوشش کرے گا کہ اس کی شکل نظر نہ آوے۔ اس تخویف کا اثر تو یہ ہوتا ہے۔

اور انذار کا کیا اثر ہوتا ہے؟ جتنا وہ ڈراتا ہے اتنی ہی اس سے محبت بڑھتی ہے۔ جس اولاد کو تربیت کرنے کے لیے شفقت کے ساتھ باپ زیادہ ڈرائے گا اور مار پیٹ بھی تھوڑی سی کرے گا اس سے ہی زیادہ محبت ہوگی۔ ایسے ہی استادوں کا قصہ ہے۔

استاد اگر محبت و شفقت سے اپنے شاگرد کو اس کی اصلاح کی خاطر ڈراتا ہے دھمکاتا ہے، برا بھلا کہتا ہے، ڈانٹتا ہے، مارتا ہے، نکال دیتا ہے، تجربہ شاہد ہے کہ جتنا ایسا معاملہ استاد کرے گا اسی استاد سے زیادہ محبت ہوگی۔

میرا تو خود تجربہ ہے کہ جس اولاد کو زیادہ مارا پیٹا ہے اور اس پر تنبیہات کا سلسلہ جاری رکھا ہے اسی کو مجھ سے زیادہ محبت ہوئی۔ میری اولاد میں جس کے ساتھ یہ سلسلہ کم رہا ان کے ساتھ کم محبت ہوئی اور جن کے ساتھ زیادہ رہا ان سے زیادہ محبت ہوئی۔ شاگردوں کا بھی یہی حال ہے۔

جدید و قدیم طلباء و اساتذہ کا طرزِ عمل

ہمارے آج کل کے جو شاگرد ہیں، خدا بچائے ان شاگردوں سے، ان سے یہ

ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں ہماری ٹوپی نہ اُتار لیں۔ ہم یہاں سے اُٹھے تو ڈر ہے ہماری قیمت نہ چلی جاوے۔ جن طالب علموں کو ہم نے پڑھایا تھا تو مارا پیٹا کرتے تھے، برا بھلا کہنا، ڈانٹ دینا، نکال دینا، یہ تو ہمارا دھندہ تھا، ذرا سی بات پر بھی، کسی کی مجال نہیں تھی کہ استاذ کے خلاف کوئی بات کہے۔ ہمارے طالب علمی کے زمانے میں تو اچھا خاصا یہ معمول تھا میں پیٹا جاتا تھا۔

ہمارے ادب کے استاذ حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ یاد آیا۔ ہم نے ادب کی ساری کتابیں مفید الطالبین سے لے کر حماسہ تک اتفاق سے ان سے پڑھی ہیں۔ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ ایک فن کی ساری کتابیں ایک استاذ سے آدمی پڑھے مگر ہماری کچھ رعایت بھی کی جاتی تھی اور ہم یہ چاہتے تھے کہ ہماری ادب کی ساری کتابیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوں۔

حضرت مفتی صاحب کی طالب علمی

''مفید الطالبین'' ہم نے شروع کی، مفید الطالبین کے پڑھاتے پڑھاتے ہماری ''صرف نحو'' انہوں نے پکی کرادی۔ ''الباب الاوّل'' پر پہنچے، جو کہ مفید الطالبین کا پہلے باب کا عنوان ہے۔ الباب یہ فعل ہے، اسم ہے یا حرف اب ہم بغلیں جھانکنے لگے، اس واسطے کہ نحو میر یاد نہیں تھی۔ کسی نے کہہ دیا چونکہ الف لام لگا ہوا ہے، اسم کی علامت ہے اسم ہے۔ آپ نے فرمایا کون سا اسم ہے؟ ساری نحو میر کا اجراء کرایا۔

نہ بتانے پر فقط یہ نہیں کہ تنبیہات ہوں۔

تنبیہ الغافلین ساتھ رہتی تھی اور جہاں غلطی کی وہ آیا۔ ہم چودہ پندرہ آدمیوں کی جماعت تھی کوئی بڑی جماعت نہیں تھی، چھوٹی جماعت تھی، ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا کہ اب پڑی۔ یہ اللہ کا انعام و کرم ہے کہ چودہ آدمی تھے سب پر برسی، مجھ پر نہ برسی۔ اللہ تعالیٰ

نے کرم کیا تھا۔استاد بھی خوش تھے اور ڈرتا بھی بہت تھا اس واسطے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے محفوظ رکھا۔کبھی مار نہیں پڑی۔رعایتیں رہیں۔البتہ کبھی کبھی خفا ہو گئے، تیز نگاہ سے دیکھ لیا۔بس یہی ہمارے لیے مار تھی، مار پڑنے کی نوبت نہیں آئی۔سچ کہہ رہا ہوں کہ ہم نے اس ماحول میں پڑھا تھا۔اس کا نتیجہ تھا کہ **نفحة اليمن** پڑھنے کے زمانے میں ہم نے عربی نظم کا امتحان دیا۔عربی تحریر فقط نہیں، عربی نظم، اشعار اور مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ادیب بہت اچھے تھے، ان کو ہمارے امتحان کے لیے دہلی سے بلایا گیا تھا۔

چنانچہ انہوں نے ہمارا امتحان لیا اور ایک مصرعہ دیا کہ اس پر نظم لکھو۔تین چار گھنٹے امتحان کا وقت تھا۔ان چار گھنٹوں میں دس شعروں کی ایک نظم لکھ کر پیش کر دی۔یہ نفحتہ الیمن کا زمانہ تھا۔آج تو حماسہ پڑھ کر بھی کوئی نہیں کر سکتا۔

تعلیم و تربیت کا ڈھنگ

وجہ اس کی تعلیم و تربیت کا ایک ڈھنگ تھا۔استاد کا خوف، استاد کی عظمت و محبت اور چونکہ ان کی روش یہ تھی جس پر یہ بات کرنے کی نوبت آئی۔وہ مار پیٹ کرتے تھے اس لیے اتنی محبت اُن کی ہمارے دلوں میں پیدا ہو گئی تھی۔کسی استاد کی اتنی محبت ہمارے دلوں میں نہیں تھی جتنی محبت ان کی ہمارے دلوں میں تھی۔اگرچہ مجھ پر مار کی نوبت نہیں آئی، البتہ ایک دو دفعہ خفا ہونے کا معاملہ ہوا۔بس مجھے یہ معلوم ہوا کہ میری جان نکل گئی۔اس طرح سے استادوں سے پڑھا تھا اور ان سے تعلق رکھا تھا۔اس سے کچھ آ جایا کرتا تھا۔

آج کا طالب علم! استاد کہیں، شاگرد کہیں؟ اور مجال ہے استاد کی کہ شاگرد کو ایک لفظ بھی کہہ دے۔اللہ اللہ! کہاں بات چلی گئی؟

میں اس پر کہہ رہا تھا کہ انذار کا لفظ اختیار کیا گیا۔اصل چیز تبلیغ ہے اور تعلیم کا بھی

انجام پھر تبلیغ ہے اور اس کے لیے قرآن نے لفظ انذار اختیار کیا ہے جس پر یہ ساری باتیں ہوئیں۔ ہمدردی وشفقت جوڈرانا ہوتا ہے اُس کا اثر کچھ اور ہوتا ہے۔

چنانچہ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ الحمد للہ اب کوئی دن خالی نہیں جاتا۔ اتنی عمر ہوگئی ہے کہ اپنے ان استاذ کو ایصال ثواب نہیں کرتا ہوں، بلا مبالغہ مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ یاد رکھتا ہوں۔ انہوں نے مجھ پر شفقت کی اور مار پیٹ بھی ہوئی۔ تنبیہات بھی ہوئیں۔ ان کی محبت رگ و پے میں سرایت کرگئی۔

قصور کس کا ہے؟

تجربہ شاہد ہے لوگ کر کے نہیں دیکھتے۔ آج بھی الحمد للہ طلبہ کا تناقض نہیں ہے۔ طلباء کا بھی قصور ہے، استادوں کا بھی۔ استاد اگر ہمدردی اور محبت سے طلباء کی اصلاح کے لیے یہ چاہیں کہ ہمارے طالب علم کے اخلاق درست ہوجائیں۔ ان کی تعلیم ٹھیک ہوجائے، اس پر مار پیٹ بھی کریں۔ تنبیہات بھی کریں۔ ممکن ہے کہ ایک آدھ دفعہ کسی کو ناگوار بھی ہوجائے۔ لیکن جب ان کو معلوم ہوگا کہ اس کو کوئی غرض نہیں، ہماری محبت میں کرتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ یہ طریقہ جاتا رہا۔ کالجوں اور اسکولوں کا سا طرز ہوگیا۔ مدرس نے پڑھایا اپنے گھر چلا گیا۔ اور طالب علم نے پڑھا اپنے حجرہ میں چلا گیا۔ کسی کو دوسرے سے واسطہ نہیں۔

غرض یہ ہے کہ انذار وہ چیز ہے جس سے ہمدردی اور شفقت اور بڑھتی ہے۔ قرآن نے اس کو اختیار کیا وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ، انذار کرو اپنی قوم کو ان کو تبلیغ کرو۔ تبلیغ بھی بشکل انذار، یعنی ہمدردی اور شفقت کے ساتھ ان کو دین کے مسائل پہنچاؤ۔

طلبہ کی افسوس ناک صورت حال

آج کل بڑی افسوس ناک صورت ہے، اوّل تو ہمارا اہل علم طبقہ طالب علمی کے زمانے میں کچھ سیکھتا سکھاتا نہیں۔ بہت بڑا عنصر تو ہمارا نکما نکل رہا ہے۔ بڑی افسوس ناک حقیقت ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ اسی برس کی عمر ہے، بال سفید کئے آپ ہی لوگوں میں، بچپن میرا مدرسہ میں گزرا ہے۔ میں وہ تنہا شخص ہوں جس نے بچپن کا کھیل بھی مدرسہ میں کھیلا۔ میں چار پانچ سال کی عمر سے بزرگوں کی صحبت، اساتذہ کی صحبتوں میں دارالعلوم میں طلباء میں رہا ہوں۔ عمر اسی میں گزری ہے، اسی میں پڑھا، اسی میں پڑھایا اور اسی میں اسی سال گزارے۔ اس واسطے میں عرض کرتا ہوں، تجربہ یہ ہے کہ آج طالب علموں کا تقریباً پچھتر فی صد عنصر محض ناکارہ ہے، نہ دین کا نہ دُنیا کا، نہ علم دین، نہ علم دنیا کا کوئی علم نہیں۔ اس کو کچھ آتا ہی نہیں۔

قصہ سارا یہ ہے کہ یہ عذاب ہے ہمارے اوپر، آتے ہیں وہاں سے عمر گنوا کر، ڈاڑھی نکل آئی ہے، اونچے قد کے ہوگئے ہیں۔ بیس سال کی عمر ہے، آئے ہیں چلو بھئی مولوی بنیں گے۔ اب تک تم نے پڑھا کیا ہے؟ نہ قرآن ان کو آتا ہے نہ لکھنا پڑھنا آتا ہے اور نہ حساب کتاب آتا ہے، نہ آدمیت کی کوئی چیز آتی ہے۔ انسانیت کے جو روزمرہ کے افعال و عادات ہیں وہ بھی ٹھیک نہیں آتے اور ہمارے پاس مولوی بننے کے لیے آگئے۔ اس کو دھکا دیں کہ نہیں پڑھاتے۔ یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ جب دین کا علم پڑھنے آیا ہے تو اس کو بتانا چاہیے۔ بتا دیں تو کس طرح بتا دیں؟ عربی میں اس کو داخل کیا، اس کو فارسی نہیں آتی حساب نہیں آتا، کتاب نہیں آتی، چار سطریں اپنی درخواست کی نہیں لکھ سکتا۔ ایسا مال ہمارے ہاتھ آتا ہے۔ علم کی محنت ان پر کرتے ہیں، نتیجہ بالکل اکارت، نتیجہ کچھ نہیں۔

تعلیم کے ساتھ صحیح تربیت

ہمارا اپنا اصول یہ تھا کہ بچپن سے پہلے قرآن مجید پڑھایا۔ بچہ قرآن پڑھ کر فارغ ہوا تو فارسی درجہ میں داخل ہوا۔ فارسی، ریاضی، حساب و کتاب یہ ساری چیزیں جو میٹرک تک کی تعلیم ہے وہ ہمارے درجہ فارسی تک میں پڑھائی جاتی تھیں۔ میٹرک تک کی تعلیم میں نے خود سیکھی ہے۔ حساب جو آج بی اے تک حساب ہے وہ میں نے پڑھا ہے۔ اقلیدس میں نے پڑھی ہے۔ اس طرح مساحت کا کام جس کا آج کل بہت بڑا محکمہ بنا ہوا ہے وہ میں نے سیکھا۔ پانچ سال کے کورس میں سب چیزیں سیکھیں، عربی کا ابھی نام تک نہیں پڑھا تھا۔ اس کے بعد جا کر عربی میں داخل ہوا۔

تو بھئی کچھ تھوڑا بہت سلیقہ جو کام کرنے کا آیا جس کام کی نوبت آئی اللہ نے رسوا نہیں کیا۔ جس کام کی طرف چل پڑے اللہ تعالیٰ نے اس کام میں مدد کی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایک کام کو شروع سے کیا، ہمارے پاس آتے ہیں وہ لوگ جن کو پہلے سے کچھ نہیں آتا۔ کوئی چیز سیکھ کر نہیں آتے۔ قرآن کا تلفظ تک ٹھیک نہیں، لکھنا نہیں آتا۔ حساب نہیں آتا۔ کوئی چیز نہیں آتی۔ اب ہم اگر ان کو عربی پڑھائیں، بڑی مصیبت سے پڑھا دی لیکن ہوتا کچھ نہیں اس واسطے اس کا نتیجہ بڑا مشکل یہ ہے کہ پچھتر فیصد مال تو ہمارا یہاں سے بالکل بیکار نکلتا ہے نہ دین کے کام کا نہ دُنیا کے کام کا سوائے اس کے کہ وہ کسی مسجد کا مؤذن بن جائے، امامت کے بھی قابل نہیں ہوتا۔

پیغمبرانہ طریق اصلاح اور ہم

کرنے کا کام تو یہ ہے جو قرآن نے بتایا "**وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ**" مقصد زندگی بنانا ہے اس بات کو کہ یہ امانت اللہ اور اللہ کے رسول کی ہم تک پہنچی ہے جس کا نام وراثتِ نبوت ہے۔

العلماء ورثة الانبياء۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ یہ انبیاء کی وراثت آپ کو ملی

ہے۔ یہ اُمت کو پہنچانی ہے اور پہنچانی بھی شفقت اور ہمدردی کے ساتھ۔ انذار کے لفظ سے اشارہ کردیا اس بات کی طرف کہ شفقت و ہمدردی کے ساتھ یہ اُمت کو پہنچانی ہیں۔

اب ہمارے ہاں تو معاملہ رو کھا ہے۔ انذار کرنے والے کہاں سے لادیں اول تو جیسا میں عرض کر رہا ہوں ادھر دھیان ہی نہیں ہوتا، تبلیغ کی طرف نہ دوسروں کو سکھانے کی طرف دھیان ہوتا ہے۔ سینکڑوں میں کوئی ایک ایسا نکلتا ہے جسے دوسروں کی تعلیم و تبلیغ و اصلاح کی فکر ہوتی ہے۔ اس میں ایک اور روک شیطان نے لگادی۔ وہ یہ کہ جو انذار کا لفظ قرآن کریم نے اختیار کیا تھا اس کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ قرآن کی تعلیم کا حاصل انذار کے لفظ سے یہ ہے کہ لوگوں کو پیغمبرانہ تعلیم دو، پیغمبروں کی طرح سے، تشدد کے الفاظ نہ بولو۔ اشتعال نہ پیدا کرو۔ تمہارا جو مخالف ہے، مخالف عقیدہ رکھتا ہے، مخالف رائے رکھتا ہے، تمہارے خلاف ہے، اس کو دعوت دو قریب کر کے، انذار کے طریقے پر...... اور انذار اس کا نام ہے کہ شفقت و ہمدردی کے ساتھ یہ بات کہ کسی طرح سے یہ درست ہو جائے۔ صحیح عقیدہ کو مان لے، اس طرح سے پہنچاؤ، اس کا تو دُنیا میں بالکل قحط ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی وسعت ظرفی

سارا قرآن پیغمبروں کی تعلیم سے بھرا ہوا ہے، حضرت ہود علیہ السلام کا غالباً واقعہ ہے:

اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ

''ہم تو تم کو بے وقوف سمجھتے ہیں اور جھوٹا بھی سمجھتے ہیں۔''

اس سے بڑی گالی اور کون سی ہوگی۔ مہذب گالی اس سے بڑی اور کونسی ہوگی کہ تم بے وقوف بھی ہو اور جھوٹ بولنے والے بھی ہو۔ پیغمبر کیا جواب دیتے ہیں؟ اگر تمہیں کوئی دوسرے فرقہ کا آدمی کہہ دے تو کیا جواب دو گے؟ باپ دادا تک کی خبر لے لو گے۔ لیکن پیغمبر نے کیا جواب دیا؟ قرآن کے الفاظ دیکھو وہ تو کہہ رہے ہیں: ''اِنَّا لَنَرٰكَ

فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ پیغمبر نے جواب دیا "لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ" اے میری برادری! ان کو خطاب کرتے ہیں اپنی شرکت کے ساتھ کہ میں تم ہی میں سے ایک ہوں، تم میری برادری ہو اور میرے بھائی ہو۔ یاقوم!

"اے میری برادری! لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ اسے سمجھو! میں بے وقوف نہیں ہوں۔ وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یہ ہے سیدھا سادا جواب، گالی کا جواب۔ سارا قرآن ایسی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو تلقین فرمائی۔ انہوں نے کہا لَاَرْجُمَنَّكَ ہم تمہیں سنگسار کردیں گے۔ تم ہمارے الٰہ کا انکار کرتے ہو اور ہمارے معبودوں کا اور بتوں کا انکار کرتے ہو۔ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ۔ اگر تو ہمارے بتوں کو برا کہنے سے باز نہیں آئے گا تو ہم تمہیں سنگسار کردیں گے۔ اور چلے جاؤ نکل جاؤ۔ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا۔ اور زمانہ دراز کے لیے یہاں سے نکل جاؤ۔ باپ نے یہ کہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک باپ کو کیا جواب دیتے ہیں:

سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا

"کہ میں اللہ سے آپ کے لیے استغفار کروں گا، وہ مجھ پر مہربان ہے۔"

یہ طریقہ اختیار کرو۔ یہ ہے، پیغمبرانہ طریق دعوت جو علم دین کے حاملین کا شعار ہونا چاہیے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان........... ⑧

ایک علمی تقریر

{خطاب}

حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

آج دنیا کے کسی مذہب کے پاس نہ اس کی آسمانی کتاب محفوظ ہے نہ اس کے کسی نبی ورسول کی سیرت محفوظ ہے، اور نہ رواۃ ورجال کا سلسلہ محفوظ و منضبط ہے۔

یہ شرف مسلمان کو حاصل ہوا ہے کہ اس کی آسمانی کتاب بھی محفوظ ہے، سینوں میں بھی، سفینوں میں بھی، ان کے نبی ﷺ کی سیرت کا ایک ایک صفحہ، ایک ایک سطر اور ایک ایک حرف محفوظ ہے، اور رواۃ ورجال کا ذخیرہ بھی مرتب ہے۔ اسی لیے تو فرمایا گیا تھا لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ اسی لیے فرمایا گیا اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

پیریگراف از بیان حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود گنگوہیؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

تمہیدی کلمات

حضرات میں نہ تو صاحب علم ہوں اور نہ مقرر ہوں۔ دارالعلوم میں چند سال رہا ضرور ہوں۔ مگر میں نے یہاں پڑھا لکھا کچھ نہیں اس لیے کہ دارالعلوم میں جتنے بھی حضرات تھے وہ حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے متوسلین و منتسبین میں تھے۔ انہوں نے غایت تلطف کی نگاہ سے دیکھا اور جس طرح ناز پروردہ اولاد نالائق رہتی ہے میں بھی ان حضرات کے غایت تلطف میں رہ کر جیسا نالائق آیا تھا ویسا ہی واپس ہوگیا۔ البتہ علم کی عظمت اور علماء کی وقعت تو میرے سینہ میں کسی راسخ فی العلم سے کم نہیں ہے مگر جہاں تک علم کا تعلق ہے افسوس کہ وہ مجھے نہیں آیا۔

اکبر کا پر لطف لطیفہ

مجھے حیا آرہی ہے کہ اس علماء وطلباء کے مجمع میں آپ سے خطاب کروں مجھے اکبر کی بات یاد آگئی۔

اکبرالہٰ آبادی کوکسی نے باہر سے لکھا کہ یہاں ایک مولوی صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اکبر میرے شاگرد ہیں۔ حضرت اکبر نے اس کے جواب میں لکھا کہ مولوی صاحب سچ فرماتے ہیں، جس زمانہ میں مولوی صاحب یہاں تھے تو میں ان سے علم سیکھتا اور وہ مجھ سے عقل۔ مگر ہم دونوں کی بدقسمتی کہ نہ مجھے علم آیا نہ انہیں عقل۔

بزرگو! ایسے ہی میرا حال ہے لیکن وہ حدیث سامنے آگئی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَا اَوْعَالِمٌ اَوْمُتَعَلِّمٌ

کہ یہ دنیا اور دنیا میں جتنی بھی چیزیں ہیں یہ سب قابل لعنت ہیں سوائے اللہ کے ذکر کے اور اس کے متعلقات کے اور عالم و طالب علم کے" اور یہ مؤتمر یقیناً علم و ذکر کے علاوہ میں داخل ہے۔ کیونکہ علاوہ کے اندر بڑی وسعت ہے اور اس کے ساتھ پھر عالم اور طالب علم۔

حضرت گنگوہیؒ کے یہاں علماء کی قدر

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ حضرت گنگوہیؒ کے یہاں ایک بڑا مجمع علماء کا مہمان تھا اور اتفاق سے نواب چھتاری بھی آئے تھے۔ دستر خوان جب بچھنے لگا تو حضرت شیخ الہند۔ آہستہ سے دستر خوان سے کھسکنے لگے اس خیال سے کہ بھائی نواب صاحب حضرت کے تو مرید ہیں۔ اور معتقد بھی ہیں۔ ہم مولوی ملاؤں، کھدر پوشوں، چٹائی پر بیٹھنے والے، دو پلی اوڑھنے والے لوگوں کے ساتھ کھانا کھانا نواب صاحب شاید پسند نہ کریں، گھر کی بات ہے ہم پھر کھالیں گے۔ نواب صاحب ہیں گورنروں، وائسراؤں کے ساتھ کھانا کھانے والوں میں۔ حضرت نے اسے محسوس کرلیا فوراً فرمایا۔ میاں مولوی محمود حسن آپ کہاں چلے بھائی آپ کے ساتھ کھانا کھانا ہے اگر نواب صاحب کو ناگوار ہوگا تو نواب

صاحب دستر خوان سے اُٹھ جائیں گے۔ مجھے نواب صاحب سے کیا لینا ہے؟ آپ لوگوں کے ساتھ میری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ آپ ہی تو میرے اصول وفروع ہیں۔

در برم از سر گیسوئے تو تارے تا سایہ کند برسر من روز قیامت

آپ ہی ہمارے اصول وفروع ہیں

بھائی تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلے۔ حضرت شیخ الہندؒ جلدی سے بیٹھ گئے کہ حضرت کچھ اور نہ فرمائیں۔ مگر حضرت تو فرما چکے جو فرمانا تھا۔ تو بزرگوار! یہ عالم اور طالب علم، آپ حضرات علماء اور طلبا یہاں جمع ہیں۔ آپ ہی ہمارے اصول وفروغ ہیں۔ ہم آپ سے واسطہ نہ رکھیں، تعلق نہ رکھیں، ربط نہ رکھیں تو کس سے رکھیں اور آپ ہی ہمارے لیے وجہ جذب اور کشش نہ ہوں گے تو اور کیا چیز ہوسکتی ہے۔ اب میں سوچتا ہوں کہ بیان کیا کروں۔ ذہن میں آتا ہے کہ یہ ایک علمی مرکز ہے۔ کچھ علم ہی کے متعلق آپ حضرات کے سامنے عرض کروں۔

فضیلت علم

دیکھئے آپ یہ خیال فرمایئے کہ اس امت کا نبی ﷺ ہی اللہ کی صفت علیم وخبیر سے سیراب ہوا اس لیے اس کا خصوصی معجزۃ الکتاب قرآن مقدس علم الاولین والاخرین ہے۔ اسی لیے اس کی امت میں علم وعلماء کی کثرت ہے۔ مصنفات ومؤلفات کی کثرت ہے، علم وفنون کی کثرت ہے۔ اور یہ کلیہ مشہور ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندے کو عقل سے بڑھ کر کوئی زینت نہیں عطا کی۔

علم ایک مرکزی صفت ہے

اور دیکھئے واقعہ یہ ہے کہ علم ایک مرکزی صفت ہے بہت سی صفات ہیں وہ آپس

میں مختلط ہوجاتی ہیں لیکن علم ایک ایسی صفت ہے جو ان کے درمیان خط امتیاز کھینچ کر سب سے الگ الگ کردیتی ہیں۔ ہوسکتا ہے ایک شخص ایک عمل کو دیکھتا ہو اور سمجھتا ہو کہ یہ شجاعت ہے اور واقعتا وہ قلبی قسادت ہو، ہوسکتا ہے کہ سمجھتا ہو یہ سخاوت ہے مگر وہ اسراف وتبذیر ہو، ہوسکتا ہے کہ ایک عمل کو مسامحت ہے اور واقعتا وہ مداہنت ہو۔ علم ان کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیتا ہے جس سے ہر چیز الگ الگ ہوجاتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہ کی چار صفات ہیں اور چار ہی کمالات ہیں۔ صفات اربعہ خاصہ حیات، علم قدرت، قیومیت۔

کمالات اربعہ خاصہ

طالب علم میری بات غور سے سنیں، اور کمالات اربعہ خاصہ ابداع، خلق، تدبیر، تدلی دیکھیے یہاں حیات کے بعد سب سے پہلے علم ہی ہے اور علم ہی سے ناشی ہے قیومیت بھی اور علم ہی سے ناشی ہے ابداع بھی، خلق بھی، تدبیر بھی تدلی بھی، علم دراصل ایک مرکزی صفت ہے تمام صفات اپنی کارگزاری میں صفت علم ہی کی محتاج ہیں اور خود صفت علم اپنی کارگزاری میں کسی صفت کی محتاج نہیں۔ شاید کوئی شخص یہ کہے کہ صفت علم اپنی کارگزاری میں صفت عقل کی محتاج ہے اسی لیے مشہور ہے کہ ایک من علم را دہ من عقل باید مگر ایسا نہیں ہے۔ عقل تو درحقیقت اس کا محل ہے۔ اس لیے ذوی العقول میں علم کا سوال پیدا ہوتا ہے غیر ذوی العقول میں نہیں۔

ایک علمی نکتہ

ایک خاص بات ملاحظہ ہو وہ یہ کہ علم نبوت اور صدیقیت کے قبیل سے ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا

اوراس میں دوقوتیں رکھیں۔ایک قوت عاقلہ، ایک قوت عاملہ، عاقلہ کا کمال نبوت ہے اور عاملہ کا کمال عصمت ہے۔وہ بھی انبیاء علیہم السلام کے لیے ثابت ہے پھر چونکہ نری قوت عاقلہ اور عاملہ قوت کافی نہیں تھی۔اس لیے کہ عقل مجرد کا وجود اس دنیا میں پایا ہی نہیں جاتا۔اقبال نے خوب کہا تھا کہ۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں

حضرت تھانویؒ کی بات

مجھے حضرت تھانویؒ کی بات یاد آتی ہے حضرت نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ بھائی جب ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے حالات دیکھتے ہیں اور پڑھتے ہیں، جب حضرات صحابہؓ کرام کی سوانح حیات دیکھتے ہیں اور پڑھتے ہیں تو یہ تمنا پیدا ہوتی ہے کہ کاش ہم بھی اس دور پر سعادت میں ہوتے اور ہم بھی کو کبہ جمال نبوت دیکھتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہمیں اس کی توقع نہیں ہے کہ اگر ہم اس زمانہ میں ہوتے تو کون سے کیمپ میں ہوتے حزب مخالف کی صف میں ہوتے یا حزب موافق کی اس لیے کہ حضرات صحابہؓ جن مصائب سے جن شدائد سے جن مضائق سے دوچار ہوئے ہمیں امید نہیں کہ ہم ان مضائق سے گزرتے تو ثابت قدمی کے ساتھ گزرتے بس ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے ہم کو تقلیدی مسلمان بنایا۔خدا کرے کہ ہم تحقیقی مسلمان بھی بن جائیں۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو استدلالی مسلمان بنایا خدا کرے کہ ہم وجدانی اور کشفی مسلمان بن جائیں۔

حضور ﷺ کی امت میں ہونا اللہ کا خصوصی فضل ہے

اور یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے ایک ایسے نبی کی امت میں پیدا کیا جن

کی تربیت ہی صفت علیم وخبیر کے ساتھ کی گئی ہے۔ سید الانبیاء والمرسلین اور خاتم الانبیاء المرسلین کی امت میں پیدا کیا۔ خیر امت ہم کو بنایا یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا امتی ہونا جن کا وصف خاص ہی علم وخبر ہے ایک بہت بڑا فخر بہت بڑی سعادت اور بہت بڑا فخر ہے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ قرآن مقدس عطا ہوا اور صفت علیم وخبیر سے آپ کی سیرابی کی گئی۔

قرآنی علوم

بزرگو! یہ صحیفہ مقدس قرآن مجید، جو ہم کو عطا ہوا اگر اس کی غایت ترتیب وتلخیص کی جائے تو یہ صرف ذکر ہے، وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ فرمایا گیا اور ذکر بمعنی التذکیر بھی آتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ التذکیر کی تین اقسام ہیں اَلتَّذْكِيْرُ بِآلَاءِ اللّٰهِ. اَلتَّذْكِيْرُ بِأَيَّامِ اللّٰهِ. اَلتَّذْكِيْرُ بِالْمَوْتِ وَ بِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، اور فرمایا کہ التذکیر بآلاء اللہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ طبیعات پر آدمی کی نظر نہ ہو۔ اور اَلتَّذْكِيْرُ بِأَيَّامِ اللّٰهِ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ تاریخ پر آدمی کی نظر نہ ہو۔ قوموں کے عروج و زوال، ارتقاء وانحطاط سے واقفیت نہ ہو اور اَلتَّذْكِيْرُ بِالْمَوْتِ وَ بِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ کتاب مقدس ومبین اور سنت نبوی ﷺ پر پوری نظر نہ ہو۔

قرآن مقدس پانچ امور پر مشتمل ہے

اور حضرات اگر اس کتاب مقدس ومبین کی ذرا وسیع معنی میں تلخیص کی جائے تو یہ پانچ امور پر مشتمل نظر آتا ہے۔

☆ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ ؕ

★ هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

★ كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

★ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ

★ ان علیك الا البلاغ فهل علی الرسول الا البلاغ . وما علینا الا البلاغ . یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ

یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں خطاب عام فرمایا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ **الا هل بلغت** کیا میں نے پہنچا دیا؟ ہر طرف سے آواز بلند ہوئی ''بلی یا رسول اللہ'' آپ نے آسمان کی طرف انگشت شہادت اُٹھا کر عرض کیا ''**اللهم اشهد اللهم اشهد**'' اے اللہ! گواہ رہیو، گواہ رہیو، کہ میں نے آپ کے بندوں کو وہ سب کچھ پہنچا دیا جو آپ نے مجھ پر نازل فرمایا۔''

مقاصد نبوت

ان پانچوں میں نمبر اول کو مقصد نبوت بنا کر متعدد مقامات پر بیان فرمایا گیا، کہیں فرمایا۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ.

کہیں فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ،

کہیں فرمایا هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ، ان آیات سے مقاصد نبوت چار معلوم ہوئے۔ تلاوت کتاب، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ نفوس

رجال امت کی خدمات

تمام صحابہؓ وتابعین، اتباع وتابعین، فقہاء ومحدثین اور اس کے بعد محققین صوفیاء نے اپنی عمریں انہی مقاصد کی خدمت میں گزاریں۔ مقصد اول تلاوت کتاب اس کی تکمیل حضرات قراء نے فرمائی تجوید وقرأت اس کی شرح وایضاح ہیں۔

مقصد دوم یعنی تعلیم کتاب اس کی تکمیل حضرات مفسرین نے فرمائی۔

تعلیم حکمت: اس کی تکمیل حضرات فقہاء اور محدثین نے فرمائی، اس لیے کہ فقہاء ہی اعلم بالسنۃ ہیں رہا تزکیہ نفوس اس کے حامل حضرات صوفیاء کرام ہوئے۔ پھر حضرات محدثین نے الفاظ حدیث کی حفاظت فرمائی اور رواۃ ورجال کی تحقیق اور جرح وتعدیل کے اصول وضع کیئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ رواۃ ورجال کے کوائف کا ذخیرہ مرتب کیا جو انہیں زندہ جاوید بنا گیا۔

صرف مسلمان کا شرف ہے کہ قرآن بھی محفوظ ہے اور سیرت بھی محفوظ ہے

آج دنیا کے کسی مذہب کے پاس نہ اس کی آسمانی کتاب محفوظ ہے نہ اس کے کسی نبی اور رسول کی سیرت محفوظ ہے اور نہ رواۃ ورجال کا سلسلہ محفوظ ومنضبط ہے۔ یہ شرف مسلمان کو حاصل ہے کہ اس کی آسمانی کتاب بھی محفوظ ہے، سینوں میں بھی سفینوں میں بھی، ان کے نبی ﷺ کی سیرت کا ایک ایک صفحہ ایک ایک سطر اور ایک ایک حرف محفوظ ہے، اور

رواۃ ورجال کا ذخیرہ بھی مرتب ہے اسی لیے تو فرمایا گیا تھا۔ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ اسی لیے فرمایا گیا کہ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

اور ایک خاص احتیاط ملاحظہ ہو:

طالب علم غور سے سنیں کہ نزول وحی کے وقت خاص طور پر اپنے محبوب نبی ﷺ کے تمام ظاہری حواس اور دواعی کو معطل کرنا پسند کیا گیا۔ تاکہ مراد حق غیر مراد حق سے مختلط نہ ہو جائے۔ پھر محدثین نے الفاظ حدیث کی حفاظت فرمائی اور فقہاء نے معانی حدیث کی حفاظت فرمائی اس طرح احکام بھی محفوظ ہو گئے اور زنادقہ روزگار اور ملاحدہ روزگار اور تجدید پسندوں کی دست و برد سے ہمیشہ کے لیے صیانت ہو گئی۔ اللہ اکبر۔

حضرات صوفیاء کی خدمات

اب رہا تزکیہ نفوس اس کے حامل صوفیاء کرام ہوئے کہ جنہوں نے اس نسبت احسانی کی پاسبانی کی اور قلوب کے تصفیہ، تزکیہ، تجلیہ اور تطہرہ سے اصلاح سیرت واخلاق کی ذمہ داری لی اور رسوخ فی الذکر کے ساتھ تہذیب اخلاق اور اکتساب احسان کو اپنا موضوع قرار دیا۔ قرون اولیٰ میں یہ خود بخود میسر تھا مابعد القرون میں ایک مستقل شعبہ بنا۔

علم تصوف کی جامعیت مطلوب ہے

اور ایک خیر امت نے تو اس کو ایک نہایت خوبصورت سلسلۃ الذہب میں مرتب کر کے دکھلایا۔ فرمایا لا دین الا بالعلم ولا علم الا بالکتاب ولا کتاب الا بمرادہ سبحانہ وتعالیٰ ولا یتبین مرادہ الا سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا یتصنح السنۃ الا بکلام الفقہاء ولا یفید کلام الفقہاء الا بالانصباغ ولا یلوح الانصباغ الا بالتزکیۃ ولا یتاتی التزکیۃ

الا بمعیۃ الشیوخ ولا ولا المعیۃ الا بتباعھم ۔۔ اس لیے بزرگوں کی بیویاں باوجودیہ کہ ان کو قرب ومعیت حاصل ہوتی ہے لیکن چونکہ وہ قرب ومعیت مشروط ومقید بالاتباع ہے اور وہ انہیں نصیب نہیں ہوتا اسی وجہ سے اکثر کورے کے کورے بلکہ کور رہتے ہیں۔ اب دیکھئے ایک طرف تو یہاں علماء کو توفیق ہوگئی کہ نرے علم پر نازاں نہ ہوں۔ نرا علم خشک کھجور کی طرح ہے دوسری صوفیاء کو بھی تنبیہ ہوگئی کہ جب تک علم نہیں کچھ نہیں، اس لیے کہ علم سابق المعرفت نہیں مگر معرفت سابق العلم ہے۔

جس نے علم ظاہر وباطن کو جمع کرلیا وہ تحقیق کے مرتبہ پر پہنچ گیا

حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جس زمانہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضر ہوئے تو گویا یہ شعر پڑھتے ہوئے آئے۔

تیری نظر میں ہیں تمام میرے گذشتہ روز و شب
مجھ کو نہ تھی خبر کہ ہے علم نخیل بے رطب
تازہ میرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا
عشق تمام مصطفی عقل تمام بولہب

دونوں کو جمع کرنے کی ضرورت ہے بعض بزرگوں نے کہا ہے **من نفقه ولم یتصوف فقد تقشف** جس نے تفقہ حاصل کیا یعنی علم ظاہر اور تصوف حاصل نہیں کیا وہ ذرا خشک سا رہے گا۔ تصوف کے نام سے بعض لوگوں کو چڑ ہے۔ آپ اسے احسان و تزکیہ کہہ لیجئے اور جس نے تصوف تو حاصل کیا احسان وتزکیہ کی طرف تو کچھ چلا'' لیکن علم ظاہر حاصل نہیں کیا وہ زندیق ہو کر رہے گا اور جس نے دونوں کو جمع کرلیا وہ تحقیق کے مرتبہ پر پہنچ گیا۔ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی کے یہاں مہمان بن کر گیا تھا میزبان نے اس سے کہا میرے بھائی یہاں کچھ تھوڑا سا دودھ ہے اور کچھ گھی ہے آپ دودھ سے روٹی کھانا پسند کریں گے یا گھی سے'' مہمان تھا بڑا ہوشیار، کہا میں تو گھی سے

چپڑ کر دودھ سے کھاؤں گا۔

دودھ کی فوقیت گھی پر

حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں درس میں طالب علموں نے ایک دفعہ سوال کیا کہ حضرت علم ظاہر بہتر ہے یا علم باطن اور یہ سوال دراصل اس سے متاثر ہو کر کیا کہ بعض جاہل صوفیاء کہا کرتے ہیں کہ علم ظاہر محض ایک حجاب ہے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ تمہیں بتلاؤں دودھ بہتر ہے یا گھی! طالب علم بہت خوش ہوئے کہ مطلب کی بات ہوئی۔ کہا ہاں حضرت گھی بہتر ہے۔ حضرت نے فرمایا گھی بہتر ہوتا تو جنت میں دودھ اور شہد کی نہر تو ہے گھی کی بھی نہر کوئی ہوتی! کتنا معقول جواب ہے۔

دودھ میں اجزاء ہیں

اور فرمایا یاد رکھو دودھ کے اندر تین چیزیں ہیں۔ اگر یہاں اطباء موجود ہوں گے تو میری تصدیق کریں گے۔ دودھ میں تین جز ہیں ایک مائیت ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ فرمایا دوسرے اس میں جبنیت ہے یعنی دودھیت ولبنیت جو موجب تغذیہ ہے تیسرے اس میں ہلکی سی دسومت اور روغنیت ہے جو بدن کی بھٹی میں جلنے کے کام آئے اگر کوئی شخص ساری عمر دودھ ہی دودھ پیتا رہے تو اس کے تغذیہ کے لیے کافی ہے لیکن اگر گھی کھانا شروع کرے تو دو تین وقت سے زیادہ نہیں کھا سکتا کہ اس کے ہضوم اربعہ بگڑ جائیں گے۔ مجھے یاد آیا ایک جوان لڑکا اٹھارہ بیس سالہ بہت مضبوط مجسٹریٹ نے اس کو کسی جرم میں جیل کی سزا کر دی تو وہ مجسٹریٹ کے قدموں میں گر پڑا اور کہا کہ سرکار جی مجھے جیل کی سزا نہ دیں اور جرمانہ جتنا چاہیں کر دیں۔ کہا کیوں؟ اس نے کہا جب سے پیدا ہوا ہوں دودھ کے سوا کچھ نہیں کھایا پیا۔ میرے باپ نے پچاس بھینسیں

میرے لیے ریزرو کر رکھی ہیں کہ اگر پچیس دودھ سے بھاگیں گی تو پچیس تو رہیں گی اور جیل میں دودھ مجھے کہاں سے ملے گا میں تو مرجاؤں گا۔

اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ دودھ ہی ایک ایسی چیز ہے جو کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتی ہے۔ سبحان اللہ۔

علم کی اہمیت علماء محققین کی نظر میں

تو بزرگو! آپ اسے خیال فرمایئے حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جو لوگ علم ظاہر کی تحقیر کرتے ہیں وہ واجب القتل ہیں اگرچہ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جو علم باطن کی طرف متوجہ نہیں ہوتے وہ نبوت کی حقیقت کو نام کے سوا جان نہیں سکتے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اور امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں لوگو! اس علم کی قدر کرو یہ پچاس ہزار سال کی مسافت سے تم تک پہنچا ہے حضرت مجدد سرہندی علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ شیخ نظام الدین بلخیؒ کو ایک والا نامہ لکھا اور اس میں تحریر فرمایا کہ میں نے سنا ہے آپ کے یہاں تصوف کی بہت مذاکرت ہوتی ہیں میری رائے یہ ہے کہ تصوف مذاکرت کی چیز نہیں ہے معاملت کی چیز ہے آپ کے یہاں فقہ ظاہر کی مذاکرت ہونی چاہیے چونکہ وہ مذاکرت کی بھی چیز ہے اور مباشرت کی بھی اور اس کے بعد کیسی قیمتی چیز ارشاد فرمائی اہل علم اس کی قدر کریں فرمایا کہ صوفیاء کے علوم احوال ہیں اور احوال میراث اعمال ہیں اور اعمال موقوف علی العلم ہیں اور علم دو مجاہدوں کے درمیان ہے ایک تحصیل علم دوسرا استعمال علم **کانوا یتعلمون الھدی کما یتعلمون العلم سلف صالحین** جس طرح علم حاصل کرتے تھے اسی طرح استعمال بھی سیکھتے تھے۔

ایک واقعہ

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا قول ہے ''احوال میراث اعمال ہیں'' پر مجھے ایک واقعہ

یاد آیا۔ ہمارے حضرت گنگوہیؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس قطب العالم قدس سرہ ایک دفعہ عشاء کے بعد اپنے کسی مرید سالک کو ذکر حدادی تعلیم کرنے کے لیے اٹھے حدادی میں کیا ہوتا ہے لا الہ پر کھڑے ہوگئے اور الا اللہ پر بیٹھ گئے۔لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ یکسوئی پیدا کرنے کا ایک طریقہ ہے تو حضرت نے جو بتلایا اور تعلیم کرنا شروع کیا اپنے اس سالک طالب کو تو خود اس میں اس قدر گویا استغراق ہوگیا کہ ساری رات گزر گئی صبح کو اذان پر حضرت کو اس حالت سے افاقہ ہوا۔ حضرت گنگوہیؒ نے یہ واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ اکبر جس شخص کا ذکر کرتا ہوں کبھی اتفاق سے سفر کی نوبت آجائے اور دس بارہ گھنٹے ریل میں گزر جائیں تو جب گھر آتا اور سوتا ہوں تو چونکہ میرا ذکر لمبا ہوگیا اور میرا حال بھی لمبا ہوجاتا ہے کہ ساری رات سوتے ہوئے میں چھکا چھک چھکا چھک ہی کی آواز سنتا رہتا ہوں میرا ذکر لمبا ہوگیا تو میرا حال بھی لمبا ہوگیا، یہ بالکل ظاہری نفسیاتی چیز ہے اعتیادی طبعی بات ہے اور میں تو کہتا ہوں ہمارا پورا تصوف اور طریقت یہ بالکل علم النفس اور نفسیاتی فنی چیز ہے۔

احوال میراث اعمال ہیں

پھر فرمایا یاد رکھنے کی چیز ہے طلباء اسے محفوظ رکھیں کہ صوفیاء کے علوم ہیں احوال اور احوال ہیں میراث اعمال اور اعمال ہیں موقوف علی العلم اور علم ہے دو مجاہدوں کے درمیان ایک تحصیل علم، ایک استعمال علم جچی تلی بات ہے۔

اور امام غزالیؒ نے جہاں یہ چیز لکھی ہے کہ جو شخص علم ظاہر کا انکار کرے وہ واجب قتل ہے۔وہیں پر یہ ارشاد بھی فرمایا: **فمن لم یرزق منه شیئا بالذوق فلیس یدرك حقیقة النبوة وخاصیتها** اور ان طریق صوفیاء وطرق معمول ومتداول بین الصوفیہ پر عمل کرنے سے مجھے نبوت کی حقیقت اور اس کی خاصیت کا علم ہوا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ⑨

طلباء کے اوصاف

{بیان}

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

جامعہ عربیہ ہتھورا میں شروع سال میں طلبہ واساتذہ میں کی گئی
حضرت قاری صاحبؒ کی جامع تقریر، بصد شکر صاحب مجالس صدیق۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

لیکن ......جس زمانے میں واقعی علم کے حریص ہوا کرتے تھے ان کا بھی حال یہی ہوتا تھا کہ تھکنا جانتے ہی نہ تھے، جتنی مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں وہ سب ان کے لیے آسان تھیں، بس ایک ہی دھن لگی رہتی تھی کہ علم آجائے، وطن سے آتے تو برسوں بعد واپس جاتے، جنگل کے پتے کھا کھا کر، روٹی کے سوکھے ٹکڑے پانی میں بھگو کر، مولی کے پتے کھا کر گذر کرتے اور علم دین حاصل کرتے تھے۔

ہزاروں واقعات، اسطرح کے ہیں، نہ رہنے کا ٹھکانہ، نہ کھانے کا انتظام، جہاں جگہ مل گئی وہیں قیام کرلیا،

اس طرح مصیبتوں سے علم حاصل کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے کتنا فائدہ پہنچایا ہے، اسی اسی جلدیں لکھ کر چلے گئے جس کا پڑھنا بھی دشوار ہے۔

پیراگراف از بیان عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحبؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!
بعد حمد وصلوٰة ! قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم منهوما ن لا يشبعان منهوم فی العلم ومنهوم فی المال اوکما قال علیه الصلوٰة والسلام ۔

خطبہ مسنونہ کے بعد!

دو حریص

یعنی دو حریص کبھی آسودہ نہیں ہوتے ایسے ہیں جن کو کبھی سیرابی نہیں ہوتی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو حریص ایسے ہیں کہ ان کو کبھی آسودگی نہیں ہوتی ایک تو مال کے حریص کو چاہے اس کو کتنا بھی مال مل جائے، دوسرے علم کے حریص کو، مال کے حریص کا حال یہ ہوتا ہے کہ چاروں طرف سے ہاتھ مارنے کی کوشش کرتا ہے ایک دوکان ہے تو کوشش کرتا ہے کہ دوسری بھی دوکان ہو جائے، دو ہیں تو تیسری کی بھی کوشش کرتا ہے، دوکان کے بعد کارخانہ کی فکر کرتا ہے ادھر بھی ہاتھ مارتا ہے ادھر بھی

ہاتھ مارتا ہے، یہ تو تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے، سب ہی لوگوں نے دیکھا ہوگا، اور یہی حال علم کے بھی حریص کا ہوتا ہے، لیکن آج ہم کو مال کے حریص تو بہت دکھائی دیتے ہیں لیکن علم کے حریص نہیں دکھائی دیتے، مال کے حریص کو تو واقعی کبھی بھی آسودگی نہیں ہوتی اور علم کے حریص کو نہ معلوم کیسے آسودگی ہو جاتی ہے۔

حرص کی علامت

مال کا حریص ایسا ہوتا کہ کبھی تھکنے کا نام نہیں جانتا، اس کو ہر وقت مال ہی کی دھن لگی ہوتی ہے، مال کی حرص میں وہ سب کچھ بھول جاتا ہے کھانا پینا تک بھول جاتا ہے، لیکن علم کا حریص سب کچھ یاد رکھتا ہے بس علم ہی کو نہیں یاد رکھتا۔

لیکن جس زمانہ میں واقعی علم کے حریص ہوا کرتے تھے ان کا بھی حال یہی ہوتا تھا کہ تھکنا جانتے ہی نہ تھے، چاہے جتنی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں وہ سب ان کے لیے آسان تھا بس ایک ہی دھن لگی رہتی تھی کہ علم آجائے، وطن سے آتے تو برسوں بعد واپس جاتے، جنگل کے پتے کھا کھا کر روٹی کے سوکھے ٹکڑے پانی میں بھگو کر، مولی کے پتے کھا کر گذر کرتے، اور علم دین حاصل کرتے تھے، ایسا بھی ہوا ہے کہ کچھ نہیں ہے تو طباخ کے پاس گئے اور جا کر صرف روٹی کی خوشبو سونگھ لیا کرتے تھے ہزاروں واقعات اس طرح کے ہیں، نہ رہنے کا ٹھکانا نہ کھانے کا انتظام جہاں جگہ مل گئی وہیں قیام کر لیا۔

باوجود فراوانی اسباب کے علم میں زوال ہے

اس طرح مصیبتوں سے علم حاصل کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے کتنا فائدہ پہنچایا ہے، اسی اسی جلدیں لکھ کر چلے گئے جن کا پڑھنا بھی دشوار ہے۔

لیکن آج علم حاصل کرنے والوں کو اتنی آسانیاں ہو گئی ہیں کہ اتنی کبھی نہیں ہوئیں

، آسائش وراحت کے سارے اسباب مہیا ہیں اور آسائشیں بڑھتی ہی جارہی ہیں لیکن بجائے ترقی کے علم میں اتنا ہی زوال آتا جارہا ہے۔

اے عزیز طلباء! اللہ نے تم کو یہاں بھیجا ہے یہاں رہنا اس نے تمہارے لیے مقدر کیا ہے، تمہارے والدین نے تم کو یہاں بھیجا ہے، اور تم خود بھی کچھ سوچ سمجھ کر ہی آئے ہو ایسا نہیں کہ تم کو سیلاب بہالے آیا ہو یا کسی نے تم کو یہاں پھینک دیا ہو، بلکہ کچھ سوچ سمجھ کر تم خود یہاں آئے ہو، اور اللہ نے تم کو اس مدرسہ میں بھیجا ہے۔

مدرسہ کی مثال

مدرسہ کی مثال اسپتال کی سی ہے، جب مریض اسپتال میں بھرتی ہوتا ہے تو کچھ ذمہ داری تو مریض کی ہوتی ہے اور کچھ ذمہ داری عملہ کی ہوتی ہے، اگر مریض اسپتال میں داخل ہوجائے لیکن ڈاکٹر کے بتلائے ہوئے اصول وہدایات کے مطابق عمل نہ کرے بلکہ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق عمل کرے تو مریض کبھی صحت یاب نہیں ہوسکتا، مثلاً ڈاکٹر نے جو دوا تجویز کی وہی دوا استعمال کرے پانی پینے کو بتلایا تو پانی پیئے الغرض ڈاکٹر کی ہر تجویز کے مطابق عمل کرے تب تو فائدہ ہوگا ورنہ نہیں۔

اور ڈاکٹر جو کچھ بھی تجویز کرتا ہے اپنے فائدہ کے لیے نہیں بلکہ اس میں سراسر مریض ہی کا فائدہ ہے مریض ہی کی خیر خواہی ہے اور خیر خواہی کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کے مناسب حال جو معاملہ ہو وہی معاملہ کرے، اب اگر مریض یہ سوچنے لگے کہ ہمارے ساتھ ظلم کیا جارہا ہے ڈاکٹر ہمارے ساتھ بدخواہی کرتا ہے، صبح وشام ہم کو چھیدا جارہا ہے، انجکشن لگ رہے ہیں، میری کوئی خواہش پوری نہیں ہوتی ڈاکٹر میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا، خواہ مخواہ ڈاکٹر سے بدگمان ہوجائے ایسے مریض کو اس ڈاکٹر سے کبھی فائدہ نہیں ہوگا۔

فائدہ اس کو ہوتا ہے جو اصول وقواعد کے تابع ہو جائے

یہی حال مدرسہ کا ہے کہ حالات کے پیش نظر طلبہ کے واسطے کچھ اصول وقواعد مقرر کیئے جاتے ہیں، یہ سب طلبہ کے ہی فائدے کے لیے ہیں، ان پر عمل کرنے سے فائدہ ہی ہوتا ہے، طالب علم اگر یہ سوچنے لگے کہ ہمارے ساتھ ظلم ہو رہا ہے اور یہ اساتذہ ہمارے بدخواہ ہیں ہماری مرضی وخواہش کے مطابق عمل نہیں کرتے تو ایسے طالب علم کو کبھی فائدہ نہیں ہوگا، فائدہ تو اسی کو ہوگا جو ہر سختی برداشت کرنے اور کڑوی دوا پینے کو تیار ہو، ڈاکٹر کی سختی اور کڑوی دوا کو خیر خواہی سمجھنا چاہیے۔

اہل مدرسہ کی ذمہ داری

اسی طرح اسپتال کے عملہ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ کس وقت کون سی دوا پلانی ہے کون سا انجکشن کس وقت لگنا ہے، ڈاکٹر نے جو دوا اور انجکشن جتنے بار اور جس وقت تجویز کیا ہو عملہ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کر سکے اس وقت وہ دوا کھانے کو دے تب تو مریض کو فائدہ ہوگا ورنہ نہیں، اگر عملہ اپنے کام میں سستی کرنے لگے ڈاکٹر نے بتلایا تھا رات میں دوا کھلانے کو، بجائے رات کے صبح کھلا دیا، انجکشن دن میں تین بار لگانا تھا اس میں کوتاہی کی، اگر عملہ اپنی ذمہ داری محسوس نہ کرے تو مریض کو کبھی فائدہ نہیں ہوسکتا۔

یہ اللہ کی تقدیر کا فیصلہ ہے کہ اس نے تم کو یہاں بھیج دیا اب اس کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہیے، اور جب اللہ نے بھیج دیا ہے تو سال بھر تک کے لیے تو طے ہو گیا کہ یہاں سے جانا نہیں ہے، اب اپنے آپ کو مدرسہ والوں کے حوالہ کر دو جو قوانین اور ضوابط مدرسہ والوں نے مقرر کیئے ہیں ان کے مطابق عمل کرنا طے کر لو۔

نماز اور سبق کی حاضری

انہیں اصول میں سے ایک چیز حاضری بھی ہے، یہاں کا یہ معمول ہے کہ درجہ میں سبق کے لیے اور مسجد میں نماز کے واسطے حاضری لی جاتی ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ حاضری ہو یا نہ ہو لیکن نماز میں کوتاہی نہ ہونا چاہیے، سونے کے واسطے کھانا کھانے کے واسطے حاضری اور نگرانی کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ یہ طبعی چیزیں ہیں انسان خود سوتا ہے کھاتا ہے اور اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ طالب علم کی نماز میں حاضری لی جائے، سبق میں حاضری لی جائے؟ یعنی مدرسہ میں آنے کا جو مقصود ہے اس میں حاضری کی ضرورت پیش آئے، مقصود کے لیے تو حاضری لی جائے اور غیر مقصود (یعنی کھانا پینا سونا) آدمی خود کرلے، قرون اولیٰ میں اس کی کہیں نظیر نہیں ملتی کہ درجہ میں طلباء کی اس انداز سے حاضری لی گئی ہو۔

قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی کا واقعہ

حضرت قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی کا واقعہ ہے کہ کبھی بھی ان کے سبق کا ناغہ نہیں ہوا، ایک میل پیدل چل کر آنا جانا آسان کام نہ تھا پھر اس زمانہ میں تو بہت ہی مشکل تھا، رات کو سفر کرنا پڑتا تھا، لیکن کبھی سبق کا ناغہ نہیں کیا۔

پاس میں چراغ تک کے پیسے نہ ہوتے تھے طلبہ رات میں ٹہلتے رہتے تھے جہاں روشنی ملتی وہاں جا کر کتاب دیکھتے تھے، بعض طلبہ یہ کرتے تھے کہ کسی دکاندار سے کہہ دیا کہ میں رات بھر تمہاری دکان کا پہرہ دیا کروں گا ہمارے لیے چراغ کے تیل کا انتظام کردو، پھر رات بھر جاگ کر کتاب دیکھتے، آٹے کی بتی بنا کر چراغ جلاتے اور صبح

اسی آٹے کو کھا لیتے، اس طرح علم حاصل کیا ہے۔

امام شافعیؒ کا واقعہ

امام شافعیؒ ایک دن سبق میں غیر حاضر ہو گئے، استاد کو بہت تعجب ہوا تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس پہننے کے واسطے کپڑے نہیں ہیں، اور جو تھے وہ قرض کی ادائیگی میں چلے گئے، اور یہ قرض ہوا کیسے آج کل کی طرح پکوڑی اور جلیبی کے ناشتہ میں ؟نہیں ضروریات کے لیے آلات علم قلم کاغذ کے انتظام کے لیے قرض ہو گیا، اور قرض کے سلسلہ میں حدیث پڑھی، تو خیال ہوا کہ اگر اس حال میں میرا انتقال ہو گیا تو مقروض ہو کر مروں گا، اس لیے فوراً جس طرح بن پڑا قرض چکا دیا۔

امام شافعیؒ کے استاد نے اپنے کپڑے بھیجے کہ اس کو پہن لیں لیکن غیرت نے اس کو بھی گوارہ نہ فرمایا اور عرض کیا کہ اس کے بدلہ میں مجھ سے کچھ کام لے لیں چنانچہ کتاب کی کتابت وتصحیح کا کام کیا اور وہ کپڑے قبول فرمائے۔

طلبہ کی بدحالی و بدشوقی

کتنے افسوس کی بات ہے کہ تمہارے واسطے اتنی کوششیں کی جاتی ہیں، اتنی مشکلوں سے چندہ کر کے پیسہ جمع کیا جاتا ہے، تم لوگوں کے لیے ہر طرح کی سہولت اور راحت کے تمام اسباب مہیا کئے جاتے ہیں بغیر کچھ کئے کرائے بیٹھے بیٹھے آرام سے کھانا ملتا ہے، گھر میں بھی اس طرح آرام سے کھانا نہیں ملتا بلکہ پہلے گھر کا کچھ کام کرنا پڑتا ہے کاشتکار آدمی کو پہلے بھیس کا چارہ کرنا پڑتا ہے پھر کھانا ملتا ہے، اور بھی گھر کے کام کرنا پڑتے ہیں، یہاں تو کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا، بس پڑے پڑے کھاتے رہو، راحت ہی راحت ہے، لیکن اس پر بھی طلبہ مزید راحت کے طالب ہوتے ہیں، انہی مدارس کا رخ

کرتے ہیں جہاں زیادہ سے زیادہ سہولت اور آسانیاں اور ہر طرح کی آزادی حاصل ہو، آج اس مدرسہ میں تو کل اُس مدرسہ میں سال بھر تک وہ مدرسہ ہی بدلتے رہتے ہیں، اور مدرسہ والوں نے بھی مدرسہ کو دکان بنا رکھا ہے کہ ہمارے یہاں گاہک زیادہ آئیں، ہمارے یہاں طلبہ کی کثرت ہو، اور زائد سے زائد آرام پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ طلبہ خوب آئیں۔

لیکن ان سب آسائش اور راحتوں کے باوجود طلبہ کو جس طرح محنت کے ساتھ علم دین حاصل کرنا چاہیے، اور جو باتیں ان میں ہونا چاہیے وہ نہیں ہیں، کتنے افسوس کی بات ہے کہ دینی مدرسہ اور فجر سے پہلے ایسا معلوم ہو جیسے قبرستان سنسان نہ کوئی تلاوت کرنے والا نہ ذکر کرنے والا، اگر رات میں دیر سے سوئے تو کم از کم فجر کی اذان کے بعد تو فوراً اُٹھ جانا چاہیے لیکن یہ بھی نہیں ہوتا۔

حضرت رائے پوری کا واقعہ

حضرت رائے پوریؒ ایک مسجد میں رہا کرتے تھے اس وقت تک دارالاقامہ کا تو نظم تھا نہیں دارالاقامہ تو میرے زمانہ تک بھی نہیں تھا، حضرت رائے پوریؒ ایک مسجد میں چٹائیاں بچھایا کرتے اور حمام جھونکا کرتے تھے، اور جب تک متولی مسجد کی طرف سے چراغ جلانے کی اجازت ہوتی اس وقت تک تو چراغ کی روشنی میں کتاب دیکھتے اور اس کے بعد حمام کی آگ کی روشنی میں کتاب دیکھا کرتے تھے، سردی کی راتوں میں اوڑھنے بچھانے کا کوئی انتظام نہ ہوتا تھا مسجد کی چٹائیوں میں لپٹ جاتے تھے، اس طرح علم دین حاصل کیا ہے پھر دیکھو اللہ نے اُن سے کیسا کام لیا ہے۔

اگر کوئی طالب علم واقعی طالب علموں کی طرح زندگی گذارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے کام لیتا ہے آج کوئی دروازہ بند تھوڑی ہو گیا ہے لیکن ہم لوگوں نے خود ہی دروازہ

بند کررکھا ہے۔

دو باتوں کا اہتمام کریں

طالب علم کو تو اس پر قناعت ہونا چاہیے کہ اس کو پیٹ بھر کر دو روٹی نصیب ہوجائیں جس سے اس کی کمر سیدھی ہوسکے، سامان رکھنے کی جگہ مل جائے، پڑھنے کے لیے روشنی کا انتظام ہوجائے بس، یہاں مدرسہ کی طرف سے روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے جرنیٹر چلتا ہے لیکن اگر نہ بھی ہو یا کچھ دیر ہوجائے تو طالب علم کو چاہیے کہ اپنی طرف سے خود اس کا انتظام رکھے، ہر کمرہ میں ایک لالٹین ہونا چاہیے جہاں جرنیٹر چلنے میں دیر ہو لالٹین جلا کر کتاب دیکھنا شروع کردیں۔

دو باتوں کا اہتمام زیادہ کریں ایک تو نماز کا اہتمام دوسرے درجہ کی پابندی اس میں ناغہ نہ ہونا چاہیے، حاضری ہو یا نہ ہو، کوئی نگرانی کرنے والا ہو یا نہ ہو ہمارا کام ہے ہم کو کرنا ہے۔

صفائی کا اہتمام

ان سب کے ساتھ ساتھ صفائی کا بھی بہت اہتمام رکھو کمرہ اور کمرہ کے سامنے کا صحن بالکل صاف ہونا چاہیے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے ''**نَظِّفُوا اَفْنِيَتَكُمْ**'' اپنے گھر کے سامنے کے صحنوں کو صاف رکھو جب صحن کی صفائی کا حکم ہے تو خود مکان کی صفائی کا حکم کس درجہ ہوگا، مدرسہ میں اگر صفائی نہ ہوگی تو کہاں ہوگی، اور مدرسہ والے اس کا اہتمام نہ کریں گے تو کون کرے گا، ایسا نہ ہو کہ ہر کمرہ کے سامنے کوڑے کا ڈھیر لگا ہوا ہو، کمرہ میں رہنے والے لڑکے باری مقرر کرلیں اور باری باری صفائی کرتے رہا کریں۔

اساتذہ کی ذمہ داری

اساتذہ کو چاہیے کہ اپنی ذمہ داری سمجھیں، طلباء کی نگرانی کریں، زیادہ نہیں صرف چار چار پانچ پانچ کمرے ہر مدرس کے حصے میں آتے ہوں گے، اگر انہی کمروں کی نگرانی کرلیں تو نظام قابو میں آسکتا ہے، ہم کو تو یہ سوچنا چاہیے کہ ہماری ذات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچ جائے، طالب علم کے مدرسہ میں داخل ہوجانے کے بعد تربیت کے سلسلہ میں سب سے زیادہ ہماری ذمہ داری ہوجاتی ہے، مدرسہ میں کمرہ دینا اور کھانے کا انتظام کرنا فرض نہیں لیکن جو طلبہ مدرسہ میں داخل ہوگئے ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا ہمارے ذمہ ضروری ہے۔

اساتذہ کی مثال

اساتذہ کی مثال تو مشفق باپ جیسی ہے، استاد باپ کے مثل ہوتا ہے شاگرد اپنے کو بچہ سمجھے اور استاد اپنے کو باپ سمجھے اور اپنے بچہ جیسا معاملہ کرے، بچہ کو گود میں بھی لینا پڑتا ہے اور کبھی پاخانہ بھی دھلانا پڑتا ہے اور ضرورت پر طمانچہ بھی لگائے جاتے ہیں، لیکن نفس کے واسطے نہیں بلکہ اصلاح کے واسطے، اور یہ تو اللہ جاننے والا اور دیکھنے والا ہے کہ ہم کسی کے ساتھ کوئی معاملہ کس نیت سے کرتے ہیں دوسرا کوئی کیا جان سکتا ہے، الغرض استاد کو چاہیے کہ شاگرد کے ساتھ اپنے بچہ جیسا معاملہ کرے۔

وقت کی خوب قدر کرو

اور وقت کی بہت قدر کرو ہمارا ہر آنے والا دن گذشتہ دن سے اچھا ہو، اگر کسی کا کل اور آج کا دن برابر ہی رہا اور ایک دن میں اس نے ترقی نہیں کی، تو یہ اس کے لیے بڑے خسارہ کی بات ہے، آدمی کو چوبیس گھنٹے ملیں اور اس میں وہ کچھ کما نہ سکے کتنے افسوس کی بات ہے، اسی لیے بزرگوں نے ایک ایک منٹ کی قدر کی ہے، کوئی ایک بات

فضول منہ سے نکالنا گوارا نہیں کیا، زندگی ہے ہی اس لیے کہ اس کی قدر کی جائے، اور قدر کرنے ہی سے ترقی ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں قصہ آیا ہے ایک صحابی شہید ہو گئے اس کے ایک ہفتہ کے بعد دوسرے صحابی کا انتقال ہو گیا حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے اس مرحوم بھائی کے لیے کیا دُعاء کی، انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے یہ دُعاء کی ہے کہ یا اللہ ہمارے اس بھائی کو شہید بھائی کے ساتھ ملا دیجئے، اور ان کو بھی اس مرتبہ پر پہنچا دیجئے، آپ نے فرمایا اگر تم نے اپنے بھائی کے لیے یہ دُعاء کی ہے تو بڑے خسارہ کی دُعائی کی، ان کے ایک ہفتہ کا عمل کہاں جائے گا، وہ صحابی شہید ہوئے ٹھیک ہے، شہادت کا بلند مقام ہے، لیکن ایک ہفتہ میں انہوں نے جو کمایا ہے، اور جو نیک اعمال کئے ہیں اس کی وجہ سے وہ تو کہیں اور پہنچ گئے تو دیکھئے ایک ہفتہ میں شہید سے بڑھ سکتے ہیں اور ساٹھ ستر سال میں نہیں بڑھ سکتے؟

اپنا محاسبہ کرتے رہو

یہی زندگی ہے اگر اس کی قدر کی جائے اور اس کو اس طرح خرچ کیا جائے کہ ایک ایک منٹ ضائع ہونے سے بچایا جائے تو انسان نہ معلوم کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے، لیکن کوئی ہو تو کمانے والا، ہم کو تو فضول باتوں ہی سے فرصت نہیں ملتی، پتہ نہیں لوگوں کی طبیعت کیسے لگتی ہے ادھر ادھر کی واہیات اور فضول بکواس میں، ہر شخص کو ہر وقت ہر لمحہ ہر آن اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے کہ کہیں وقت ضائع تو نہیں ہو رہا، کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف تو نہیں ہو رہا؟ ہر وہ قدم جو آگے بڑھ رہا ہے اس کو بڑھانے سے پہلے سوچ لینا چاہیے کہ یہ قدم اللہ کی مرضی کے مطابق اُٹھ رہا ہے یا نہیں، منہ سے بات نکالنے اور بولنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

نفس کی نگرانی کرتے رہو

نافرمانی سے تنزلی ہوتی ہے اور اطاعت وفرمانبرداری سے آدمی ترقی کرتا ہے، آگے بڑھتا ہے، اور اگر نفس کو مقید نہ کیا جائے اس کو پابند نہ بنایا جائے تو وہ بالکل آزاد ہوجائے گا، پھر جو چاہا زبان سے بک دیا، اس کی عقل میں فتور آجاتا ہے، اس کی زبان بے باک اور اس کے ہاتھ پیر بے حس ہوجاتے ہیں، اس کے اعضاء مفلوج ہوجاتے ہیں، وہ جو چاہتا کرتا ہے، جہاں چاہتا ہے جاتا ہے، جو چاہتا ہے بولتا ہے، جو چاہتا ہے کھاتا ہے، نفس کو جب ذرا بھی ڈھیل دی جائے گی تو تمام اعضاء آزاد ہوجائیں گے، اس لیے ہر وقت نفس کا اور تمام اعضاء کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے، تب ہی ترقی ہوسکتی ہے ورنہ بجائے ترقی کے تنزلی ہی تنزلی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور علم نافع نصیب فرمائے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیان..........۱۰

مدارس دینیہ میں

دنیوی علوم کی تعلیم

{بیان}

مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب شروانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ مضمون جناب سید حامد صاحب سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے ایک سوالنامہ کا حضرت مسیح الامت کی طرف سے مدلل جواب ہے، جو طلبہ کے لیے بے انتہا مفید ہے۔ مضمون اقوال سلف کے حوالہ سے ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتباس

چنانچہ بعض وہ عربی طلبہ جو طبیہ کالجوں میں داخل ہو جاتے ہیں وہ وہاں کے ماحول سے متاثر ہو جاتے ہیں، ان کی وضع قطع بدل جاتی ہے حتیٰ کہ نمازوں میں بھی تساہل و تغافل آجاتا ہے۔

بعینہٖ اسی طرح جو انگریزی طلبہ تبلیغی جماعت میں آجاتے ہیں یا مدارس عربیہ دینیہ میں داخل ہو جاتے ہیں یا کچھ عرصہ اہل اللہ کے پاس رہتے ہیں وہ بھی دینی ماحول سے متاثر ہو کر دیندار بن جاتے ہیں...... اس لیے عربی طلبہ کا داخلہ سائنس میں خلاف موضوع ہے اور انگریزی طلبہ کا داخلہ موافق وضع اسلامی ہے۔

پیراگراف از افادات مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

حسن نیت سے فن سائنس بھی مباح ہے

جس طرح معاشیات، اقتصادیات، عمرانیات اور تمدنیات وغیرہ کے بہت سے علوم وفنون انسانیت کے خادم ہیں، اور آج کے اس دور میں کاروان حیات انسانی ان کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اسی طرح فن سائنس بھی ہے۔ خادم انسانیت ہونے کی حیثیت سے اس فن کو حاصل کیا جائے اور اس سے انسانیت کی فلاح و بہبود، راحت وآسائش کا کام لیا جائے، شرعاً اس کی بالکل اجازت ہے۔

ہاں البتہ اگر سائنس کے ذریعہ انسانیت کی ہلاکت کے سامان پیدا کئے جائیں، سائنسی ترقی کے بل بوتے پر ہر طاقتور دوسرے کمزور پر ظلم کرے اور اس کے حقوق کو پامال کرے، تو پھر شریعت سائنس کے اس غلط استعمال کو جائز نہ رکھے گی۔

فن سائنس کیسے افراد سیکھیں

اس لیے سائنسی ترقیات کی جانب توجہ مبذول کرنے سے پہلے ایسے افراد کو تیار

کرنا ضروری ہوگا جو ایمان اور عمل صالح کی دولت لازوال سے مالا مال ہوں، اور خوفِ خداوندی ہر آن اور ہر لمحہ ان پر طاری ہو، تاکہ وہ خداترس ہو کر رحمۃ للعالمین ﷺ کا نمونہ بن کر تمام عالم انسانیت کے لیے بجائے نقصان رساں ہونے کے راحت رساں ہوں۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے تیرہ سالہ مکی زندگی میں حضرات صحابہ کرام کو بتلایا تھا۔

افراد سازی کا مرکز

اور ایسے افراد کی تیاری کا مرکز یہ دینی تعلیم گاہیں ہی ہیں، جن کو مدارس عربیہ کہا جاتا ہے۔ انہی درسگاہوں میں داخل ہو کر جب باخلاص نیت اور طلب صادق کے ساتھ علوم دینیہ کو حاصل کیا جاتا ہے تو ضرور اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط [سورۂ فاطر:۲۸]

اور اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اس کی عظمت کا علم رکھتے ہیں۔

یا تربیت گاہ باطن جس کو خانقاہ کہا جاتا ہے اس میں اخلاص اور طلب کے ساتھ قیام ہو، جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ [سورۂ توبہ ۱۱۹]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

الحاصل جب اہل سائنس ان مذکورہ اوصاف سے متصف ہوں گے تو پھر تمام عالم انسانیت کے لیے سراسر راحت رساں ہوں گے، نہ کہ ضرر رساں جیسا کہ آج کل دنیا میں مشاہدہ ہے۔

مدارس دینیہ کا موضوع

پس تقسیم کار کے اصول کے مطابق مدارس دینیہ کا موضوع ''افراد سازی'' ہے نہ کہ صرف ''سامان سازی''۔ یہ علمی ادارے دین اسلام کے ان علوم کی بقاء وتحفظ کی

خدمت انجام دے رہے ہیں جس دین کے لیے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامِ

[سورۂ آل عمران:۱۹] کا اعلان خداوندی ہے۔ نیز ارشاد فرمایا گیا کہ:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۭ [سورۂ مائدہ:۳]

آج کے دن تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کردیا اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کے لیے پسند کیا۔

اور حضرت عمر فاروق ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''نحن قوم اعزنا اللہ بالاسلام'' کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام کے ذریعہ عزت بخشی۔ پس مدارس دینیہ کے لیے ضروری ہے کہ یہ اپنے موضوع سے نہ ہٹیں اور دین کی جو خدمت یہ انجام دے رہے ہیں، یکسوئی کے ساتھ اس میں مشغول ومنہمک رہیں۔

تقسیم کار کا اصول ہر جگہ کار فرما ہے

کیونکہ بیک وقت عادتاً یہ ناممکن ہے کہ ایک طالب علم دین کا بھی پوری طرح علم حاصل کرے اور سائنس میں بھی کمال حاصل کرے۔ پس دونوں قسم کے علوم وفنون کو جمع کرنا طلب الکل اور فوت الکل کا مصداق بن جائے گا۔

البتہ جو مسلمان طلبہ عصری علوم کی درسگاہوں میں تعلیم پاتے ہیں ان کو مخصوص طور پر سائنسی علوم میں مہارت حاصل کرائی جائے اور وہ بھی آج کے دور میں نئی نئی ایجادات کے موجد بنیں۔ اس کے لیے ''مرکز فروغ سائنس'' کا قیام ایک مستحسن اقدام ہے۔

تقسیم کار کا اصول سب جگہ کار فرما ہے۔ چنانچہ اگر کسی مرکزی دینی درسگاہ میں ''مرکز فروغ علم دین'' قائم کیا جائے اور عصری علوم کے پڑھنے والے ان طلبہ کو جو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہیں، یہ دعوت دی جائے کہ وہ اس مرکز میں آکر

علوم دینیہ فقہ وحدیث وتفسیر وغیرہ میں کمال حاصل کریں اور اس کے بعد ان علوم کو اپنے اپنے مقامات پر عصری علوم کی درسگاہوں میں جاری کریں، تو عملاً اس کے لیے آپ حضرات بھی تیار نہ ہوں گے۔ جیسا کہ اب تک کے عمل سے ظاہر ہے۔

عربی طلبہ کا سائنس میں داخلہ خلاف موضوع ہے

اس لیے عربی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ اگر فراغت کے بعد ''مرکز فروغ سائنس''، میں داخل ہوکر سائنس کی تعلیم حاصل کرتے ہیں تو اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ تو تسلیم ہے کہ ماحول (سوسائٹی) کا اثر ایک طبعی امر ہے۔ دوسرے یہ بھی تسلیم ہے کہ تابع پر متبوع کا اثر ہوتا ہے۔ پس جب یہ عربی طلبہ جن پر پہلے سے دینی مدارس کا اثر ہے دوسرے ماحول میں داخل ہوں گے تو ان پر اس ماحول کا اثر غالب ہوجائے گا۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ چنانچہ بعض وہ عربی طلبہ جو طبیہ کالجوں میں داخل ہوجاتے ہیں، وہاں کے ماحول سے متاثر ہوجاتے ہیں، ان کی وضع قطع بدل جاتی ہے۔ حتیٰ کہ نمازوں میں بھی تساہل وتغافل آجاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جو انگریزی طلبہ تبلیغی جماعت میں آجاتے ہیں یا مدارس عربیہ دینیہ میں داخل ہوجاتے ہیں، یا کچھ عرصہ اہل اللہ کے پاس رہتے ہیں، وہ بھی دینی ماحول سے متاثر ہوکر دیندار بن جاتے ہیں۔ اس لیے عربی طلبہ کا داخلہ سائنس میں خلاف موضوع ہے اور انگریزی طلبہ کا داخلہ موافق وضع اسلامی ہے۔

دنیا کی امامت کے منصب کا پس منظر

یہ خیال کہ مسلمانوں کو دنیا کی امامت کا منصب محض مادی ترقیات کی بناء پر ملا تھا اور آج بھی وہ باعزت مقام اسی مادی ترقی کے ساتھ مل سکتا ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ چونکہ ہر مسلمان کا بحیثیت مسلمان ہونے کے یہ پختہ عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کے دین اور دنیا کی فلاح وبہبود وترقی اور دنیا کی امامت کے منصب کا ملنا ایمان اور عمل صالح

باطاعت کاملہ اور باحکام ظاہرہ پر موقوف ہے نہ کہ محض مادی ترقیات پر۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [آل عمران ۱۳۹]

تم ہی بلند ہو کر رہو گے اگر تم مومن کامل ہو۔

دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے۔

اسی کو حضرت عمر ؓ نے نحن قوم اعزنا الله بالاسلام کے ایمان افروز جملے میں ارشاد فرمایا ہے۔

دورِ نبوی میں فتح ونصرت کا راز

چنانچہ حضور اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام ؓ کو جو فتح و نصرت اور سر بلندی و امامت اہل مکہ اور روم و فارس والوں پر ملی وہ مادی ساز و سامان کی بناء پر نہیں ملی۔ جیسا کہ روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ مادی ساز و سامان کے اعتبار سے تو مسلمان ان سے بہت پیچھے تھے، بلکہ یہ تمام فتح و نصرت وعدہ خداوندی کے مطابق ایمان اور عمل صالح کی برکت سے حاصل ہوئی۔ آج بھی یہی اٹل قانون خداوندی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ چنانچہ جب مسلمانوں میں ایمان و عمل صالح کی مایا کمزور ہوگئی تو دین کی برکت سے جو دنیا ملی تھی وہ بھی ہاتھ سے جاتی رہی۔

مادی ترقیات حقیقی کامیابی نہیں

مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کوئی قوم یا ملک خدانخواستہ اگر ایمان اور عمل صالح کی مایہ سے عاری ہے، وہ دنیا میں خواہ کتنی ہی مادی ترقیات حاصل کر لے اور تمام دنیا

والے مادی ترقی میں اسے اپنا امام تسلیم کرلیں، تب بھی وہ انجام کار خائب وخاسر ہے۔ چنانچہ نمرودی، شدادی، فرعونی اور قارونی طاغوتی طاقتوں کا انجام ظاہر ہے۔ جس کی قرآن خود شہادت دے رہا ہے اور ان کے لیے **خسر الدنیا والاخرۃ** کا اعلان کررہا ہے۔

حقیقی فلاح وبہبود کے راز

بخلاف اس قوم یا ملک والوں کے جو اپنے فطری ماحول کی وجہ سے مادی ترقیات کے اعتبار سے پسماندہ شمار کئے جاتے ہوں مگر ایمان اور عمل صالح کی دولت لازوال ان کو حاصل ہے تو بے شک وہ لوگ مفلحین میں سے ہیں اور دنیا وآخرت میں کامیاب ہیں اور امن دنیوی بھی نقد حال ہے۔ جیسا کہ ماضی اس پر شاہد ہے اور ایسے حضرات کے لیے **استخلاف فی الارض** کا وعدۂ خداوندی ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ [سورۂ نور:۵۵]

تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی۔

مدارس دینیہ تو اپنے موضوع سے بالکل نہ ہٹیں

پس جب یہ مسلم ہے کہ حیات انسانی کا اصل مقصود اپنے خالق ومالک رب العالمین کی عبادت واطاعت کاملہ ہے۔ چنانچہ ہر ایک شعبۂ زندگی میں معاملات ہوں، اخلاقیات ہوں یا سیاسیات ہوں، ان سب میں احکام خداوندی کی پابندی لازم ہے۔ اسی کو **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ** [سورۂ الذاریات:۵۷]

اور میں نے جن اور انسان کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔

میں صراحۃً ارشاد فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کیسے کی جائے؟ اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ یہ دین کے صحیح صحیح علم پر موقوف ہے۔ اور علم دین پوری طرح ان مدارس عربیہ دینیہ ہی میں حاصل کیا جاتا ہے۔ پس مدارس عربیہ دینیہ کے لیے تو یہی لازم ہے کہ وہ اپنے موضوع کے اعتبار سے علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس میں مشغول و منہمک رہیں، تاکہ علم دین کا یہ سلسلہ جاری و ساری رہے۔ جس پر تمام دین کی بقا موقوف ہے۔

سائنس پڑھنے والے طلبہ کو مشورہ

البتہ سائنس پڑھنے والے طلبہ کے لیے خیر خواہانہ مشورہ ہے کہ جب وہ اپنے فن میں مہارت حاصل کر چکیں تو علم دین حاصل کرنے کے لیے مدارس دینیہ کی جانب رجوع کریں، تاکہ دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے دن دونی رات چوگنی ترقیات حاصل ہوں اور اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کا مصداق بن کر سعادت دارین کے ساتھ فائز المرام ہوں۔

مادیات کے استعمال سے انکار نہیں

ان تمام گذارشات کے ساتھ یہ بھی واضح ہے کہ استعمال مادیات سے انکار نہیں۔ اور کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔ جب کہ مادیات کو جمع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ [سورۂ انفال:۶۰]

اور ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو کہ اس کے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھو ان پر جو اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: خُذُوْا حِذْرَكُمْ الخ (نساء ۷۱)

اے ایمان والو! اپنی تو احتیاط رکھو (یہ بطور کلی ہے)۔

اور فرمایا

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا [سورۂ آل عمران: ۲۰۰]

اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر و کرو اور مقابلہ کے لیے مستعد رہو۔

اس زمانہ میں جن مادی آلات کے استعمال کی ضرورت ہوگی ان کو اختیار کرنا لازم زندگی ہوگا۔ بحکم "مَّا اسْتَطَعْتُمْ" اور آج کے دور میں آلات جدیدہ کا حصول سائنس کے حصول پر موقوف ہے، پس سائنس کے حصول سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔

ترقی کا مدار دو چیزیں ہیں

البتہ صرف حصول سائنس ہی کافی نہیں، بلکہ جمیع حصول اسباب و مادیات بھی ہو۔ اور یہ جمیع اسباب و آلات مادیات موقوف ہے مرکز پر۔ پس مسلمانوں کی ترقی کے لیے نہ محض حصول تقویٰ کافی ہے اور نہ صرف حصول سائنس، بلکہ دونوں چیزوں کی ضرورت ہے، تقویٰ اور مراکز تقویٰ کا حصول شرط ہے۔ اس سے سکون و سکینہ حاصل ہوتی ہے۔ اور مرکز کا ہونا حصول ترقی کے لیے علت ہے۔ اس سے ہیبت و رعب بدلیل **تُرْهِبُوْنَ بِهٖ** قائم ہوتا ہے۔ ان دونوں کے حصول پر مسلمانوں کی ترقی موقوف ہے۔ اور اس پر تیرہ سالہ مکی زندگی دلیل ہے کہ تقویٰ تو تھا مگر مرکز نہ تھا۔ اور دس سالہ زندگی مرکز والی زندگی مدنی زندگی ہے۔ پس ترقی کا مدار دو چیزیں ہیں۔ ایک تقویٰ اور دوسرا مرکز، جب تک یہ دونوں چیزیں نہ ہوں گی اس وقت تک ترقی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اور تقویٰ کی ترقی کے ساتھ ساتھ دنیوی ترقی بھی عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان .... ⑪

علم اللہ کی ایک امانت ہے

{افادات}

خطیب دوراں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

۱۳ر دسمبر ۱۹۲۰ء میں کلکتہ میں مدرسہ اسلامیہ کے افتتاح کے موقع پر حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا طلبہ سے یادگار خطاب۔

یہ (طلبہ) جانتے ہیں کہ انگریزی تعلیم کی ڈگریاں لے کر بڑے بڑے عہدوں اورنوکریوں کے دروازوں میں قدم رکھ سکتے ہیں اور ایک کلرک سے لے کر لارڈ سہنا کی کی نوکری تک صرف انگریزی تعلیم ہی سے مل سکتی ہے۔

ان کو پوری طرح یقین ہے کہ عربی تعلیم کو آج کوئی نہیں پوچھتا، حتی کہ روٹی بھی اس کے ذریعہ نہیں مل سکتی۔

پھر بھی ان کے دلوں میں ایک مخفی مگر طاقتور جذبہ موجود ہے جو انگریزی تعلیم کی طرف جانے نہیں دیتا، اور اس کسمپرسی میں بھی عربی تعلیم ہی کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دیتے ہیں۔

پیریگراف از بیان خطیب دوران حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

یہ وہ جماعت ہے جو اپنے عہد پر قائم ہے

آپ نے ہندستان کے مختلف مقامات میں ترکِ موالات کا جوش دیکھا ہے۔ بہت سے کالجوں اور اسکولوں سے طلبہ کا مقاطعہ ملاحظہ کیا ہے، اور پھر بہت سی افسوسناک عہد شکنیاں بھی دیکھی ہیں۔ میں اُن رنجیدہ واقعات کا ذکر نہ کروں گا، جو جھانسی اور علی گڑھ میں ہو چکے ہیں، تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ اس وقت طلبہ کی جو جماعت آپ کے سامنے ہے، اور جس کی آنکھیں آپ کے چہرے پر گڑی ہوئی ہیں، یہ وہ جماعت ہے، جس نے جو عہد اول دن کیا تھا۔ اب تک اس پر پوری طرح قائم ہے، یہ وہ جماعت ہے جس نے دین کو دنیا پر ترجیح دی ہے۔ یہ وہ جماعت ہے، جس نے مدرسۂ عالیہ کلکتہ کی شاندار عمارت اور اس کے عالیشان ہوسٹل کو، جس میں بہترین سامان آرائش و آسائش مہیا تھا، محض احکام الٰہی کی پابندی اور سچے ہندستانی کی حیثیت سے چھوڑ دیا ہے؛

اس جماعت کی خصوصیات

اور اس طرح وہاں سے نکلی ہے کہ اسے یہ بھی خبر نہ تھی کہ کہاں جارہی ہے اور کہاں رہے گی، یہ وہ جماعت ہے جس نے ترکِ موالات کی راہ میں ہر طرح کی تکالیف برداشت کی ہیں۔ بھوک پیاس کی سختی جھیلی ہے اور جاڑے کی طویل راتیں ٹھنڈی زمین پر گزاری ہیں، اور اب تک گزار رہی ہے کیونکہ سونے کے لیے اب تک اس کے پاس چار پائیاں نہیں ہیں۔

اس سلسلے میں یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ جس مدرسے میں آپ اس وقت موجود ہیں، اس کی تاسیس بالفعل ترکِ موالات کے سلسلے میں ہوئی ہے، مگر اس کا خیال عرصے سے میرے ذہن میں تھا اور میں مدت سے خیال کررہا تھا کہ عربی تعلیم کو جو صرف صوبۂ بنگال ہی میں سرکاری غلامی میں ہے۔ آزاد کراؤں، چنانچہ اس کے متعلق اس کے متولیوں سے بارہا گفتگو ہوئی، یہاں تک کہ بالآخر کیم ربیع الاول کو اس کی تجدید ہوگئی، میں نے تجدید کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ یہ مدرسہ اُس وقت سے قائم ہے، جب سے جامع مسجد بنی ہے۔ البتہ اپنی اس نئی زندگی میں اُسے مکتب کے درجے سے ہٹا کر اعلیٰ تعلیم گاہ کی حیثیت میں کردیا گیا ہے۔

سرکاری تعلیم اور اپنی تعلیم کا فرق

میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر آپ کو اس جماعت کی ایک ممتاز خصوصیت کی طرف توجہ دلاؤں۔ ہندستان میں سرکاری تعلیم نے جو نقصانات ہمارے قومی خصائل و اعمال کو پہنچائے ہیں، ان میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ تحصیل علم کا مقصد اعلیٰ ہماری نظروں سے محجوب ہوگیا ہے۔ علم خدا کی ایک پاک امانت ہے اور اس کو صرف اس لیے

ڈھونڈھنا چاہیے کہ وہ علم ہے؛ لیکن سرکاری یونیورسٹیوں نے ہم کو ایک دوسری راہ بتلائی ہے۔ وہ علم کا اس لیے شوق دلاتی ہے کہ بلا اس کے سرکاری نوکری نہیں مل سکتی۔ پس اب ہندستان میں علم کو، علم کے لیے نہیں، بلکہ معیشت کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔

علم کی عام تذلیل وتوہین

یہ بڑی بڑی تعلیمی عمارتیں، جو انگریزی تعلیم کی نوآبادیاں ہیں، کس مخلوق سے بھری ہوئی ہیں؟ مشتاقانِ علم اور شیفتگانِ حقیقت سے؟ نہیں، ایک مٹھی گیہوں اور ایک پیالا چاول کے پرستاروں سے، جن کو یقین دلایا گیا ہے کہ بلا حصول تعلیم کے وہ اپنی غذا حاصل نہیں کر سکتے۔

لیکن میں آپ کے علم میں یہ حقیقت لانا چاہتا ہوں کہ علم کی اس عام توہین وتذلیل کی تاریکی میں سچی علم پرستی کی ایک روشنی برابر چمکتی رہی ہے۔ یہ ہندستان کے طالبین علم کی وہ جماعتیں ہیں، جو اسلام کے قدیم مذہبی علوم اور مذہبی زبان کے فنون، مختلف عربی مدرسوں میں حاصل کر رہی ہیں۔

طاقتور مخفی جذبہ

آپ یقین کیجیے کہ بجا طور پر آج صرف یہی ایک جماعت علم کی سچی پرستار کہی جا سکتی ہے۔ ان لوگوں کو معلوم ہے کہ انگریزی تعلیم وسیلۂ رزق ہے، یہ جانتے ہیں کہ انگریزی تعلیم کی ڈگریاں لے کر بڑے بڑے عہدوں اور نوکریوں کے دروازوں میں قدم رکھ سکتے ہیں اور ایک کلرک سے لے کر لارڈ سہنا کی نوکری تک صرف انگریزی تعلیم ہی سے مل سکتی ہے۔

ان کو پوری طرح یقین ہے کہ عربی تعلیم کو آج کوئی نہیں پوچھتا، حتی کہ روٹی بھی اس کے ذریعہ نہیں مل سکتی۔ پھر بھی ان کے دلوں میں ایک مخفی مگر طاقتور جذبہ موجود ہے جو انگریزی تعلیم کی طرف جانے نہیں دیتا، اور اس کسمپرسی میں بھی عربی تعلیم ہی کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دیتے ہیں۔

یہ جذبہ بجز علم پرستی اور رضائے الٰہی کے اور کوئی دنیوی غرض نہیں رکھتا، اور اس لیے ہندستان بھر میں، علم کو علم کے لیے اگر کوئی پڑھنے والی جماعت ہے، تو وہ عربی مدارس ہی کی جماعت ہو سکتی ہے۔

اخلاص وایثار کے جوہر شناس

علی گڑھ کے کسی طالب علم نے کالج نہیں چھوڑا۔ جب تک دو دو گھنٹے تک مجھ سے ردو کد کر کے اطمینان نہیں کرا یا کہ سرکاری تعلیم چھوڑنے کے بعد بھی وہ روپیہ کما سکیں گے۔ حتی کہ بعضوں نے مجھ سے اس کی ذمہ داری بھی طلب کی، لیکن میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ ان طلبہ میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس نے یہ سوال کیا ہو، بلکہ جس وقت ان کو احکام شرع بتلا دیئے گئے، فوراً اطاعت کا سر جھکا دیا اور سب کچھ چھوڑ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔

میں نے اس چیز کی طرف آپ کو اس لیے توجہ دلائی ہے کہ جوہر شناس، صرف جوہری ہی ہو سکتا ہے؛ اور میں جانتا ہوں کہ آپ اخلاص اور ایثار کے جوہر شناس ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ---------- ۱۲

انسانی علم اور علم الٰہی میں فرق

{بیان}

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ

یکم اپریل ۱۹۶۳ء میں کراچی کی مکی مسجد میں طلباء کرام سے
حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا خطاب

اقتباس

صاحبزادے مسجد میں آ اور قرآنی عمل کی مشق کر جس سے روح میں پرواز پیدا ہوتی ہے، عبادت میں جب طاقت پیدا ہوگی تو خدا کا نور دل میں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دل میں نور کے آنے کے لیے ایک محنت دی ہے، اس کے لیے دنیا میں میدان قائم کرنے آجائیں تو ان کے ذریعہ سورج کی طرح روشنی ساری دنیا میں پھیلے گی ، یہ جماعتوں کی نقل وحرکت کرنے سے ساروں کے پاس نور آئے گا۔ تبلیغ میں اسی کے لیے وقت مانگتے ہیں اندر کی مایا کے اعتبار سے ہمارا دیوالیہ نکلا ہوا ہے ، اگر نور مل گیا اور جاندار بن گیا تو تم کامیاب۔ اس عالی راستے کو چالو کرنے کے لیے چار مہینے مانگے جاتے ہیں۔ باہر نکل کر محنت کرو گے تو اپنے اندر تبدیلی محسوس کرو گے۔

پیراگراف از بیان رئیس التبلیغ حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلویؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

انسانی علم چیزوں کے اعتبار سے ہے

بھائی دوستو بزرگو! تقویٰ اختیار کریں تو متعارف اور غیر متعارف طریقہ سے رزق اللہ تعالیٰ بھیج دیں، حضرت مقداد کا واقعہ ﷺ چوہا دینار لے کر آتا ہے واقعہ جہاد ایک صحابی ﷺ کو خزانہ مل گیا، حضرت عمر ﷺ نے کہا تمہارا ہے مگر کیوں کہ امیر ہو اس کو بانٹ دو، انسان کے علم اور اللہ تعالیٰ کے علم میں فرق ہے، اللہ تعالیٰ کا علم اس کی صفت ہے اور انسانی علم چیزوں کے اعتبار سے ہے انسانی علم پر محنت کرنے سے جو ملتا ہے وہ دیر پا نہیں اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کے ذریعہ سے جو عمل دیئے گئے ہیں اب اس کے کرنے سے چمک جائیں گے، حاجیوں کا کھلانا وقت جاہلیت میں بھی شرافت کی بات سمجھی جاتی تھی، پہلے زمانہ کی سرداری یہ تھی کہ سردار کھلانے والا تھا لوگوں کے کام آتا تھا لوگوں کو کھلانا پلانا، آپ نے بڑا ہونے کے لیے یہی چیزیں چلائی۔

تینوں قسم کے دروازے کھلیں گے

بدر کی فتح عقل میں آنے والی نہیں تھی ہمیں چیزیں خدا والے علم اور ان ضابطوں کا علم جن کے ذریعے سے خدا کی موافقت حاصل ہوتی ہے، کمانے اور نہ کمانے دونوں حالتوں میں تقویٰ والوں کو ملے گا دونوں طبقوں سے کرامات کا معاملہ کیا، صفت مشترکہ

متقی ہونا ہے مسجد میں بیٹھ کر تقویٰ بنانا یقین بنانا جان کا استعمال مال کا استعمال علم کی روشنی میں مجموعے کے اندر اگر تقویٰ آئے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے تینوں قسم کے دروازے کھول دیں گے، جب تک چیزوں سے یقین بدل کر اعمال پر نہیں لاؤ گے تقویٰ حاصل نہیں ہوگا مسجد میں یہ ماحول بنے گا۔

انسان اپنے جسم کے اعضاء سے قیمتی نہیں

عملوں کا ثمرہ نیت کے بقدر ہوتا ہے انسان کی قیمت ساتوں زمینوں اور آسمان سے قیمتی ہے یہ قیمت بدن کے لحاظ سے نہیں درخت، غلے اور اس کے بعد پکے ہوئے کھانے اور پھر اس سے خون، خون سے منی جس کو نکال نہ دیا جائے تو کپڑا ناپاک، سب منی کے قطرے ہیں مولوی اور مشائخ بھی منی کے قطرے ہیں اس جسم پر کھال ڈال کر پردہ ڈال دیا، خون اور پاخانہ سے بھرا ہوا، جو اپنے جسم کے اعتبار سے قیمتی نہیں کوٹھی باغ یا کارخانہ ملنے سے کیسے قیمتی بن گیا وہ قیمتی چیزوں مادی غذاؤں غلوں کے اعتبار سے نہیں۔

روح اور جسم کی صفت

اعمال کی وجہ سے اس کی قیمت ہے روح بڑی قیمتی ہے جب تک اس جسم میں داخل نہیں ہوتی وہ اپنے میں نور اور خوشبو لیے ہوئے ہے جسم اس کا مخالف ہے، ان دونوں کی کشتی ہوگی جسم کی بنیاد پر محنت کرو گے تو روح کا نور گھٹے گا اور روح میں ظلمت اور بدبو آئے گی روح بھی جسم کی صفت پر آجائے گی روح کی مایا نے اس جسم کی بدبو کو روک رکھا ہے سب انسانوں کے پاس یہ دونوں جنسیں ہیں یا جسم سے روح کو بگاڑ دو یا روح سے جسم کو سنوار دو۔

بگڑی ہوئی روح کے ساتھ معاملہ

جو مرتا رہے گا اس کے سامنے بات کھلتی رہے گی یہ اس وقت کھلے گی جس وقت

آپ کچھ نہیں کرسکو گے اگر جسم کے اعتبار سے محنت ہوئی روحوں میں جسم کی ظلمت اور بدبو آ گئی اگر آپ کی روح کی مایالٹ گئی جسم کی صفات روح میں حلول کر گئی تو انتہائی جلاد فرشتے آئیں گے اور کہیں گے کہ نکل آج پتہ چلے گا کتنی پٹائیاں اور یہ روح ٹوٹ کر ٹوٹ کر ریزے ریزے ہو کر باہر آئے گی، اس روح کو پھٹکار کرتے ہوئے آسمان کی طرف لے جائیں گے اللہ تعالیٰ کہیں گے خبیث روح ہے واپس لے جاؤ یہ آسمان پر نہیں جاسکتی، آسمان سے زمین پر پٹخ کر ماردی جائے گی قبر میں سوال ہوگا تو جواب میں ہائے ہائے کرے گا کہے گا یہی نہیں جانتا میرا پالنے والا کون ہے؟ کیا ہر وقت حضور ﷺ کو دیکھ کے چلتے تھے جھوٹا ہے، آگ کا دروازہ کھول دو، فرشتے پٹائی کے لیے مقرر کردو۔

بنی ہوئی روح کے ساتھ اعزاز

روح امانت ہے یہ بگڑ گئی تو زندگی بگڑ جائے گی اور بن گئی تو زندگی بن گئی روح کے اعتبار سے محنت کی تو اس کی روح نورانی خوشبودار بنی حسین فرشتے بستر لے کر آئے کہ ہم تجھے نکال لیں گے اطمینان سے آ، روح ایسی نورانی کہ سورج ماند پڑ جائے ہر ایک فرشتہ ایک دوسرے سے مانگتا ہے کہیں حسرتوں سے روح کو مانگ رہے ہیں کہیں خوشبو آئی دماغ مہک گیا فلانا آیا کہا ہم منتظر ہیں سارے آسمان کے فرشتوں نے استقبال کیا اب آسمان تک پہنچے اور کہا میرے اس بندے کو اطمینان سے پہنچا دو پالنے والا کون؟ جواب اللہ تعالیٰ، کس کا طریقہ اختیار کیا؟ کہا محمد ﷺ، وہ آدمی کون؟ کہا ہمارا نبی ﷺ، اسے میٹھی نیند سلا دو، قیامت میں قوی نورانی اور خوشبودار بن کر اٹھے گا کئی میلوں تک روشنی پڑ رہی ہوگی، جنتوں میں کھانا کھانے کی خوشبو سب محسوس کریں گے۔

یہ سارا مادی نظام عارضی ہے

نافرمان اٹھے گا تو سیاہی، بدبو پورے جسم پر پھیلی ہوئی، اسے کچھ نظر نہیں آرہا یہاں تک کہ دوزخ میں گر پڑا یہ سارا مادی نظام عارضی ہے روح مستقل ہے جو انسان

باعتبار روح کے بنیں گے بڑی بڑی قومیں ان کے پاؤں میں گریں گی آپ جتنا بھی بہتر کھانا کھائیں یہ جسم میں چکر کھاتا رہا روح تک نہیں پہنچا، اعضاء کے بن جانے سے یا چھن جانے سے روح ختم نہیں ہوجاتی جسم سے ظاہر ہوگا جسم کا تقاضا، اجسام کے اعتبار سے چلو جسم والے مادے کو نفس کہتے ہیں روح کسی جسم سے تیار نہیں ہوتی اس کے بھیجنے میں بھی کسی جسم کو اختیار نہیں کیا۔

روح فرشتے کے جنس سے آئی

روح فرشتے کے جنس سے آئی اور فرشتہ ڈال کر جسم میں چلا گیا قیدی پرندے کی طرح روح جسم میں قید ہے اور جو اسے لعنت دیتی ہے روح کی جنس سے قرآن دیا اور جسم کے اعتبار سے کائنات دی، جب تک فرشتہ روح نکالنے نہیں آتا تو یہ نکلنے کی نہیں اور اگر ساری دنیا والے قرآن کو دنیا سے نکالنا چاہیں نکال نہیں سکتے جس دن قرآن کو اُٹھائیں گے قرآن کے اندر خالی کاغذ ملیں گے، اس میں اعمال دیے گئے، جن سے روح بنے گی اور کن اعمال سے بگڑے گی اگر یہ ظلمت روح کی بڑھ گئی تو تمہاری روح پر ناکامیابی کا حال ڈال دیا جائے گا روح پر ذلت کا حال ہوگا کامیابی اور ناکامیابی نقش و نگار کا نام نہیں ہے روح کے ذریعہ سے ہے۔

قرآنی اعمال سے نور ملے گا

چیزوں کو لاکر تمھاری آنکھوں کے سامنے کھڑی کردیں گے اور ناکامیابی ظاہر ہوجائے گی جب سر سے پیر تک اس پر عمل کیا جائے گا، آپکے اعضاء جوارح کائنات سے قیمتی بنادیئے جائیں گے اطمینان اور کامیابی کا حال روح پر ڈالیں، اللہ تعالیٰ کی خوشبو اور مزے سے اسے منور کرو اس شخص کا انتہائی خطرے میں بھی بال بیکا نہ ہوگا اندر کا بگاڑ محسوس نہ کیا تو پھر ان چیزوں پر جن پر اس کا بھروسہ ہے ان میں بگاڑ آتا ہے قرآن میں اعمال ہیں جس سے کامیابی نظر آئے گی اور دوسرا نور ہے کہ اس کی روشنی میں انسان چلے گا۔

انسان کا جسم ایک چھوٹا عالم ہے

انسان کا جسم ایک چھوٹا عالم ہے اس عالم میں دل کے نور سے روشنی آتی ہے اعمال میں کامیابی نظر آتی ہے دل کی روشنی آئے تو امریکہ فقیر نظر آئے گا یہ ہمارے محتاج ہیں ہمیں ان کی کسی چیز کی ضرورت نہیں یہ مسئلہ دل کی روشنی پر ہے، مادے پر قیمتی نظر آتی ہے چیزوں پر کودر ہے ہو بغیر آپ کی محنت کے یہ روشنی نہیں ملے گی ہر جگہ ۲۴ گھنٹے میں قیمتی عمل آئیں گے مگر کب چلائیں گے جب دل کی روشنی آئے گی روح میں پرواز پیدا ہو، صاحبزادے مسجد میں آ اور قرآنی عمل کی مشق کر جس سے روح میں پرواز پیدا ہوتی ہے عبادت میں جب طاقت پیدا ہوگی تو خدا کا نور دل میں آئے گا نماز، روزے، زکوٰۃ، حج، بیت اللہ یہ عبادات صحیح ہو جائیں گی تو ان کے راستے سے نور ملے گا نماز کو اولیاء نے محبت کی چیز بنایا تو دل کا نور بنا خدا کے سامنے کھڑے ہو کر ان کو سوچ رہا ہے اگر نماز آ گئی تو پھر روزے میں بھی جان پڑ جائے گی نماز اور روزے میں حد نہیں چاہے لاکھوں بنا لو اور حج تو ایک ہوگا نمازیں بہت زیادہ بن سکتی ہیں اب دل کا نور بڑھے گا اب اعمال میں زندگی کی کامیابی نظر آئے گی۔

توحید کی حقیقت اللہ سے مانگو

عبادت چار باتوں پر آئے (۱) اللہ والے یقین (۲) اللہ تعالیٰ والے علم پر (۳) اللہ تعالیٰ کے دھیان پر (۴) اور اخلاص پر، خدا اپنی قدرت سے زندگی بناتا بھی ہے اور بگاڑتا بھی ہے خدا کی بڑائی دل میں بٹھا لو اور باقی سب کچھ بھی نہیں، ان سے کچھ نہیں ہوتا نماز کے لیے یقین تیار کرو، غیر خدا کے نہ ہونے کو بولو اور سنو دعا مانگو کہ توحید کی حقیقت دل میں اتار دے، صدر امریکہ اور روس میں جا کر بھی تردید کرو کہ ان سے کچھ نہیں ہوگا وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کریں گے جو بولے گا دل میں اتر جائے گا ہر جگہ یہ بولو چیزوں سے نہیں ہوتا اس طرح لا الہ کا بول تیرے دل میں اترے گا ۲۴ گھنٹے کی مشق کی جائے۔

محمد ﷺ کی محبت پیدا کرو

اس کے بعد محمد ﷺ کے لائے ہوئے اعمال کا علم حاصل کرے، کلمہ اور نماز کے سارے اجزاء کو قیمتی سمجھ رہے ہوں اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے مانگو گے تو دل کا نور آئے گا تعلیمِ قرآن کے ذریعے سے نماز، حج اور روزوں میں نور ملے گا، پھر انسان میں اخلاق آئیں گے پھر ان اعمال میں آنکھ کامیابی دیکھتی ہے کامیابی اعمال میں ہے چیزوں میں نہیں کوئی غلط کام نہیں کرتا کمائی کو بھی چار چیزوں پر لاؤ تو اس سے بھی دل کا نور آئے گا اسی طرح گھر میں لاؤ ہر ایک چیز کی محبت نکال کر محمد ﷺ کی محبت پیدا کرو پھر ان کی محبت کو دنیا میں پھیلاؤ بیٹے سے لے کر اور دنیا کے کسی مسلمان آدمی جس سے محبت کرو، ساری زبانیں قومیں سارے رنگ والے ایک صف میں آجائیں یہ اسلامی معاشرت ہے، محبتیں بدلو قومی ملکی محبت سے نکلو، ساری دنیا والا انسان بننا ہے۔

اللہ نے دل میں نور کے آنے کے لیے ایک محنت دی ہے

محمد ﷺ سے محبت کر کے پھر ساری دنیا سے محبت کرو آپ کی محبت مغرب سے مشرق تک چلے گی جو ان کے رنگ پر آئے گا اسے چاہیں گے اور جو اس رنگ پر نہیں آئے گا ہم اسے نہیں چاہیں گے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دل میں نور کے آنے کے لیے ایک محنت دی ہے، اس کے لیے دنیا میں میدان قائم کرنے آجائیں تو ان کے ذریعے سے سورج کی طرح روشنی ساری دنیا میں پھیلے گی یہ جماعتوں کی نقل وحرکت کرنے سے ساروں کے پاس نور آئے گا۔ تبلیغ میں اسی کے لیے وقت مانگتے ہیں، اندر کی مایا کے اعتبار سے ہمارا دیوالیہ نکلا ہوا ہے اگر نور مل گیا اور جاندار بن گیا تو تم کامیاب اس عالی راستے کو چالو کرنے کے لیے چار مہینے مانگے جاتے ہیں باہر نکل کر محنت کرو گے تو اپنے اندر تبدیلی محسوس کرو گے تو اس کے لیے فرمائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ۱۳

حقیقی علم صفات والا علم ہے

{بیان}

رئیس التبلیغ حضرت جی ثالث حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

علم حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ آدمی اپنی نفسانیت کو قربان نہ کر دے اپنے نفس کو نہ کچلے، اس کو نہ دبائے، جب تک یہ حاصل نہیں ہوتا۔

بخاری شریف کا علم حاصل نہیں کر سکتا، ایک تو وہ جس کو شرم ہو، اور ایک وہ جو تکبر کرتا ہو، میں جس کے اندر ہوگی خودی ہوگی، علم اس کے اندر نہیں آسکتا...... اس کا گمان چاہے حاصل ہو جائے، علم کی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی لفظ بھی چاہے حاصل ہو جائے، لیکن جب نفس کو کچلا

''العلم لا يعطيك بعضه حتى لا تعطيه كلك''

آج کل کی تو ہوا یہ ہے کہ اپنی جی چاہی پورا کریں اور پھر اپنے کو طالب علم کہتے ہیں...... علم کی طلب کا راستہ یہ نہیں ہے۔

پیر یگراف از بیان حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

انبیاء کا مقصد بعثت

بھائی، بچو! دیکھو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آمد وہ تبلیغ اور دعوت کے لیے ہے، جتنے بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ آئے ہیں ان کا کام صرف تبلیغ ہے، تبلیغ اس پیغام کی، اس صداقت کی، جو ان کو خدا کی طرف سے ملا ہے۔

اور اس راہ کے اندر جو دشواریاں پیش آئیں انہوں نے برداشت کیا سب کو برگ گل، پھول کی پتیاں سمجھا۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آنے کا مقصد یہ تھا، وہ پیام، وہ صداقت، وہ علم جو لے کر آئے ان کو لوگوں کے اندر پہنچائیں، اور اسی کا نام العلماء ورثۃ الانبیاء ہے۔

علم حاصل کرنے کی اصل غرض

ہم اگر علم حاصل کرر ہے ہیں، اس غرض کے لیے جو اس کی اصل غرض ہے اور اس کا اصل مقصد ہے، تو پھر ہم علم کے حاصل کرنے میں پوری پوری کوشش کریں گے، ہمارے علم حاصل کرنے کا مطلب اس کا دوسروں تک پہنچا دینا ہے، یہ بات ہے عالم ربانی کی، عالم ربانی وہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتیں انہیں بتلادے، یعنی ان کی سمجھ کے مطابق۔

بہر حال انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس مقصد کے بجالانے میں جو کچھ پیش آتا رہا، اس کو برداشت کرتے تھے، ناگواریاں، دشواریاں، اپنوں کی، اور پرایوں کی (یعنی دوسروں کی) سب سہتے تھے، اور اللہ کو خوش کرنا مقصد ہوتا ہے، اس لیے حضور اکرم ﷺ اس کا ڈنکا بجاتے تھے، جو علم کے اندر مشغول ہے، علم بھی وہ جو خدا کی ذات میں سے چلا ہوا ہے، وہ ورثۃ الانبیاء ہے، کوئی ہمارا مقصد نہ ہو، سوائے اللہ کے راضی کرنے کے، اگر وہ دل کے اندر ہو تو صحیح ہے۔

حصول علم کی شرط اول نفس کو مٹا دینا

علم حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ آدمی اپنی نفسانیت کو قربان نہ کردے، اپنے نفس کو نہ کچلے، اس کو نہ دبائے، جب تک یہ حاصل نہیں ہوتا، بخاری شریف کا علم حاصل نہیں کرسکتا، ایک تو وہ جس کو شرم ہو، اور ایک وہ جو تکبر کرتا ہو، "میں" جس کے اندر ہوگی خودی ہوگی، علم اس کے اندر نہیں آسکتا اس کا گمان چاہے حاصل ہوجائے، علم کی حقیقت حاصل نہیں ہوسکتی، لفظ بھی چاہے حاصل ہوجائے، لیکن جب نفس کو کچلا "**العلم لا یعطیك بعضه حتی لا تعطیه کلك**" آج کل کی ہوا تو یہ ہے اپنی جی چاہی پورا کریں اور پھر اپنے کو طالب علم کہتے ہیں، علم کی طلب کا راستہ یہ نہیں۔ علم کی طلب کا

راستہ نفس کو کچلنا ہے، جتنے گزر چکے ہیں ان کے واقعات سے پتہ چلے گا۔ انہوں نے اس کی مشق کی تھی کہ ہر ایک سے اپنے کو کمتر سمجھیں، جس کو دیکھیں ہر ایک کو اپنے سے بہتر سمجھیں۔

تواضع کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ جارہے تھے ایک حبشی غلام بیٹھا ہوا تھا اور ایک عورت ہے کہ وہ دونوں پانی پی رہے ہیں، پلا رہے ہیں، اتنے میں سامنے سے ایک کشتی آرہی تھی، جس کے اندر ساز و سامان تھا، تو وہ کشتی غرق ہونے لگی، تو سات آدمی تھے تو اس غلام نے چھ آدمیوں کو نکال لیا اور حضرت حسن بصریؒ کو کہا کہ اس ایک کو آپ نکال لائیے، تو یہ ڈر گئے کہ میرے لئے دُعاء کرو کہ یہ اس بات پر نادم رہے۔ اس لیے تواضع حاصل کرنا ہے، تواضع نفس کو کچلنا ہے، اگر یہ بات ہوگی تو تب کچھ ورثۃ الانبیاء کی وراثت ملے گی۔

یہ آگ کی کمان ہے

دوستو اور عزیزو! صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے کرو، حضور پاک ﷺ کے سامنے ایک آدمی نے اپنی کمان پیش کی۔ حضور یہ کمان ہے، میں نے ایک آدمی کو سورۃ فاتحہ سکھائی تھی کہ یہ اس کی کمان ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ آگ کی کمان ہے، ہم حقیقی وارث بنیں گے، وراثت کے پہنچانے میں تب ہم قدم بڑھا سکیں گے، اگر یہ صفات ہمارے پاس ہوں گی۔ اسلاف ان چیزوں کو خدا کے لیے کرتے تھے اور معاش زندگی اپنے سے کیا کرتے تھے، ان میں سے کوئی قناد ہے، کوئی صباغ۔

امام ابوحنیفہ کا بے مثال تقوی

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے دو مفسر ہیں کہ وہ قرآن کی تفسیر پر بات کرتے چلے جارہے

ہیں۔ کتنے بڑے تھے، امام ابوحنیفہؒ بزاز تھے، یہ بھی کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے، اس کی دکان تھی، کپڑا نکال کر اس کے اندر عیب ہو اس کو بتلا کر بیچنا، تو ان کے پڑوس میں سے ایک مرتبہ بکری چوری ہوگئی تھی تو نو سال تک (یا کئی سالوں تک) بکری کا گوشت نہیں کھایا، یہ تو نبوت کا ایک عکس ہے، وہ اصل علم جس سے اللہ اور اس کے رسول کی بات کا مطلب سمجھ میں آتا ہے۔

علم والی صفات ہوں تو علم رہبری کرتا ہے

عیاش بن ربیعہ مکہ سے ہجرت کر کے آگئے تھے، دھوکہ سے ان کو بلالیا تھا، یہ مدینہ سے مکہ ہجرت کر کے تشریف لائے، تو ان کے چلے آنے کے بعد پتہ چلا کہ تیری ماں نہ کھاوے نہ سووے! کہ جب تک نا آئیں گے تو میں نہ کھاؤں گی، نہ سوؤں گی۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر اس کو بھوک لگے گی خود کھائے گی، تو پھر انہوں نے کہا کہ قسم پوری کر کے آجاؤں گا، تو یہ مقولہ مشہور ہے کہ جو گھر گیا وہ گھر گیا۔ اس کے بعد آیت نازل ہوئی: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا...... الخ۔ تو حضرت عمرؓ نے آیت لکھ کر بھیجی تو کہا کہ جب یہ آیت میرے پاس پہنچی تو کہا کہ میں اس کا مطلب نہیں سمجھا تھا، تو یہ بات نہیں کہ وہ کوئی لغت نہیں سمجھتے تھے کہ وہ تو اہل زبان تھے، وہ مطلب نہیں سمجھے، تو ایک مرتبہ جنگل میں روتے جاتے تھے تو پھر کہا: **اللهم فهمنيها** تو یہ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ چلے آئے۔

جب علم کی صفات ہمارے اندر ہوں گی جب وہ آتا ہے۔ خالی ترجمہ یہ علم کی حقیقت نہیں ہے۔

بغیر صفات کے علم خطرہ ہی خطرہ ہے

اس واسطے یہاں پر اس کی آواز لگ رہی ہے، اس قول پر عمل کرو گے، تمہارے اندر یہ صفات پیدا ہوں گی، تو پھر اس وراثت کا حق ادا کر سکو گے، اور اس کی بنیاد یہی ہوگی کہ ان خواہشات اور اپنے نفس کو کچلنا ہوگا، خدا کی مخلوق سے کچھ لینے کا جذبہ نہ ہو، بلکہ صرف خدا سے لینے کا جذبہ ہو۔

الا ان شر الشرار العلماء یعنی بدترینوں میں بدترین بدترین علماء ہیں، وہ بدترین یہ ہے کہ جو صفت ان میں اللہ نے رکھی تھی اس کے آداب کی رعایت نہ کرتے ہوئے ہم نے شرارت کے راستے پر اس کو ڈالا، یہ جان کر بھی اس کو نہیں کر رہا ہے۔

آدمی جتنے اونچے سے گرتا ہے اتنی ہی چوٹ لگتی ہے، اونچے مقام والا جب بے عنوانی کرتا ہے، تو اس کی پکڑ ہوگی، باقی ہماری بات یہ ہے کہ ہمیں ان چیزوں کا خیال بھی نہیں، بس یہ بات ہوگی اس وقت میں ہمیں فکر ہوگی ان صفات کو اپنے اندر پیدا ہونے کی، اگر چھٹی ملی تو چاہے جو کرو، یہ تو دنیوی علوم کے چلنے والوں کا کام ہے، بس اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیں ان پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور صحیح طالب علم بنائے۔ یعنی بے ڈھنگے طالب علم نہ بنائے، یہ معنی ہیں طالب علم کے۔

کوا چلا ہنس کی چال

اگر ایسا کرو گے تو چمکو گے، ورنہ کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا۔ ہم کو اپنا فیشن نہیں بنانا ہے، ہم اگر اس پر چلیں گے تو بھائی ہم پیچھے رہ جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کم عمر بچے ہیں لیکن رئیس القراء والمفسرین کہا جاتا ہے، ان کی حالت یہ تھی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور ان کے دروازے پر بیٹھے رہتے اور کہا کہ جگا کیوں نہیں دیا، تو کہا کہ میں طالب علم بن کر آیا ہوں۔ حضرت عباس ﷛ حضور ﷺ کے زمانے میں چھوٹے ہی تھے، اس وقت جس وقت حضور ﷺ دنیا سے

تشریف لے گئے، توان کی عمر تیرہ سال کی تھی۔ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس کی تبحر علمی

توسوال کیا کہ: **اذا جاء نصر اللہ** میں کیا ہے؟ توکسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ اور کہا ،تو پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو جواب دیا۔مجھے حضور ﷺ کا اس دنیا سے رخصت ہونا نظر آتا ہے۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس بچے سے زیادہ نہیں جانتا، اس لیے معلوم ہوا کہ عقل عمر کے ساتھ نہیں، بلکہ چھوٹے کو بھی عقل صحیح ہوسکتی ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جو میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے گھر دیکھا وہ کہیں نہیں دیکھا کوئی قرآن کے بارے میں سوال کرتے تھے،اس کے بعد اعلان ہوتا تھا کہ تجوید کے بارے میں، پھر سارا گھر بھر جاتا تھا۔پھر اعلان ہوتا تھا کہ تفسیر کے بارے میں، پھر حدیث کے بارے میں اعلان ہوتا تھا، پھر غزوات کے بارے میں، پھر تاریخ کے بارے میں،پھر ایام عرب کے بارے میں پھر مجمع (متفرق اُمور) کے بارے میں،پھر ہرایک کا جواب دیتے تھے۔

کروگے تو کچھ حاصل ہوگا

جو کمائی کا زمانہ ہوتا ہے،تو اگر اس وقت میں محنت کرتے ہیں تو پھر پھل آتا ہے، اگر سستی کرتے ہیں تو پھل نہیں آتا۔بس اب دیکھو ہمیں کیسے چلنا ہے، دیکھو یہ بچے ہی تو تھے،کروگے تو کچھ حاصل ہوگا،نہیں کروگے وقت گذر جائے گا۔نشستند،گفتند و برخواستند۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان.......... ⑭

{خطاب}

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب مکی کا طلبائے کرام سے پر اثر خطاب۔

اقتباس

آج دنیا میں جو علوم چل رہے ہیں وہ تین قسم کے ہیں (۱) لفظی یا صوری (۲) مدلولی (۳) حقیقی۔

اہل باطل اور اہل دنیا پہلے کتابوں میں شکلیں بناتے ہیں، لیکن اس کی وجہ سے مقابلہ کا دعویٰ نہیں کرتے، پھر ان صورتوں سے تجاوز کر کے خارج میں تصویر بناتے ہیں لیکن اس کے باوجود مقابلہ کا دعویٰ نہیں کرتے، پھر ان شکلوں سے تجاوز کر کے خود ان تصویروں کو ہاتھوں سے بناتے ہیں پھر مقابلہ کا دعویٰ کرتے ہیں، پہلی قسم لفظی جیسے کتابوں میں ہوائی جہاز سائیکل کی صورت بناتا۔ دوسری قسم مدلولی جیسے خارج میں ان کی تصویر گھڑنا، پتلا اور مجسمہ بنانا۔ تیسری قسم حقیقی جیسے ہوائی جہاز اور سائیکل کو اپنے ہاتھوں سے بنانا، پھر مقابلہ کا دعویٰ کرتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ہے جو ہم سے زیادہ علم اور قوت والا ہو، ہم اپنے علم اور قوت سے آسمانی فضا میں اڑ رہے ہیں۔ یہی علم کی تینوں قسمیں آج بلکہ ازل سے ابد تک تمہارے علم میں بھی ہیں اور باقی رہے گی۔

پیریگراف از بیان داعی اعظم حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

علوم انسانی علم الٰہی سے اسفل ہے

حق سبحان تعالیٰ نے تمھیں جس میں مشغول فرمایا ہے وہ ایسا ہے جو کہ ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے اور علوم انسانی تمام کے تمام علم الٰہی سے اسفل ہیں یہ علم ایسے ہیں جس پر حق تعالیٰ قوموں کو پست کریں گے یا غالب کریں گے جن قوموں کے جذبات اور اطوار اور احوال اور نیت علم الٰہی کے مطابق ہوں گے وہ قوم قوی اور غالب رہے گی۔

علم کی قوت کب ظاہر ہوتی ہے

اور جب کہ یہ علم اپنے صحیح مقام پر ہو تب ہی اس کی قوت معلوم ہوگی اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی کے پاس بندوق کی گولی ہے اب گولی کو ہاتھ سے مارنے سے کام نہیں چل سکے گا جب کہ اس کے موقعہ یعنی بندوق میں رکھ کر عمل میں لانا پڑے گا تب ہی فائدہ دے گی، جیسے کہ ایک واقعہ ہے کہ ایک دیہاتی جنگل جا رہا تھا راستہ میں بندوق کی گولی ملی اور جانتا نہ تھا کہ یہ کیا ہے؟ تو دیہاتی نے ایک آدمی سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ یہ چیز یعنی گولی ایسی ہے کہ جو شیر کو مارتی ہے تو دیہاتی نے یہ سن کر تو گولی

اپنے ہاتھ سے ماری مگر کچھ اثر نہ ہوا تو دیہاتی نے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو پھر جواب دیا کہ گولی کو اپنی جگہ یعنی بندوق میں رکھو پھر چلاؤ اس کے بعد لگے گا نتیجہ یہ نکلا کہ جب گولی اپنے مقام پر آئے گی تب ہی قوت معلوم ہوگی۔

تو میرے محترم بھائیو اور بزرگو! اسی طرح علم الٰہی بھی سارے علوم والوں کو شکست دے گا اور ان کو پست دے گا اور ان کی ایجاد کی ہوئی خرافات جن پر وہ اپنی کامیابی کا مدار گمان کئے ہوئے ہیں سب کو باطل کر کے بجھائے گا جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم کہ نافرمان زیادہ ہونے کے باوجود باعتبار تعداد کے اور قوت میں بھی زیادہ ہونے کے باوجود نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کیا اور فرماں بردار کم ہونے کے باوجود فرماں برداری کی وجہ سے کامیاب ہو گئے۔

علم حقیقی سے باطل ٹوٹے گا

میرے محترم بزرگو اور دوستو! خدا تعالیٰ نے جو علم تم کو دیا اس سے باطل کا مقابلہ کرنا ہے اور باطل کو توڑنا ہے اور حق کو ظاہر کرنا ہے جیسا کہ آیتِ کریمہ میں وارد ہوا ہے۔(بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾) [سورۂ انبیاء آیت:۱۸] (وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾) [سورۂ بنی اسرائیل، آیت:۸۱] جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق کو ظاہر کر کے باطل کا مقابلہ کر کے باطل کو توڑنا ہے تم کو خدا تعالیٰ نے ابھی وہ وقت دیا ہے کہ حق سے مقابلہ کر کے باطل کو توڑ سکتے ہو اور ہلاک کر سکتے ہو جیسا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے حق سے اپنی گمراہ کن قوموں کا جو کہ باطل پر تھیں مقابلہ کر کے ہلاک کیا چنانچہ جب کہ انبیاءؑ اور ان کی قوم حق کو لے کر قیصر اور ایران کی طرف گئی روم اور اسکندریہ کی طرف گئی حق پھیلا کر دکھلایا اور باطل کو توڑ دیا۔

باطل حق کے آنے سے ہی ٹوٹتا ہے

لیکن یاد رکھئے کہ باطل کو توڑنا صرف حق ہی سے ہوسکتا ہے، کسی اور سے باطل توڑا نہیں جاسکتا اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ حق نور کی طرح اور کفر ظلمت کی طرح ہے تمھارے گھر میں اندھیرا ہے اس کو گولی سے ہٹانا چاہو، مشین گن سے ہٹانا چاہو، مگر نہ ہٹے گا اگر توپ یا ایٹم بم لاؤ گے تب بھی نہ ہٹے گا اس اندھیرے کو شکست دینے کی صورت چراغ اور شمع ہے اس کو لے کر گھر میں داخل ہوں گے تو پھر فوراً ہی اندھیری اور ظلمت نکل جائے گی نہ ٹھہر سکے گی نہ پھیل سکے گی دور ہو جائے گی۔

آج باطل ہر جگہ پھیلا ہوا ہے

تو میرے محترم حضرات یہ ایسا ہے جیسا کہ آج باطل دلوں میں اور مملکت میں بھرا ہوا ہے اور دلوں پر اثر کیا ہوا ہے، یہ باطل کا اثر دنیا کی کسی بھی طاقت وقوت سے ٹوٹ نہیں سکتا بلکہ اس کا مقابلہ حق سے کرنا پڑے گا اور حق کی قوت سے اس کو نیست ونابود اور معدوم کرنا پڑے گا، میرے محترم حضرات خدا تعالیٰ کی یہ عادت رہی ہے کہ اسبابِ دنیا اہل باطل کو زیادہ دیتا ہے مگر دینا خوش ہونے کے لیے نہیں بلکہ آزمائش کے لیے دیتا ہے اور خدا تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ بندے مال ودولت پر بھروسہ کر کے اس پر کامیابی کا مدار سمجھتے ہیں یا میری ذاتِ واحد پر کامیابی وناکامی کا مدار سمجھتے ہیں۔

مگر افسوس آج ہمارے دلوں میں باطل آرہا ہے ہمارے خیالات اور یقین اور اعمال اور معاشرت اور اطوار میں باطل آگیا ہے اور گویا کہ ایسا ہوگیا ہے کہ آج دنیا سے حق مٹ گیا ہے اور ختم ہوگیا ہے اور باطل اہل دنیا پر غالب آگیا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ دور سے دودھ دیکھا اب اس میں پانی کچھ ملاوٹ ہو تو ملاوٹ اور مخلوط شئی کا معلوم

کرنا مشکل ہے بلکہ قریب میں لاکرکسی آلہ اور ذریعہ سے معلوم کرسکتے ہیں اسی طریقہ سے باطل دلوں میں متاثر ہوکر آگیا ہے اور حق کو نکال رہا ہے۔

باطل دلوں سے کیسے نکلے گا؟

میرے محترم حضرات یہ باطل اب دلوں میں سے کیسے نکلے گا؟ آج اس وقت باطل کو نکالنے کے لیے جماعتیں نکل رہی ہیں اور قلوب سے باطل کو نکال کر دور پھینک رہی ہیں اور جماعتیں باطل کو پہلے اپنے قلب اور جسم اور معاشرت اور اطوار اور سوسائیٹی سے نکال رہی ہیں اس کے بعد دوسروں کی اصلاح کرکے باطل کو ہٹا کر حق پہنچا رہی ہیں اور پہلے ایک باطل کو ہٹائے گی پھر دوسرے باطل کو ہٹائے گی رفتہ رفتہ دل کو پاک صاف کرکے حق کو داخل کردے گی۔

علوم تین قسموں پر ہیں

میرے محترم حضرات آج دنیا میں جو علوم چل رہے ہیں وہ تین قسم کے ہیں اور تمہارا علم یعنی حق بھی تین قسموں پر مشتمل ہے (۱) لفظی یا صوری (۲) مدلولی (۳) حقیقی۔

اہلِ باطل اور دنیا پہلے الفاظ اور کتابوں میں شکلیں بناتے ہیں لیکن اس کی وجہ سے مقابلہ کا دعویٰ نہیں کرتے پھر ان صورتوں سے تجاوز کرکے خارج میں تصویر بناتے ہیں، لیکن اس کے باوجود مقابلہ کا دعویٰ نہیں کرتے پھر ان شکلوں سے تجاوز کرکے خود ان تصویروں کو ہاتھوں سے بناتے ہیں پھر مقابلہ کا دعویٰ کرتے ہیں پہلی قسم لفظی ہے جیسے کہ کتابوں میں ہوائی جہاز یا سائیکل کی صورت بنانا دوسری قسم مدلولی ہے جیسے کہ خارج میں ان کی تصویر گھڑنا اور پتلا اور مجسمہ بنانا اس کے بعد اسی تصویر کو ہاتھوں سے بناتے ہیں یہ حقیقی ہے جیسے کہ ہوائی جہاز اور سائیکل بنائی ہوئی پھر مقابلہ کا دعویٰ کرتے ہیں کہ

دنیا میں کوئی ہے جو ہم سے زیادہ علم اور قوت والا ہو ہم اپنے علم اور قوت سے آسمانی فضا میں اڑ رہے ہیں یہ اہل دنیا اپنی باطل قوت وعلم پر ناز کر رہے ہیں۔

دینی علم میں بھی یہی تین حیثیتیں ہیں

یہی علم کی تین قسمیں آج بلکہ ازل سے ابد تک تمھارے علم میں بھی ہیں اور باقی رہے گی پہلے تم الفاظ اور آیات اور احادیث کو پڑھتے ہو جیسے کہ نگاہ کے بارے میں {يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ} [سورۂ نور، آیت:۳۰] اور چلنے کے بارے میں {وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا} [سورۂ فرقان، آیت:۶۳] اور اسی طرح ہر ہر عضو میں یعنی اس کے کام کے بارے میں قرآنی آیات ہیں مگر صرف الفاظ پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے اثر نہیں ہوتا اور ہمارے اعضاء کی اصلاح اسلامی طرز و طریق پر نہیں ہوتی اب اگر جو آیت جس عضو سے متعلق ہے اس میں اثر کر گئی اور عضو نے اثر بھی قبول کیا تو یہ آیت اپنے مقام پر آگئی اور آیت کا مقصد پورا ہو گیا یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ گولی بندوق میں اپنے مقام پر آگئی۔

علمِ حقیقی سے اللہ نے ہر زمانے کا باطل توڑا

اور آیات ایسی طاقت رکھتی ہیں کہ نافرمان قوم جو کہ قوت وہمت میں مشہور تھی ان کو تباہ وہلاک کر ڈالا جیسے کہ نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم ان میں ایمان لانے والے کم تھے اور نافرمان قوم زیادہ تھی ان کی قوت وشجاعت کے باوجود ان کو ہلاک کر ڈالا اور قلیل سے ایمان لانے والے جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام پر ان میں اللہ کا علم تھا اس علم نے ان کے جذبات کو صحیح کر دیا تھا اور ان سے جذبات کو سخت بنا دیا تھا اللہ کے ساتھ اور نبی کے ساتھ تو حق تعالیٰ کی طرف سے نصرت آئی بڑی کثرت سے قوم کو برباد

کیا جو کہ نافرمان تھی جیسے کہ ہود علیہ السلام کی قوم کا قول {اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً} یہ قوم ۳۵ ر یا ۴۰ ر قد کی قوم تھی خدا تعالیٰ نے قوم عاد کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہوا سے ہلاک کیا قوم لوط کو لواطت کی نافرمانی کی وجہ سے اوپر اٹھا کر پٹک کر ہلاک کیا کسی قوم پر زلزلہ آیا اور کسی قوم پر صاعقہ آیا اور برباد کیا اور حق جب باطل کے مقابلہ میں آئے گا اور ٹکرائے گا تب ہی حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا معلوم ہوگا اور حق غالب رہے گا اور ہمیشہ حق غالب رہا ہے، تاریخ میں کہیں بھی نہ ملے گا کہ باطل غالب رہا ہو اور حق کا چورا چورا ہو گیا ہو بلکہ تاریخ کا ہر ورق اور ہر سطر شہادت دے رہی ہے کہ حق ہمیشہ غالب رہا ہے اور باطل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ باطل کو کب توڑتے ہیں

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ باطل پہلے دنیا پر چھا جائے اور اہل دنیا باطل پر ناز کرنے لگیں پھر اہل حق سے مقابلہ کریں اور وہ باطل کو توڑیں تو ایسے وقت میں ہی حق غالب رہے گا اور اہل دنیا کے تخیلات کو بدلے گا جیسے کہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ "**انا ربکم الاعلیٰ**" کہہ گئے جیسے کہ مردود وملعون وکافر فرعون نے کہا تھا اور اسی کا زور چل رہا تھا اور اہل زمانہ پر باطل کی قوت چھائی ہوئی تھی جب کہ موسیٰ علیہ السلام حق لے کر کھڑے ہوئے تو باطل کے ٹکڑے کر دیے اسی طرح قوت پر اکڑنے والی قوم اور تجارت کی قوت اور اسی طرح ملک کی قوت اور صنعت کی قوت پر اترانے والی قومیں اپنے اپنے دور کے نبیؑ کے مقابلہ میں جب آئیں تو چور چور ہو گئیں اور دنیا پر حق غالب ہو گیا۔

قیصر وکسریٰ کو بھی اللہ نے توڑا

حضور اکرم ﷺ کے دور میں یہ سب طاقت موجود تھی اور اہل باطل اپنی قوت و طاقت پر فخر و ناز کر رہے تھے اور پوری دنیا والوں پر باطل چھایا ہوا تھا حضور اکرم ﷺ حق

کو لے کر کھڑے ہوئے اور خدا تعالیٰ ظاہر کرنا چاہ رہا تھا کہ کس طرح حق غالب رہتا ہے اسے حق تعالیٰ نے دکھلایا اور وہ باطل جو کہ قیصر وکسریٰ میں تھا یا وہ جو کہ نصاریٰ نجران میں تھا سب کا مقابلہ کر کے نیست و نابود کر دیا اور باطل کو توڑ کر ذلیل کر کے حق کا غلبہ کر دکھایا اور یہ غلبہ یہاں تک ہوا کہ لوگوں اور قوموں کے دلوں میں حق آ گیا اور ان کے اعمال وخیالات اور معاشرت کے طریقے بدل گئے اور وہ مشاہدہ پر چل رہے تھے اور نقصان اُٹھا رہے تھے جیسے کہ آج ہم باطل کی قوت دیکھ کر ان کا شوکت ودبدبہ اور غلبہ دیکھ کر نقصان میں پڑے ہوئے ہیں۔

صحابہ کو علم پر کامل یقین پیدا ہو گیا

ان کے سامنے حق ظاہر ہونے کے بعد آخرت اور جنت کے نقشے آ گئے جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے {يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ} [سورۂ نور، آیت: ۳۷] مقابلہ کرا کے حق کو غالب کرایا اور باطل کو فنا کر دیا اور حق ان کے اندر سے باطل کو لے چلا اور دور کر دیا اور ان کو یقین ہو گیا کہ ہمارے خیالات سب غلط ثابت ہو گئے حقیقت میں کامیابی تو حق سے ہے باطل سے نہیں ان کے سامنے سے باطل کے نقشے اور دنیا کی پرزور طاقت کے نقشے ختم ہو گئے اور حق کے نقشے آ گئے اور آخرت کے نقشے آ گئے، بہرصورت ان کی یہ حالت ہو چکی تھی کہ ان کے دلوں سے دنیا نکل چکی تھی اور وحی پر اس طرح یقین جم گیا تھا کہ مدد ونصرت قرآن کے ساتھ ہے۔ ''ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواماً ویضع بہ آخرین'' کو دیکھ رہے تھے اور مشاہدہ کر رہے تھے وحی سے احکامات آ رہے ہیں ان کو لے کر قربانی دے رہے ہیں۔

یقین والے علم نے قربانی پر کھڑا کر دیا

ان احکامات کو پھیلانے اور عام کرنے میں نہ تو بیماری نہ گھر بار نہ تجارت کو دیکھتے ہیں، ان کے دلوں میں یہ بات جم گئی تھی کہ حق کو پھیلا کر رہیں حضور ﷺ کی رسالت کو پھیلا کر رہیں اور حق جو کہ نور ہے کفر جو کہ ظلمت ہے اس پر غالب آجاوے اور دین تاریکیوں سے نکل کر نور میں آجاوے اور اہل دنیا جہنم کے مستحقین ہونے سے بچ کر جنت کے حق دار بن جاویں، میرے محترم دوستو! یہ حق اسی وقت پھیل سکتا ہے جب کہ فاقہ برداشت کریں آج تو پہلے لوگوں کا تصور کرنا مشکل ہے ان کا تو حال یہ تھا کہ حلقہ در حلقہ لگے ہوئے ہیں اور فاقہ کے مارے پیٹ اور پیٹھوں پر پتھر باندھے ہوئے ہیں کپڑا ابھی اتنا نہیں ہے کہ آسانی سے ستر پورا چھپا سکے اس کے باوجود نہ تو کسی نے شکایت کی اور نہ حضور اقدس ﷺ نے کبھی یہ فرمایا ہو کہ پہلے پیٹ بھرو اور بدن کو اچھی طرح چھپاؤ پھر آکر حلقہ میں شامل ہوں نہ ادھر سے اشارہ نہ اُدھر سے اشارہ بلکہ دونوں یقین پر چل رہے ہیں یہ حق اتنا اہم ہے کہ جو فاقہ برداشت کریں گے وہی دنیا میں پھیلیں گے اور حق کو پھیلائیں گے۔

صحابہ کا فاقوں کے ساتھ علم حاصل کرنا

میرے محترم بھائیو اور دوستو! یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جو بھی حق کو فاقہ میں نہ لے گا وہ فاقہ کی حالت میں حق پھیلا نہیں سکتا جس حالت میں لیا ہوگا اسی حالت میں اوروں تک پہنچا سکو گے۔

خداوند قدوس کا یہ ضابطہ رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اوروں قوموں کو دنیا میں مصائب اور تکالیف پہنچاتے رہیں اور مخلص اور غیر مخلص کو معلوم کرلیں خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ کیسے کیسے احکامات کو لیتے ہیں اور کس کے کہنے پر چلتے ہیں یہ ابتلاء پہلے سے آرہا ہے ہر ایک خدا تعالیٰ نے کسی نہ کسی حالت میں آزمایا ضرور ہے، جیسے کہ یہ واقعہ منقول

ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ فاقہ کے مارے غش کھا کر گر جاتے تھے مگر حضور اقدس ﷺ سے کسی نے بھی شکایت نہ کی اور نہ کسی نے کہا کہ کھاؤ پھر پڑھو بلکہ ہر ایک کی زبان پر یہ جملہ جاری تھا فاقہ کی حالت میں پڑھو تا کہ پڑھے ہوئے پر یقین آ جاوے ان لوگوں کے دلوں میں حق کی عظمت بھری ہوئی تھی نبی ﷺ جو بھی کہتے اس پر لبیک کہتے اور جان قربان کر دیتے اور ان قلوب میں اتنا حق آ گیا کہ نبی ﷺ کی زبان سے کلمہ نکلتا کہ اس پر عمل ہو جاتا۔

مشاہدہ سے زیادہ غیب پر یقین

جیسے کہ دوسرا واقعہ مذکور ہے کہ ابو درداء دمشق میں تھے اور ایک خبر دینے والے نے خبر دی کہ آپ کے گھر کو آگ لگ گئی تو ابو درداء نے فرمایا کہ لا واللہ خدا کی قسم میرا گھر نہ جلے گا خبر دینے والا واپس لوٹا پھر دیکھ کر واپس آ کر کہا کہ خدا کی قسم آپ کے گھر کو آگ لگ گئی یہ خبر مشاہدہ سے دے رہا ہو مگر انکار کیا جب کہ تیسری بار واپس لوٹا تو اس نے دیکھا کہ آگ ابو درداء کے گھر کے دروازے پر آ کر بجھ گئی اور گھر کو نقصان نہ پہنچایا تو اس نے واپس آ کر ابو درداء سے عرض کیا کہ تعجب ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ابو درداء نے فرمایا کہ ہمارا مشاہدہ غلط ثابت ہو سکتا ہے مگر حضور ﷺ کی خبر غلط ثابت نہیں ہو سکتی مجھے ان کی ایک دُعا پر یقین تھا جس کی برکت سے میرا گھر بچ گیا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی اس دُعا کو صبح و شام اس دُعا کو پڑھ لے اس کو نقصان نہ پہنچے گا۔

صحابہ مشاہدہ سے علم غیبی پر آ گئے تھے

ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ حضور ﷺ سے جو بات سن لیتے اس کو یقین کے درجہ میں اُتار دیتے دنیا بدل جائے مگر نبی ﷺ کا قول نہیں بدل سکتا ہمارا مشاہدہ غلط ثابت ہو سکتا

ہے مگر حضور ﷺ کی خبر غلط ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ ثابت اور واقعہ ہو کر رہے گی دراصل بات یہ ہے کہ جب دنیا کو قرآن کریم نے {وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾} کہا تو اس میں ہونے والے مشاہدات بھی خبر کا مقابلہ نہیں کر سکتے یہ دنیا کا نقشہ تو ایسا ہے جس کو قرآن کریم نے کھینچا ہے {وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ} کہ دنیوی مال و متاع تو فخر کی چیزیں ہیں کثرت ہوں یا قلت میں یہ سب باطل اور بے سود ہے اصل تو نبی ﷺ کی بات ہے اس پر عمل کرنا اور آخرت کمانا {والاخرة خير للذين اتقوا} کہ آخرت شرک سے بچنے والوں کے لیے ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ مشاہدہ کو ٹھکرائے اور حق کو تسلیم کرے وہی حق کو دنیا میں پھیلا کر رہے گا اور ظاہر کرے گا ہمارے بدن میں گرمی اور سردی جس طرح اثر کر رہی ہے اسی طرح آج ہمارے قلوب اور اعمال اور معاشرت میں باطل اثر کر رہا ہے کیوں کہ ہم نے حق کی حفاظت نہیں کی ان لوگوں نے خود نبی ﷺ کی بات پر جان قربان کر کے مشاہدہ سے علم غیبی پر آ گئے تھے اس لیے ان پر حق اثر کر رہا تھا جب بھی کوئی کام کرتے تو غیب پہ نظر کرتے دنیا پر نظر نہ کرتے تبھی نفع اُٹھا سکتے تھے خدا تعالیٰ تو مال کے ساتھ بھی اور مال کے بغیر بھی مدد کر سکتا ہے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں مال خدا کی طرف سے کچھ کام آنے والا نہیں۔

عطاءِ خداوندی کے دو دروازے

میرے محترم! خدا تعالیٰ کے دو دروازے ہیں جس سے مخلوق کو ہر چیز یا حاجت کی چیز دیتا ہے ایک دروازہ عام ہے اس سے سبھی کو دیتا ہے محق و مبطل ہر ایک کو دیتا ہے جیسا کہ بادشاہ ہو اس کے دفتر میں کوئی ملازم ہو جائے تو اس کو ملتا رہتا ہے اور بادشاہ نے کسی کو محبوب بنا لیا ہو تو بغیر محنت اور بغیر مزدوری اور بغیر کام کے اس کو بخشش دیتا رہتا ہے اگر کوئی خدا کو سمجھنا چاہے تو دنیا کے بادشاہ سے سمجھ سکتا ہے کھیتی اور زراعت اور تجارت کسی

بھی ذرائع سے مبطل کو دیتا ہے اور دوسرا دروازہ خاص ہے وہ خاص لوگوں کے لیے ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے {وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهٗ مَخْرَجًا ۲} کہ خدا تعالیٰ سے یعنی شرک کرنے سے جو آدمی بچے گا اور اعمال صالحہ کرتا ہوگا اس کو ایسی جگہ اور ایسے مقام سے خدا تعالیٰ رزق پہنچائیں گے جس جگہ یا جس مقام کا اس کو علم نہ ہوگا یعنی وہاں سے ملنے کی توقع نہ ہوگی۔

تقویٰ واعمال صالحہ پر غیبی مددیں

یہ دروازہ خاص کر کے مومنین مخلصین موحدین کے لیے ہے خدا تعالیٰ کے دونوں دروازہ سے رزق پہنچانا کبھی تو اسباب یعنی تجارت زراعت مزدوری یا اور کوئی پیشہ کے ذریعے ہوتا اور کبھی بغیر اسباب کے مدد غیبی کی صورت میں پہنچاتا ہے اور پہنچاتا رہتا ہے اس کے لیے انبیاء علیہم السلام کے واقعات دیکھ لیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات دیکھ لیں جیسے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو مدد غیبی سے ملا تھا اور صحابہ کرام نے بھی تنور سے بغیر آگ جلائے ہوئے روٹی حاصل کی ہے یہ سب خدا تعالیٰ ان کو تقویٰ اور اعمال صالحہ کی برکات کی وجہ سے پہنچاتا ہے۔

حضرت ابوبکر ﷺ کا واقعہ بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ مہمان کو مکان پر لے گئے جب جا کر دیکھا تو ایک ثرید کا پیالہ تھا اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا سب نے شکم سیر ہو کر پیا جب فارغ ہو گئے تو دیکھا تو پہلے سے زیادہ تھا یہ برکات تھیں ان کے اعمال صالحہ کی اور حضرت جابر ﷺ کو خندق کے موقعہ پر ایک بکری اور دو صاع گیہوں بقول بعض تین سو اور بقول نو سو مہمان کے لیے کافی ہو گیا، حضور اکرم ﷺ کا مشہور واقعہ ہے کہ ہجرت کے وقت ایک چرواہے کی بکریوں پر گزر ہوا آپ ﷺ نے اس سے دودھ طلب کیا اس نے کہا کہ میں کیسے دوں مالک تو نہیں ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی بکری ہے جو کہ دودھ نہ

دیتی ہو اس نے کہا ہاں فرمایا کہ لاؤ چنانچہ وہ لایا آپ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ رکھا اور بحکم الٰہی دودھ نکل آیا یہ رزق پہنچانے کا دروازہ تھا جو خاص لوگوں کے لیے تھا پھر آپ ﷺ نے شکم سیر ہو کر پیا اور ام معبد رضی اللہ عنہا کا بھی واقعہ ہے کہ ان کو بھی مدد غیبی ہوئی تھی اور کھانا پینا پہنچا تھا ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر خدا تعالیٰ سبھی کو غیب سے مدد اور رزق پہنچا تا رہے تو پوری امت کو دعوت پر کھڑا کر دوں اور عرفات کے میدان میں آپ نے فرمایا ''**لا نبی بعد ولا امة بعد کم**'' پھر اس نبی پر یعنی حضور اقدس ﷺ پر ایسی مددِ الٰہی آئی کہ جس سے دنیا کے کونے کونے میں حق پھیل کر رہا اور باطل کا منہ کالا کر دیا اور سب نے ہی حق کی باقت اور مدد تسلیم کی اور سعد ابن ابی وقاص ﷺ کا واقعہ ہے کہ لشکر چل رہا تھا اور ہواؤں سے آواز آ رہی تھی اور یہ بھی منقول ہے کہ ۱۰ ر یا ۱۲ ر ہزار کا لشکر دریا پار کر کے نکل گئے اور یہ مدد حق ہی کے ساتھ رکھی ہے جو حق پر چلے گا اس کو حاصل ہوگی وہ حق جو کہ حضور ﷺ کے ذریعہ اور واسطہ سے ہم تک پہنچا ہے، جو باطل پر چلے گا اس کو کچھ بھی نہ ملے گا سوائے ندامت وحسرت کے اور کچھ نہ ہوگا۔

اللہ کی ذات پر کامل یقین کی ضرورت ہے

میرے محترم بزرگو! یہ حق سے مدد اور باطل کے ٹکڑے ٹکڑے اسی وقت ہو سکتے ہیں اور اسی کے ساتھ اور اسی کے ذریعہ سے ہوں گے جس کا یقین خدا تعالیٰ کی ذات پر ہو اور مال سے کام نہیں بنتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ ہی ہر چیز کرتا ہے وہی ذات بناتی ہے اور بگاڑتی ہے، وہی ذات ہر کام کرتی ہے تم کہیں بھی ہو محلات میں یا باغات میں ہو لیکن یاد رکھو اگر اعمال خراب ہیں تو وزیر ہاروں ور قارون اور فرعون کی طرح بن جاؤ گے اور اسی میں ناکام اور مغلوب کرے گا یہ خدا کا ضابطہ ہے اور یقین رکھنا چاہیے کہ ہر چیز کا فیصلہ

آسمان والا اپنے اختیار سے کرتا ہے دنیا والوں پر کچھ بھی منحصر نہیں بے بس ہیں۔

باطل حق کے کامل یقین سے ٹوٹے گا

آیت کریمہ {وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ} میں خدا تعالیٰ نے عزت کو اپنے لیے اور خاتم النبیین آقائے نامدار حضور اکرم ﷺ کے لیے اور آخر میں مؤمنین کے لیے ثابت کر کے آیت ختم کی ہے اور مؤمنین وہ جو کہ حق کو لے کر دنیا میں پھیلے اور باطل کا مقابلہ کیا منافق یہ سمجھ نہیں سکتے کہ حاجات اور ضروریات میں خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اسی کی نصرت سے ہماری حاجت دور ہوگی اگر دلوں میں حق ہے اور حق کا جذبہ اور رغبت اور شوق ہوگا اور جما ہوا ہوگا اور اسی پر یقین ہوگا اور اسی یقین کو لے کر باطل کا مقابلہ کرو گے تب ہی یقین سے خدا تعالیٰ نصرت فرما کر باطل کو ختم کر دیں گے۔

حق کی محنت اچھے نتائج

میرے محترم حضرات ابھی ہی کا واقعہ ہے کہ ایک نوجوان علیم الدین نے تبلیغ کر کے تین سال کے عرصہ میں چار ہزار کے قریب اسلام میں داخل کر کے اسلام کی لذت اور لطافت ان کے قلوب میں اتاری ہے انہوں نے حق سے باطل کا مقابلہ کیا تو حق غالب معلوم ہوا، اسی طرح دہلی کے ایک طالب علم کے ہاتھ پر تبلیغ کی کوشش کی وجہ سے تقریباً ۵۰۰ یا ۶۰۰ صرف تین یا چار سال کے عرصہ میں اسلام لائے ہیں خداوند قدوس کسی کو امیر بناتا ہے اور دکھاتا ہے کہ کیا عمل کرتا ہے؟ اور کس پر خرچ کرتا ہے؟ اور کیسے کرتا ہے؟

نیز ابھی ہی کا واقعہ ہے کہ ۲۱ رسالہ نوجوان غالباً سعودیہ کا امریکہ میں تعلیم حاصل کر رہا ہے اس پر لوگ تبلیغ کی کوشش سے ایمان لا رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو

دکھلائیں گے کہ یہ حق کو لے کر چلا اور دنیا والوں کی اور مافیھا کی محبت نہ پڑا سب سے منہ موڑا ہم نے اس کی کیسی مدد کی جو بھی حق کو یقین کے ساتھ لے کر چلے گا خدا تعالیٰ اس کی مدد فرمائیں گے۔

علم کی عظمت کب آوے گی

یاد رکھنا چاہیے کہ انقلابات آ رہے ہیں اور لوگ آزمائشوں میں مبتلا کئے جا رہے ہیں اس لیے پہلے تو حق ہمارے اندر لا کر ہماری معاشرت کو ٹھیک کرنا چاہیے اور اس کے بعد یہ کرو کہ جو بھی بات زبان سے نکلے اصلاح کے لیے نکلنی چاہیے کوئی اور نیت نہ ہو تب ہی خدا تعالیٰ باطل کو دل سے دور کرے گا اور حق داخل کرے گا اور اسی سے مدد کرے گا اب بھی جو بھی دل میں باطل کا نقشہ ہوگا اس کو یقین توکل محنت و مشقت قناعت کو نصیب کرو گے توبہ کی توفیق دے کر نکال دے گا اور دل صاف کر کے حق داخل ہو جائے گا اور اس کے دل میں تب ہی علم کی عزت اور حق کی عزت آئے گی اور پھر دشمن کے مقابلہ میں آئے گا اور مدد ہوگی۔

اللہ نے نماز مسائل کے حل کے لیے دی ہے

اور مدد کے لیے خدا تعالیٰ نے نماز دی ہے مگر اس طور پر نہیں کہ قلوب میں باطل اثر کر رہا ہو بلکہ خشوع خضوع گریہ وزاری اور تواضع کے ساتھ ہونی چاہیے اور حضور ﷺ کے طریقہ پر نماز ہونی چاہیے اور اس پر پورا یقین ہونا چاہیے تب ہی خدا تعالیٰ دکھلائیں گے کہ مخلصین کی حاجت کیسے پوری ہوتی ہے، تمام حاجتوں میں وہی نماز مدد دے گی ہر مصیبت دور ہوگی۔

میرے محترم حضرات نماز بندوں کے لیے ایسی ہے جیسے کہ گولی بندوق کے لیے

اگر بندوق صحیح ہوگی تو گولی کام آئے گی اگر بندوق میں خرابی ہے تو نفع کے بجائے اور نفع کی جگہ نقصان دے گی، اسی طرح اگر تم نے نماز کو صحیح طور پر پڑھا ہے اور پوری کی پوری ٹھیک طریقہ سے ادا کی ہے تو اس کے بعد جو بھی دعا مانگو گے پوری ہوجائے گی اور تمہاری ضرورت دور ہوگی اور یہی نماز آسمان سے گزر کر عرش تک پہنچے گی اس کو کوئی چیز بھی روکنے والی نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کے دربار میں مقبول ہوگی اور اسی تائید میں بہت سی احادیث اور روایات منقول ہیں خلاصہ یہ ہے کہ نماز کو اس کی شرائط کے ساتھ ادا کرنے بعد قبولیت سے کوئی چیز مانع اور حائل نہیں ہے۔

صحابہ کے دلوں میں حق کی عظمت

غور سے سنو کہ حق تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہونے کے بعد ہی اور تجربہ کے بعد ہی جان سکو گے اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک بچہ ہے اس کے پاس دس روپے کا سونا ہے وہ دو پیسہ میں بھی کم عقلی میں بیچ ڈالے گا اگر ہوش رہے تو ہرگز نہ بیچے گا اسی طرح صحابہ کرام ﷺ نے حق کی طاقت اور قوت اور اس کی حقیقت جان لی تھی ان سب حضرات کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کی قیمت کیا ہے دنیا و مافیہا کو حق کے سامنے حقیر اور ذلیل گمان کئے ہوئے تھے اسی وجہ سے اپنی جانوں اور مالوں اور آل اولاد کی فکر نہ کی بلکہ حق کی بلندی کے لیے سب کچھ ختم کر دیا اور ایک مثال پیش کر دی لیکن یہ قوت کا جان لینا حق ہی سے ہوگا اسی کے ذریعہ بہت سی دنیوی مالی جانی قوتوں کو توڑا، یہ قوت اسی طریقہ سچ اور صراطِ مستقیم سے حاصل ہوگا جو حضور اکرم ﷺ سے منقول ہے اسی میں مشقت اور مصیبت اُٹھانی پڑے گی فاقہ برداشت کرنا پڑے گا تب ہی تو لذت اور مزا معلوم ہوسکتا ہے اور بالآخر اسی خدا کی عظمت اور قدرت اور اختیارات پر یقین آتا ہے۔

علم کے لیے بہت ہی محنت اور قربانی کی ضرورت ہے

میرے محترم حضرات علم کے سلسلہ میں بات ہو رہی تھی حضرت علی ؓ جو کہ مشہور صحابی اور خلیفہ رابع ہیں ان سے منقول ہے کہ جس نے بھی علم سکھلا یا اس کا میں غلام ہوں اب اگر وہ چاہے تو آزاد کر دے یا غلامی میں باقی رکھے ان حضرات کے دلوں میں اس علم کی عظمت تھی اور قرآن بخاری وغیرہ پڑھی جا رہی ہیں اور سننے والے حیران ہیں اگر سننے والے میں اہلیت ہے تو اثر پڑے گا اور قدر کرلے گا یہ بات مسلم ہے کہ نا اہل کو علم سکھلانا یا اس کے سامنے پڑھنا ایسا جیسے سور کے گلے میں موتی، خنزیر کو کچھ بھی قدر و قیمت معلوم نہیں اسی طرح نا اہل کو بھی علم کی قدر معلوم نہیں ہوسکتی اگر قرآن کے الفاظ پر یقین اور معنی پر یقین اور وعدہ اور وعید پر یقین ہوگا تو خدا تعالیٰ اس کی تاثیر دکھلائے گا اور تمھارے قلوب اس سے متاثر ہوں گے اور اس کی وجہ سے قربانی دیتے تھے، یہ ارادہ کر لو کہ ہر حالت میں مصیبت میں راحت میں علم کو حاصل کریں گے اور اسی پر کامیابی سمجھیں گے اور بادشاہ اور اہل دنیا کی چال پر نہ چلیں گے اور چہار طرف نگاہ کو ہٹا کر غور کرنے پر لگادیں گے تب ہی مدد ہوگی اور مسائل حل ہوں گے لیکن مشکل ہے، ایسے طور پر اختیار کرو کہ خیالات بدل جاویں تب ہی نصرت ہوگی۔

حقیقی علم سے تمام شعبوں میں اصلاح ہوگی

آیت کریمہ {مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى الخ} یہ حیوۃ طیبہ ایک ایسا نقشہ ہے کہ انسان کو اپنے کئے کا پتہ چلے گا اسی طرح {وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا} بھی حیوۃ خبیثہ کا ایک نقشہ ہے جو انسان کو اپنے کئے کا پتہ دے گا {فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ} والے وہ ہوں گے حق پہ یقین کر کے چلے ہوں گے {جزاء هم سيئات ماعملوا} والے وہ ہوں گے جو حق سے منہ موڑے ہوں گے، اگر علم سے اپنے نقشوں کو صحیح طریقہ پر کریں تو اور میدان تبلیغ میں آگئے تو مدد و نصرت کے دروازے کھولے

جائیں گے کافروں سے ممتاز ہوجائیں گے پھر وہ جو بھی عمل کریں گے محبوب معلوم ہوگا اوراس کی قدر کرنے لگیں گے واجب، فرض، نفل وغیرہ کی قدر و قیمت اور مخفی جو ہر معلوم ہونے لگیں گے۔

بقدرِ ضرورت علم ہرایک پر فرض ہے

لیکن صد ہا افسوس آج کل ہم کو سنت کی قدر معلوم نہیں عظمت تو اسی وقت ہوگی جب پڑھیں اوراس پر یقین بھی کریں اوراس دعوت سے طبقات جوڑیں گے تو ٹوٹنے کا نام نہیں ہوگا اور دلوں کو بھی جوڑے گی ایسا ہوتا رہا ہے اوراسی سے ذلت سے نکل کر عزت میں آئیں گے پھر قوم کا سردار بھی بن سکتا ہے جوقوم ماتحتی کواختیار نہ کرے گی وہ برباد ہوگی مگر حضور ﷺ کی دُعا کی برکت ہے کہ ہلاک نہ ہوگی ہاں ضرور ۷۳ رفرقے ہوں گے اور یہ بھی ہوگا کہ صورتیں مسخ ہوں اور زمین میں دھنسائے جاوئیں اور آندھی چلے اور برباد کرے اوراسی سے اعمال صالحہ کرنے میں جذبات پیدا ہوں گے اور کفار سے ممتاز ہوں گے اگر یہ سب نہ ہوتو کم ازکم یہ بھی تو ہوگا کہ حضوراکرم ﷺ کا دل مبارک ٹھنڈا ہوگا اور مسرت ہوگی کہ آج بھی میری سنت ادا کرنے والے موجود ہیں، میرے محترم حضرات علم تو بقدرِ ضرورت ہرایک کو حاصل کرنا چاہئے بڑا بننے کے لیے نہیں خدا کی یہ بھی معرفت ہونی چاہئے کہ غمی اور خوشی میں کیا چاہتا ہے اور فراخی اور تنگی میں کیا چاہتا ہے مطلب یہ کہ ہر حال کا علم ہونا چاہئے اور رفتہ رفتہ اس کا اثر معاملات پر آنا چاہئے اسلامی احکام کے مطابق تب ہی مساجد، بازار، مدارس میں ذکرالٰہی عام ہوتا رہے گا، یاد رکھو دعوت عام ہوگی تو اثر اور گواہ بھی عام ہوں گے یعنی تبلیغ عام ہوگی تو اسلام لانے والے بہت ہوں گے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ---------- ⑮

شرافت انسانی حقیقت علم پر ہے

{بیان-۱}

داعی کبیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰؍رمضان المبارک ۱۹۹۲ء بروز پنجشنبہ

بمقام: خانقاہ حضرت شیخ زکریا، سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

خدا نے فرشتوں کو جو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے جھکایا وہ صرف مٹی کے برتن کے سامنے نہیں جھکایا، بلکہ خدا نے ''علم کی نورانیت'' کے سامنے جھکایا۔ اندر کیا ہے؟ اسے دیکھا جائے گا، برتن کیسا ہے اور کس سے بنا ہے، اسے نہیں دیکھا جائے گا۔

مظروف کیسا ہے اس پر حکم لگایا جائے گا۔ ظرف پر نہیں ظرف یعنی برتن چاہے مٹی کا ہو لیکن اگر اس برتن یعنی مٹی والے میں مشک ہوگا تو مشک کو دیکھا جائے گا، اور مشک کی وجہ سے برتن کی بھی قدر کی جائے گی۔

پیریگراف از بیان حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

انسان پیدائش میں مخلوقات سے کمتر

اللہ جل شانہ نے جتنی چیزیں بنائی ہیں ان میں سے کچھ مخلوق تو نور سے بنائی اور کچھ مخلوق کو خدا نے ہوا سے بنایا، اور کچھ مخلوق کو پانی سے بنایا اور کچھ مخلوق کو آگ سے، اور کچھ مخلوق کو لوہے اور کچھ مخلوق کو پتھر اور کچھ مخلوق کو اچھی مٹی سے اور کچھ مخلوق کو ٹھیکری یعنی گندی مٹی سے بنایا ہے۔ پہلے بڑے بڑے مادے بنائے جو بہت زیادہ ہیں اور عام طور پر پوری دنیا پر پھیلے ہوئے ہیں، مگر ہم انسانوں کو خدا نے جس مادے سے بنایا ہے وہ ایسا مادہ ہے جو گلی اور سڑی مٹی کا ہے اس کو پہلے کھنکھنایا پھر سکھایا اور پھر حضرت انسان کو خدا نے بنایا۔

کمتر کو فوقیت اعلیٰ پر صرف علم کی وجہ سے

اس مٹی کے بنے ہوئے انسان میں (حضرت آدم علیہ السلام میں) حق تعالیٰ شانہٗ

نے اپنا علم رکھا، اور اسی علم ہی کی وجہ سے خدا نے نور سے بنے ہوئے فرشتوں کو حکم کیا کہ تم سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، اب نور سے بنے ہوئے فرشتے تو فوراً سجدہ میں چلے گئے، لیکن آگ سے بنا ہوا شیطان سجدہ میں نہیں گیا۔ جب اس سے وجہ پوچھی گئی کہ تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ اے خدا! میں تو آگ سے بنا ہوا ہوں، اور آگ کا مادہ بلند ہے مٹی کے مادے سے اس لیے کہ آگ بلند ہے لوہے کے مادے سے اور لوہا بلند ہے پتھر کے مادے سے اور پتھر کا مادہ بلند ہے اچھی مٹی سے اور اچھی مٹی کا مادہ بلند ہے گندی مٹی سے۔

شیطان نے کہا میں انسان سے ۴ ڈگری بڑھ کر ہوں

تو گویا اے خدا! میں انسان کے مادہ سے ۴ ڈگری بڑھ کر ہوں اور یہ انسان کا مادہ بہت ہی کمتر ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بلند مادے سے بنا ہوا کمتر مادے سے بنے ہوئے کے آگے جھکے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو شیطان نے یہ جواب دیا لیکن فرشتوں نے یہ بات نہیں کہی کیونکہ فرشتے تو خالق کا حکم دیکھ رہے تھے کہ خالق کا حکم کیا ہے؟ وہ اپنے مادے کو نہیں دیکھ رہے تھے اور شیطان نے خالق کے حکم کو نہیں دیکھا بلکہ اپنے مادے کو دیکھا اس لیے انکار کر دیا۔ حالانکہ فرشتوں کو یہ بات کہنے کا زیادہ حق تھا کیونکہ فرشتہ جس مادے سے بنے ہیں وہ نور والا مادہ سب مادوں سے زیادہ طاقتور ہے، کیونکہ نور کا مادہ تمام مادوں سے بڑھ کر ہے۔ گندی مٹی سے بلند ہے اچھی مٹی، اور اس سے بلند پتھر ہیں۔ اور پتھر سے طاقتور لوہا ہے، اور لوہے سے طاقتور آگ ہے۔ اور آگ سے طاقتور پانی ہے اور پانی سے طاقت ور ہوا ہے۔ اور ہوا سے بڑھ کر نور والی طاقت ہے۔ نور کی طاقت ہوا سے بھی زیادہ ہے۔ اور اس کی طاقت بادل اور ہوا اور مٹی سے بھی زیادہ ہے، نور کی مخلوق سب مخلوق کو اُٹھاتی، اڑاتی، الٹتی اور پلٹتی رہتی ہے۔

فرشتوں کا استحضار کامل تھا

تو فرشتوں کو زیادہ حق تھا اس کے کہنے کا کہ اے خدا! ہم تو اس مادہ سے کہیں زیادہ بلند اور ارفع ہیں اس لیے کہ ہم نور سے بنے ہیں اور یہ بلند ہے مٹی سے اور پھر یہ بھی وہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے ہی ساری مٹی کو جمع کیا، اور پھر گوندھا اور پھر سکھایا اور پھر ہم نے اس کے اعضاء کو بنایا اور جوڑا۔ تو یہاں تو اس حضرت انسان کو ہمارے سامنے جھکانا چاہیے۔ لیکن فرشتوں کا استحضار کامل تھا اس لیے انہوں نے اپنے مادہ کو نہیں دیکھا بلکہ یوں سوچا کہ ہمارے لیے ''حکم ربی'' کیا ہے؟ لیکن شیطان نے اپنے مادہ کو دیکھا، اور گویا اس کے کہنے کا خلاصہ یہ تھا کہ اے خدا! اسے حکم دینا چاہیے کہ وہ میرے سامنے جھکتا، کیونکہ آگ تو کئی ڈگری مٹی پر بلند ہے، لیکن خدا نے جو فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے جھکایا وہ صرف مٹی کے برتن کے سامنے نہیں جھکایا بلکہ خدا نے ''علم کی نورانیت'' کے سامنے جھکایا۔

اندر کیا ہے؟ اسے دیکھا جائے گا، برتن کیسا ہے اور کس سے بنا ہے اسے نہیں دیکھا جائے گا۔ مظروف کیسا ہے اس پر حکم لگایا جائے گا، ظرف پر نہیں، ظرف یعنی برتن چاہے مٹی کا ہو لیکن اگر اس برتن یعنی مٹی والے میں مشک ہوگا تو مشک کو دیکھا جائے گا۔ اور مشک کی وجہ سے برتن کی بھی قدر کی جائے گی۔

قرآن پاک کی اہمیت

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ فرشتوں کو خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے جھکایا ''علم'' کی وجہ سے، تو علم انسان کے لیے وجہ شرافت اور وجہ کرامت ہے اور فرماتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے علم سے بڑھ کر صحیفہ ہیں اور

تمام صحیفوں سے بڑھ کر آسمانی کتابیں ہیں اور ان کتابوں کو قرآن نے آکر منسوخ کردیا۔ گویا تمام کتابوں سے بڑھ کر قرآن ہے۔ اب جب تمام علوم سے بڑھ کر قرآن ہے تو پھر دنیا کا علم قرآن کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟

قرآن کا علم سارے علوم پر غالب ہے

آج کے علم سے بڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں کے پاس علوم تھے ان علوم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں نے مغلوب کیا۔ اور معجزات سے بڑھ کر درجہ ہے کتب سماوی کا اس لیے کتب سماوی اہم ہیں معجزات سے۔ کیونکہ معجزات کے لیے نبی کو نہیں بھیجا جاتا بلکہ آسمانی علوم کو دے کر بھیجا گیا، اور ان کتب سماوی سے بڑھ کر ہے قرآن، تو ان دنیاوی علوم سے بہت اونچا درجہ ہے قرآنی علوم، تو آج اس امت کے پاس قرآن والا علم ہے جو سارے علم پر غالب ہے اور جو خدا کی صفت ہے۔

اور فرشتوں کے پاس جو علوم ہیں وہ مخلوقات کے تصرف کے لیے ہیں۔ مثلاً چاند والے فرشتہ کے پاس ایک علم خداوند قدوس کی یاد کا ہے، اور دوسرا علم چاند کے تصرف کا ہے اسی طرح سورج والے فرشتہ کے پاس سورج کے تصرف کا علم ہے۔

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ آج کے لوگوں کو جو علم حاصل ہو رہا ہے وہ ان فرشتوں کے علم میں سے کچھ علم حاصل ہو رہا ہے اور کائنات کے تصرف والے فرشتوں کو الٰہی علم والے انسانوں کے سامنے جھکایا گیا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ قرآنی علم غالب ہے فرشتوں کے علم پر، اور فرشتوں کا علم غالب ہے آج کے علم پر، گویا آج کے علم پر کئی درجہ بلند ہے قرآنی علوم۔

علم قرآن ڈاکٹری علوم سے بھی بڑھ کر

ایک بار حضرت مولانا الیاس صاحبؒ سخت بیمار تھے، ایک ڈاکٹر صاحب آئے تو

آپ نے فرمایا کہ آج کے سارے یونانی علوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے یونانی علوم کے سامنے ہیچ ہیں اور اس زمانہ کے سارے یونانی علوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے آگے ماند تھے۔ اس زمانہ میں ایسی دو چیز ایجاد تھی کہ اگر اسے بیمار سونگھے تو اچھا ہو جائے اور پھر اسے حکیم سونگھے تو بیماری بتلا دیوے آج اتنی تشخیصات نہیں ہے، اس زمانہ کی اس حکمت کو منسوخ کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چند معجزات دیئے گئے، احیائے موتی، اکمہ، ابرص، اور ان معجزوں سے بلند ہے تمام کتب سماوی اور ان کو منسوخ کرنے کے لیے قرآن بھیجا گیا، اس سے قرآن کی اہمیت معلوم ہوئی اور اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے علماء جو علوم دینی حاصل کرنے کے بعد ڈاکٹری علوم کے لیے چل دیتے ہیں تا کہ دنیا حاصل ہو جائے تو اس طرح حاصل کرنے چلے جانا حرام تو نہیں لیکن اعلیٰ سے ادنیٰ طرف جانا ضرور ہے۔ اور دین سے دنیا میں جانا ضرور ہے، جس سے پھر یہ قرآنی علم تھوڑا تھوڑا کر کے چلا جائے گا۔

علم سے فائدہ اُٹھانے کے لیے چار کام

اب یہ علم ہو کہ فائدہ اور برکت اور اپنی طاقت کو ظاہر کب کرے گا؟ اس کے لیے چار باتوں پر محنت کرنی پڑے گی۔ ۱) آیت کا مصداق معلوم ہو: ایک تو یہ ہے کہ قرآن میں احکام ہیں اس میں اس کے مصادیق کیا ہیں اسے معلوم کرنا پڑے گا، حق تعالیٰ یہ بات ہمارے دل میں ڈال دے جس سے ہم قرآن کے مصادیق کو معلوم کر سکیں۔

ایک بار جنگ کے میدان میں جہاں صف جمی ہوئی اور نبرد آزمائی ہو رہی تھی، اس میں کوئی ایک آگے بڑھے اور انہوں نے جنگ کی پہل کی جس سے وہ خطرہ میں پڑ گئے، ایک نئے مسلم نے کہا کہ اس نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور قرآن میں ہے **ولا تلقو بایدیکم الی التھلکۃ** ۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس جنگ میں موجود تھے

اس بات کو سنتے ہی فرمایا کہ اس آیت کا مصداق یہ شخص نہیں ہے بلکہ اس کے مصداق تو ہم ہیں کہ ہمیں مسلسل جہاد اور مسلسل دین کی نصرت کی وجہ سے فرصت بالکل نہیں ملتی تھی ،ہم چاہتے تھے کہ ہم میں سے کچھ لوگ جنگ میں چلے جاویں اور کچھ لوگ یہاں مقام پر رہ جاویں، تا کہ کچھ دنیاوی کاروبار کو سیدھا کرلیں، ابھی اس کو کہا نہیں تھا بلکہ سوچا تھا اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی کہ گھر رہ کر دنیا کی فکر کرنا دین کے مقابلہ میں یہ ہلاکت و بربادی ہے،تو آیت کا مصداق یہ ہے،تو یہاں تو آگے بڑھنا جنگ کے لیے ہی بہادری ہے، جنگ میں تو ایسا ہی ہوتا ہے تو فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کی آیتوں کا مصداق وہ لیا جائے جو حضرات صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں تھا۔

دورِ صحابہ میں صرف منافق کہا کرتے تھے گرمی سخت ہے

آج اگر دین کے کام کے لیے کوئی خوب گرمی میں نکلے اور اس میں چلنے کی وجہ سے تکلیف میں ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا اور قرآن اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنے کو منع کرتا ہے، حالانکہ تکلیف کے نام سے اور گرمی کی مصیبت کے نام سے صحابہ کے دور میں صرف منافق روکا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کہاں جارہے ہو؟ کیوں پریشان ہورہے ہو؟ **اَلنَّارُ حَرٌّ** کہا کرتے تھے اور خود رکتے اور لوگوں کو روکتے رہتے تھے، اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ **قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا** کہ جہنم کی آگ اس معنیٰ کر زیادہ گرم ہے،تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس علم کا صحیح مصداق ہم کو معلوم ہونا چاہیے۔

۲) علم پر عمل ہو

دوسرا یہ ہے کہ اس علم کے عمل پر پڑنے والے ہوں، میں نے ایک بار کابل میں

کہا تھا کہ یہ بات نہیں تھی کہ صحابہ کرام ﷺ کے دور میں حافظہ کمزور تھا کہ جس کی وجہ سے کسی نے بارہ سال میں سورۂ بقرہ یاد کی، اور آج ہمارا بچہ ۳/سال میں سارا قرآن یاد کر لیتا ہے، بلکہ وہ حافظہ میں زیادہ مضبوط تھے، تو پھر اتنا زمانہ یاد کرنے میں کیوں لگا؟ تو مقصد ان کا یہ تھا کہ جو آیت یاد ہوئی ہے اس ہر ایک آیت پر عمل کی محنت ہو جائے۔ جتنا علم حاصل ہو تو اس پر عمل بھی ہو، تو علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی تھا۔

۳) پوری دنیا میں علم پہنچانے کی محنت

اس علم پر تیسری محنت یہ ہو کہ یہ علم پوری دنیا میں پہنچ جائے تو پوری دنیا میں پہنچانے کی کوشش ہو، جس طرح کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ نے پوری دنیا میں پھیلانے کی کوشش کی۔ جب یہ تین محنت اس ''علم قرآن'' پر ہو جائے گی تب ہی لوگ دیکھ کر یہ سمجھیں گے کہ یہی ایک علم ہے جس پر زندگی صحیح ہوتی ہے۔

۴) یقین نظر سے ہٹ کر خبر پر آ جائے

چوتھی چیز جس پر محنت کی ضرورت ہے اور جو حقیقت میں محنت کے اعتبار سے بھی پہلی ہے وہ ''ایمان ویقین'' پر محنت ہے، یہ بات نہیں ہے کہ ہم میں ایمان ویقین نہیں ہے، لیکن محنت کر کے اور تھوڑا بڑھا لیں، ہمارا یقین نظر سے ہٹ کر خبر پر آ جائے۔

آج ہم کہتے ہیں کہ سود سے مال بڑھتا ہے اور زکوٰۃ وصدقات سے مال گھٹتا ہے، ہماری نظر یہی ہے، اور حق تعالیٰ اپنے علم میں خبر یہ دیتے ہیں کہ سود سے مال بڑھتا نہیں بلکہ گھٹتا ہے اور زکوٰۃ وصدقہ سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے اب نظر کہتی ہے کہ سود سے مال بڑھتا ہے اور خبر کہتی ہے کہ مال گھٹتا ہے اور زکوٰۃ وصدقہ میں نظر کہتی ہے کہ مال گھٹتا ہے اور خبر یہ کہتی ہے کہ مال بڑھتا ہے، تو ہمارا یقین نظر سے ہٹ کر خبر پر آ جائے،

خبر کا یقین ہمارے دل میں پیدا ہو جائے۔

یقین کی کمی کی وجہ سے سود کا بازار گرم ہے

آج اس بات کے یقین کی کمی کی وجہ سے بازاروں میں مسلمانوں کے یہاں سود کا بازار گرم ہے اور اللہ نے سود کھانے والوں سے اعلان جنگ کیا ہے گویا سود کھانے والے خدا سے لڑائی کا چیلنج دے رہے ہیں تو ہم جب اس علم میں دیکھیں گے تو ہماری نظر کچھ کہے گی اور خبر کچھ کہے گی، تو ہم نظر کو دیکھنے والے نہیں بلکہ خبر کو دیکھنے والے بنیں۔

علم کے ساتھ ذکر ضروری

ایک بات حضرت جی اور فرمایا کرتے تھے کہ صرف علم سے آدمی ضلالت میں آئے گا، علم کے ساتھ ذکر بھی ضروری ہے، بغیر ذکر کے ضلالت ہی ضلالت ہے، ذکر نور ہے اور اس سے نور دل کے اندر آوے گا، تو جتنا ہمارے اندر علم آئے، اتنا ذکر بھی آئے، اس کی بھی فکر کریں جب دونوں چیزیں انسانوں کے اندر آویں گی تو پھر انسان کو خدا کا قرب حاصل ہوگا۔

ذکر کے بغیر علم کی مثال

علم ہو ذکر کے بغیر اس کی مثال حضرت جیؒ دیا کرتے تھے کہ مثلاً ایک میز ہے جس پر ساری چیز ہیں اور ان ساری چیزوں کا علم ہے، لیکن وقت رات کا ہے اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے، اور پاس میں ٹارچ نہیں ہے، تو باوجود علم ہونے کے پھر بھی نور اور روشنی نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف ہوگی اور پریشانی ہوگی، اور ٹھوکر لگے گی، تو حضرت جیؒ مثال دیا کرتے تھے کہ علم کی مثال ایسی ہے جیسے میز پر ساری چیز ہونے کا علم، اور

ذکر کی مثال روشنی اور ٹارچ کی طرح ہے لیکن ذکر کا نور نہ ہونے کی وجہ سے اندھیرے میں ٹھوکر لگے گی اور لوگ دھڑا دھڑ گڑ ہوں میں گریں گے۔

تو اللہ ہم کو علم کی توفیق عطا فرماویں اور ذکر کی توفیق عطا فرماویں۔

تبلیغی کام بغیر علم وذکر کے بیکار

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو علم کی اور ذکر کی کیا ضرورت ؟ تو ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ گمراہ ہوتے ہیں اور بھٹکتے ہیں۔ ایسے ہی ایک جماعت میں لگے ہوئے صاحب تھے اور علم اور ذکر تھا نہیں ان سے کسی نے حال پوچھا تو جواب دیا کہ میں براہِ راست اللہ سے حکم معلوم کرتا ہوں۔ پوچھا لوگوں نے کہ اب خدا کا کیا حکم ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ سارے مرکز والے ہلاک ہونے والے ہیں، بشرطیکہ مجھ کو مہدی نہ مان لیں۔ ہم نے سنا تو کہا کہ ہمارا علم تو تم کو مہدی نہ ماننے کے لیے کہتا ہے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ تبلیغ بھی بغیر علم کے بیکار ہوگی اور بغیر ذکر کے بھی نفع مند نہ ہوگا۔

علم میں معجونِ مرکب

اب اگر یہ سارے اجزاء جڑ گئے علم کے اندر اور علم وذکر تبلیغ کے اندر تو نفع مند ہوگا اور بہت ہی مفید ''معجونِ مرکب'' ہوگا۔

اگر توازن واعتدال ہو سب میں تو کام ہو جائے گا اور یہ اعمال، عبادت، دعوت، ایمان ویقین سب مل کر علم میں توازن اور اعتدال پیدا ہوگا۔ اور پھر اس علم سے سب کچھ ہوگا اور ہدایت آدے گی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ---------- ⑮

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

علم کی قوت وطاقت

{بیان-۲}

مبلغ عظیم حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۶ /رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ بروز جمعرات
بمقام خانقاہ حضرت شیخ زکریاؒ مظاہر العلوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

عوام میں محنت کی کتنی ضرورت ہے؟ اسے حضرت مولانا الیاسؒ فرمایا کرتے تھے کہ عوام کی مثال زمین کی طرح ہے اور خواص کا کام درخت کی طرح ہے، اگر زمین ہی ہاتھ سے نکل جائے تو درخت کا وجود کہاں ہوگا، اگر ہم نے زمین پر یعنی عوام پر ہی محنت چھوڑ دی تو پھر زمین ہاتھ سے نکل جائے گی اور قوم دوسرے لوگوں کے خیال کی شکار ہوجائے گی بہت سے کمیونزم کے شکار اور بہت سے مغربی قوموں کے شکار ہوجائیں گے اور ہم لوگ خالی ہاتھ رہ جائیں گے، اس لیے کہ خواص کی قوت عوام سے ہے، یہی حال ہے کہ عمومی محنت چھوٹنے کی وجہ سے کروڑوں کی تعداد میں مسلمان آج ہوتے ہوئے ہمارے ہاتھ میں نہیں رہے۔

پیریگراف از بیان داعی کبیر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

ذکراور علم کا جوڑ

میرے بزرگو، دوستو، عزیزو اور بھائیو! اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے ہمیں اور آپ کو جیسے ذکر کے ماحول میں رکھا ہے ایسے ہی اللہ نے ہمیں علم کے ماحول میں بھی رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے جو علم ہمیں اور آپ کو عطا فرمایا ہے وہ بہت ہی بڑا طاقت ور علم ہے اور اللہ نے اس علم کی طاقت کا بیان قرآن میں مختلف طریقے اور پیرائے سے کیا ہے۔

علم کی دو قسم ہے۔ ایک علم وہ ہے جو خدا کے پاس سے اور اس کے اندر سے آیا ہے۔ انبیاء کرامؑ کے واسطہ سے، اور دوسرا علم وہ ہے جو خدا کی طرف سے آیا ہے اور اس کی مشیت سے آیا ہے انسانوں کے واسطے سے، اب جب موازنہ کیا گیا اور مقابلہ کیا گیا کہ خدا کے خزانوں سے فائدہ دلانے والا اور خدا کے قریب کرنے والا علم کون سا ہے؟ یہ خدا کا وہ علم ہے جو انبیاء کرام کے واسطہ سے ملا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ علم

اور ذکر متلازم چیزیں ہیں، لیکن اب تک کے بیان میں ذکر سے زیادہ تعلق تھا اور آج میں علم کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ جب تک علم اور ذکر ساتھ نہیں چلے گا تب تک رذائل نفس کا مٹنا اور یقین کا آنا اور خدا کے قرب تک پہنچنا آسان نہ ہوگا۔ جب تک ذکر کے ساتھ علم نہ ہو گمراہی ہے۔ اور بغیر ذکر کے علم ظلمت ہے۔ اس لیے صوفیاء کرام جب کسی کو ذکر پر لگاتے ہیں تو اسے علم ضروری پر ضرور لگاتے ہیں۔

قرآنی علم فرشتوں کے ذریعہ آیا

آج میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کے عطا کئے ہوئے علم کا وزن کیا ہے، اور دوسرے علوم کے مقابلہ میں اس کی قیمت کیا ہے؟ ویسے تو اور علوم کے لیے خدا نے فرشتوں کو نہیں اتارا، لیکن جب خدا نے اس علم کو بھیجا تو اس کے ساتھ فرشتوں کو بھی بھیجا، اور علوم کے لیے خدا نے طاغوتی اور شیطانی طاقتوں کو نہیں توڑا۔

لیکن خدا نے جب اس علم کے بھیجنے کا ارادہ کیا تو تمام طاغوتی اور شیطانی طاقتوں کو توڑا اور جنات اور شیاطین کو آسمان تک جانے سے روکا۔ اس کی پرواز کو کم کیا، کہ تم بہت ہواؤں پر اور آسمانوں پر براج رہے تھے یہ جب تک تھا جب کہ ہمارا علم نہیں آیا تھا۔ لیکن اب چونکہ آسمان سے علم آرہا ہے لہٰذا اب تمہارا آسمان پر جانا بند۔ اور اس وقت سے تمام طاغوتی طاقتوں اور شیطان کو آسمان پر جانے سے روکا۔ تمام طاقتوں کو اس علم کے آنے سے پہلے توڑا۔ اور مقدس فرشتوں کے ساتھ اس علم کو نازل کیا جیسا کہ روایت میں آتا ہے۔ تفسیروں کو اُٹھا کر دیکھئے کہ فلاں سورہ کے ساتھ اتنے ہزار فرشتے اُترے، یعنی جب یہ علم دنیا میں آنے لگا تو کتنے کتنے فرشتے اس کے لانے میں اُترے ہیں۔

مقدس ذات پر نازل کیا

پھر جناب رسول اللہ ﷺ پر یہ علم جب اُترا جب کہ کئی مرتبہ شقِ صدر ہوا۔ باوجودیکہ آپ معصوم پیدا ہوئے تھے، اور آپ کی ولادت و پیدائش بڑی سعادتوں اور رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ ہوئی تھی، پھر تمام نبی سلسلۂ مصفی ہے، اور کئی بار شقِ صدر کرکے آپ کے قلب کو خدا کی تجلی سے مجلّٰی کیا گیا، تو اس کے نزول کے لیے خدا نے کتنا اہتمام کیا، اور کتنا قلوب کو مصفی، مزکی اور مجلی فرمایا؟

اگر ہم یہی غور کرلیں کہ اس علم کا انزال اور نزول کیسے مقدس فرشتوں کے ہاتھ ہوا اور کتنی مقدس ذات پر نازل کیا اور کیسے وقت نازل کیا؟ کہ تمام طاغوتی طاقتوں کو پہلے زیر کیا اس کے بعد نازل کیا۔ اگر یہ خیال بھی آجائے۔ اگر اس پر ہم غور کرلیں تو ان شاء اللہ اس علم کی عظمت پیدا ہوجائے گی۔

یہ علم خدا سے نکل کر آیا

اس علم کی عظمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو کسی انسانی ہاتھ نے نہیں لکھا۔ بلکہ خدا سے یہ علم نکل کر آیا ہے اور ان ساری چیزوں کے اہتمام کے ساتھ قرآن کو اُتارا گیا۔

اسی واسطے ترمذی شریف کی ایک روایت ہے کہ جو چیز اللہ سے نکل کر آئی ہے وہی اللہ سے زیادہ قریب کرنے والی ہوگی۔ اور جو خدا سے نکل کر آئی اور خدا کا قرب دلانے والی ہے وہ قرآن ہے۔

نماز میں تلاوت فرض کر کے عبادت بنادیا

دوستو! چونکہ اس کا مبداء بہت ہی مقدس اور منزہ ہے۔ اس لیے یہاں تک حکم لگایا، مصحف کے بارے میں لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ یعنی طہارت کے بغیر اس کو نہ

چھوؤ۔ جب حیض اور جنابت سے پاک ہوں اور وضو کے ساتھ ہوں۔ یعنی حدثِ اصغر بھی نہ ہوتب اسے چھوؤ۔ تو ہاتھ لگانے کے لیے بھی اتنی شرط لگائی۔ پھر اس علم کی تلاوت کو اور قرأت کو سب سے بڑی عبادت بنادیا۔ عبادت میں کلمہ کے بعد نماز فرض ہے، اس لیے نماز میں قرأت قرآن کو رکھا۔

خدا کی ساری قوت قرآن میں

پھر خدا کی ساری قوت کو قرآن میں رکھا۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے پاس ایک ڈاکٹر آیا اور حضرت کو معتقد بنانے کے لیے اور اپنی طرف مائل کرنے کے لیے تقریر جھاڑنے لگا کہ میں آپ کی بیماری سے واقف ہو گیا ہوں۔ اور یوں ہے یوں ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ تمہاری تقریر سے میرے سر میں درد ہو رہا ہے، میرا مرض کم کیا ہوتا اور بڑھ رہا ہے۔ یہ تقریر مولوی اکرام کو جا کر سناؤ۔ پہلے میری تقریر سنو، اب وہ تو آپ کا علاج کرنے کے لیے آیا تھا اور آپ نے اس کا علاج شروع کر دیا۔

طب یونانی میں آج سے بڑھ کر کامیاب علاج

حضرت نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تو اس وقت طب یونانی کتنی بڑھی ہوئی تھی؟ وہ اپنی طب اور ڈاکٹری میں بہت زیادہ کامیاب اور بہت زیادہ ترقی یافتہ تھے، مرض کے جاننے کے لیے طب یونانی والوں نے ایسی دوا تیار کر لی تھی جس کے کھلانے سے مریض کو پسینہ آجاتا تھا۔ اب اس دوا کو دے کر کہتے کہ کھاؤ اور جب پسینہ ہو تو اسے پونچھ کر لاؤ۔ اب اس تولیہ کو سونگھتے اور سونگھ کر اس بیماری کا پتہ بتلا دیتے۔

کیا آج کی ڈاکٹری میں یہ چیز ہے؟ آج باوجود ہر چیز کے آلات الگ الگ ایجاد ہیں، اور بدن کے ہر ہر حصہ پر الگ الگ آلات لگائے گئے ہیں۔ پھر بھی اُن سب

کو جمع کر کے بیماری کی تشخیص میں اتفاق نہیں ہوتا تو اُس وقت طب یونانی میں اتنی طاقت اور قوت تھی۔ پھر انہوں نے ایسی دوا سیب کے قسم کی تجویز کی تھی جس میں ہر دوا کا حصہ ہوتا تھا جس کے سونگھانے سے مریض اچھا ہو جاتا۔ تو ایسی ترقی اب بھی ڈاکٹروں نے نہیں کی کہ پہلے دوا کھلانے پر پسینہ آیا اس پسینہ کو ڈاکٹر نے سونگھا تو اسے مرض کا پتہ معلوم ہو گیا اور پھر مریض کو دوا سونگھائی تو مریض اچھا ہو گیا۔ تو سونگھنے سے مرض کا پتہ چلے اور سونگھنے سے مرض اچھا ہو۔ ایسی کوئی دوا آج ایجاد نہیں ہوئی تو غالباً اس طرف ڈاکٹر صاحب کو اشارہ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے سامنے، طب یونانی فیل

اور کہا کہ یہ طب یونانی یہاں تک پہنچ چکی تھی جس کے سامنے آج کی ڈاکٹری مانند اور ہیچ ہے۔ اس طب یونانی کو فیل کرنے کے لیے اور یہ دکھلانے کے لیے کہ خدا کے علم کی طاقت کے سامنے اس میں کوئی طاقت نہیں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزے دیئے، طب یونانی تین چیزوں سے عاجز تھی۔ ان کے نزدیک یہ تین لاعلاج تھے۔ (۱) ابرص کے اچھا کرنے سے (۲) اکمہ اندھا مادر زاد کے اچھا کرنے سے اور (۳) مردہ کو زندہ کرنے سے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ تین معجزہ بھی لے کر آئے۔ جس سے طب یونانی عاجز تھی۔ ہزاروں برس کے مرے ہوئے انسان پر قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ کہتے اور وہ زندہ ہو جاتا تھا۔

ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ یہ خیال کر سکتے ہوں کہ مردوں کو اس لیے زندہ کر سکتے ہوں گے کہ ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی ہوگی۔ جیسے مرگی والا مرا ہوا معلوم ہوتا ہے تو اسے کچھ احساس دے کر زندہ کر دیتے ہوں۔ یہ خیال ہو سکتا تھا اس لیے آپ قبروں سے مٹی لے کر چڑیا بناتے اور پھونک مارتے جس سے وہ زندہ ہو کر اُڑ کر چلی جاتی۔ تو جہاں

قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ کہا، خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت سے اس بے جان کو زندہ کردیتے،

اسی طرح مادرزاد ابرص پر ہاتھ پھیرا پھونک ماری تو وہ ٹھیک ہوگیا اکمہ پر ہاتھ پھیرا یا پھونک ماری تو وہ ٹھیک ہوگیا۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنی بڑی طاقت لے کرآئے تھے کہ طب یونانی کو بھی اس نے فیل کردیا۔اور طب یونانی کے سامنے آج کی ڈاکٹری فیل۔

تو آج کی ڈاکٹری سے بڑھ کر طب یونانی۔اور طب یونانی سے بڑھ کر تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات۔

انجیل کی طاقت معجزہ سے بڑھ کر

پھر فرمایا کہ جو روحانیت،شریعت اور دین میں ہوتی ہے وہ معجزات کی طاقت سے بہت بڑھ کراور بہت اونچی ہوتی ہے،معجزات میں اتنی طاقت نہیں جتنی کہ انجیل میں تھی، کیونکہ معجزات کا تعلق مادہ سے زیادہ تھا۔اور انجیل کا تعلق خالص روحانیت سے تھا اور روحانیت بڑھی ہوئی ہوتی ہے مادہ سے۔

لہٰذا دین وشریعت یہ معجزہ سے بھی بڑھ کر ہے،اس لیے کہ معجزات تو دلیل صدق علی النبوۃ ہے،نبوت کی صرف دلیل بن کر معجزہ آتا ہے،اور لوگوں کو یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ نبی اپنی بات میں سچے ہیں تو نبوت کی سچائی بیان کرنے کے لیے معجزہ ہوتا ہے جو ضمناً ہوتا ہے۔جب سامنے والا نبوت کا انکار کرتا ہے تو اس کے لیے دلیل کے طور پر سامنے لاتے ہیں،تو معجزات کے مقابلہ میں روحانی کتاب بہت اونچی اور بہت طاقتور ہے۔

انجیل کو منسوخ کرنے والا قرآن

پھر فرمایا کہ اے ڈاکٹر صاحب! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی کتاب کو منسوخ کیا

حضور ﷺ کی شریعت نے ۔ ہماری کتاب اور شریعت نے آکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب کو منسوخ کیا۔ اگر یہ قرآن کا علم اونچا اور طاقتور نہ ہوتا تو پھر کیوں منسوخ کرتا، منسوخ کرنے والا اعلیٰ ہوا کرتا ہے منسوخ سے ناسخ کا درجہ بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ گویا حضور ﷺ کا علم ناسخ ہے تمام ادیان اور کتب کا۔

قرآن پاک کی طاقت

تو آج کے ڈاکٹری کے علوم طب یونانی کے سامنے ماند۔ طب یونانی قوی اور مضبوط۔ لیکن طب یونانی سے قوت میں بڑھ کر حضرت عیسیٰ کے معجزات اور اس سے بڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب انجیل اور اس سے بھی بڑھ کر اور طاقت ور ہے حضور ﷺ پر نازل کیا ہوا قرآن۔ تو کتنی طاقت ہوئی قرآن کی؟

تو ڈاکٹر صاحب! آپ اپنی ڈاکٹری کا معتقد بناتے ہو تو ہم اپنے پیارے نبی ﷺ کے دین کا اور علوم نبویہ کا آپ کو معتقد کیوں نہ بنائیں؟ تو جتنے بھی علوم آج کل دنیا میں رائج ہیں، خواہ ڈاکٹری ہوں یا انجینئرنگ ان سب علوم کو فیل کرنے کے لیے حضور ﷺ کا علم آیا۔

علم کا پاور مادی قوت سے بڑھ کر ہے

جب ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی کہ **وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ** ہوسکتا ہے کہ اس میں مجلس شوریٰ بھی ہوتی ہو اور کھانے اور سونے کا بھی اس میں مکمل انتظام ہو اس لیے عرش عظیم کہا گیا ہو۔ اور بلقیس نے کہلوایا ہے کہ میں خود ہی آرہی ہوں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں مشورہ کیا کہ اس کے عرش کو کون لائے گا۔ تو **قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ**۔ کہ ایک دیو پیکر جن بولا کہ میں آپ کی مجلس اور آپ کے

دربار کے وقت میں اسے لے آؤں گا۔ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ دربار کچھ دیر تک کا تو ہوگا ہی، گو یا جتنی دیر میں آپ دربار سے اُٹھیں گے اتنی دیر میں میں اس کے عرش کو آپ کے سامنے لاکر رکھ دوں گا، اور اے سلیمانؑ! میرے اندر دو صفت ہیں ایک تو میں طاقتور ہوں، اور میں اتنا طاقتور ہوں کہ اس پورے عرش کو ایک ہاتھ کی ہتھیلی پر اُٹھا کر لاؤں گا اور کسی چیز کو گرنے اور ٹوٹنے اور پھوٹنے نہیں دوں گا۔ اور دوسری صفت میرے اندر ایمانداری کی ہے کہ میں امانت دار بھی ہوں، میں اس میں سے کسی چیز کو اور ایک موتی کو بھی نہیں چُراؤں گا۔ کیونکہ یہ جن موتی، ہیرے، پھول ،مٹھائی اور عطر کے چور اور ان چیزوں کے عاشق ہوتے ہیں۔ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ قوت کے اعتبار سے میں عرش کو ٹوٹنے پھوٹنے نہیں دوں گا، صحیح سالم اٹھا کر لاؤں گا۔ اور امین کے اعتبار سے سب چیزوں کو باقی رکھوں گا، چوری نہیں کروں گا۔ بہر حال اپنے بل بوتے میں جتنی قوت تھی وہ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ ۔ ایک دیو پیکر جن نے کہا۔

علم الٰہی کی زبردست قوت

اس مجلس میں حضرت آصف بن بَرْخِیا بھی موجود تھے ان کے پاس اللہ کی کتاب کا علم تھا۔ اور اس بات کو بتلانے کے لیے ہی اتنا بڑا جملہ کہا کہ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ بڑھا کر اشارہ کیا کہ ان میں علم کی قوت تھی اگر ان کی ذاتی طاقت ہوتی، خدا کے علم کی طاقت نہ ہوتی تو پھر اتنا بڑھانے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اتنا کہہ دیتے کہ ''قَالَ رَجل وَاحِدٌ'' یا ''قَالَ اٰصِفٌ'' تو اتنا لمبا کہہ کر اشارہ کیا اس طرف کہ انہوں نے اپنی طاقت کے بل بوتہ پر نہیں بلکہ خدا کے علم کی قوت پر کہا۔ کہ اے سلیمانؑ! آپ مجھے اجازت دیجیے۔ کہ میرے پاس کتاب کا ایسا

علم ہے جس کی وجہ سے میں توجہ کروں گا۔ اور آپ کے پلک جھپکنے تک میں اس عرش کو آپ کے سامنے لادوں گا۔ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ ؕ۔ اگر آپ کی نظر اوپر ہے تو نیچے کرنے سے پہلے اور اگر نیچے ہے تو اوپر پلک کرنے سے پہلے اس عرش کو سامنے لاکر رکھ دوں گا۔ یعنی چشم زدن میں عرش آسکتا ہے۔ دیو پیکر جن کی قوت سے کچھ دیر لگ سکتی تھی (گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ کی) لیکن کتابی علم میں وہ قوت ہے کہ چشم زدن میں عرش آسکتا ہے۔

تو عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ کی صفت بڑھا کر اشارہ کیا کہ یہ کام میں اپنی قوت سے نہیں کروں گا بلکہ خدا کے علم کی طاقت سے لاؤں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام انسان اور تمام جنات میں اتنی طاقت نہیں ہے جتنی خدا کے علم میں طاقت ہے۔ تو خدا کے علم "اسم اعظم" کو پڑھا ہوگا کہ چشم زدن میں بلقیس کا تخت آپہنچا، تو خدا نے یہ بتلایا کہ "علم الہٰ" میں کتنی طاقت ہے؟

ذکر کے ساتھ علم بھی ہو

علم الہٰ کے ساتھ خوب ذکر کریں، ذکر میں خوب برکت وانوار ہیں، اور یہاں سے محروم نہ جائیں، علم کیساتھ ذکر بڑا مفید اور بڑی طاقت اور بڑی قوت والا ہے اور یہ علم گمراہی اور ضلالت سے بچائے گا اس لیے ذکر کے ساتھ ساتھ علم کے ساتھ بھی اشتغال، مدرسہ اور علماء کے ساتھ تعلق اور محبت ہو تو پھر خدا اس ذکر اور روحانیت میں خوب برکت دیں گے۔

یہاں علم اور ذکر دونوں

ہر علم بغیر ذکر کے بھٹکنے کا ذریعہ ہے، گمراہی کی طرف انسان کو لے جاتا ہے،

ہمارے حضرت دن میں دو تین مرتبہ کتاب کیوں پڑھواتے ہیں؟ تا کہ ذاکرین میں ضروری علم آئے اور ضلالت دور ہو۔ اور پھر ذکر ایک وقت کیوں کراتے ہیں تا کہ دل کے اندر نور پیدا ہو، اور خدا تک پہنچنا آسان ہو۔

خدا تک پہنچنے کا راستہ دونوں کے بیچ ہے، علم اور ذکر دو کے بیچ راستہ ہے، جس کے پاس علم ہے لیکن ذکر نہیں ہے وہ بھی بھٹکے گا اور صحیح نہیں چلے گا، اور جس کے پاس ذکر ہے لیکن ضروری علم نہیں ہے تو وہ جہالت اور گمراہی کی طرف چلے گا۔

اس لیے میرے دوستو! اگر یہاں پر تھوڑی سی قربانی اور فکر کوئی انسان کرے گا تو وہ یہاں سے بہت کچھ فائدہ حاصل کر لے گا۔ اگر تھوڑی سی محنت کر لے اور تھوڑا سا دھیان پیدا کر لے اور تھوڑی سی نیت درست کر لے تو اللہ اسے محروم نہیں کریں گے۔ لیکن محروم قسمت ہے وہ انسان جو ایسی جگہ سے بھی محروم جائے۔ اور وہ بڑا ہی محروم قسمت انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہاں کام پر لگنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور خدا یہاں کے عمل کو قبول فرمالیں، اگر خدا کے یہاں عمل قبول ہو جاتا ہے تو پھر کام بن جاتا ہے۔

عمل کی قبولیت کے لیے چند شرائط

اصل عمل کا قبول ہونا ہے اور عمل کے قبول ہونے کی چند شرطیں ہیں: (۱) ایک یہ ہے کہ وہ عمل ایمان کی شرط کے ساتھ ہو (۲) وہ احتساب کی شرط کے ساتھ کیا جا رہا ہو (۳) اس عمل میں اخلاص ہو (۴) اس عمل کو خدا کے دھیان وفکر کے ساتھ کیا جائے (۵) اس عمل میں کسی کا حق نہ مارا جائے اور (۶) اس عمل میں کبر و غرور پیدا نہ ہو، بلکہ عجز و نیاز اور تواضع کی شان پیدا ہو رہی ہو، اگر عمل کے ساتھ یہ چند شرطیں پائی جائیں اور عمل ان شرائط کے ساتھ ہو رہے ہوں تو پھر وہ عمل قبول ہو جاتا ہے اور کوتاہیاں اس عمل کی معاف ہو جاتی ہیں۔

اگر تلاوت قرآن کے ساتھ یہ شرطیں مل جائیں، ذکر کے ساتھ یہ شرطیں مل جائیں، ایمان کے ساتھ یہ شرطیں مل جائیں، صحبت شیخ میں اتنی شرطیں مل جائیں، تسبیح پڑھنے کے ساتھ یہ شرطیں مل جائیں، کسی کو کھانا کھلانے پر اور کسی کو پانی پلانے پر اس میں یہ شرطیں مل جائیں، اور تعلیم کی جتنی لائن ہیں اور جو انسان کے اندر ہونی چاہیے اور جن جن کاموں کو انسان کو کرنا ہے ان سب میں اگر یہ لائن اور شرط مل جائے تو پھر وہ عمل قبول ہو جاتا ہے۔

بیان کی چھٹی نہ ملی

پھر وقت پوچھا کہ آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا، فرمایا کہ چلو بس۔ اب مولوی منور صاحب کہتے ہیں کہ تو بہت دیر کرنے لگا ہے، آدھ گھنٹہ میں بات پوری ہونی چاہیے۔ میں تو سوچتا تھا کہ آج مولوی عمر صاحب آئے ہیں، میری چھٹی ہوگی، لیکن وہ آکر بیمار ہو گئے، جب بھی اکابر میں کوئی آتے ہیں تو میں سوچتا ہوں کہ چلو چھٹی ہوئی۔

مولانا عمران آئے خوش ہوا لیکن وہ بھی جلدی چلے گئے، مولانا عمر صاحب آئے تو آکر بیمار ہو گئے، علی میاں بیماری کی وجہ سے آنے سے مجبور، مولانا منظور صاحب کا خط بعد عید آنے کا لکھا ہے۔ اب بیان کرنا ہی پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ مولانا عمر صاحب اور حضرت جی دامت برکاتہم اور حضرت شیخ کو صحت دائمہ عاجلہ کاملہ نصیب فرمائے اور خوب کام لے اور فیض پہنچائے۔

میں روز سوچتا ہوں کہ خدا کرے کوئی آجاوے اور پہلے کی طرح ان سے بیان کروایا جائے۔ خیر! بڑوں کے حکم کے تحت بیان کر دیتا ہوں اب ایک منٹ میں دعا بھی کیا ہوسکتی ہے؟ چلو ایک منٹ ہی کی دعا کر لو۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ---------- (۱۵)

کیوں گرفتار طلسم ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکت طوفان بھی ہے

علم کی قوت وطاقت

{بیان-۳}

داعی کبیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸؍رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ بروز شنبہ
بمقام: خانقاہ حضرت شیخ زکریاؒ مظاہر العلوم سہارنپور

اقتباس

لوگ کہتے ہیں کہ اس علم (الٰہی) کے علاوہ فلاں فلاں علوم سے کام چلیں گے ۔ بلکہ خدا کی قسم! کسی حکومت اور وزارت اور معیشت کا علم ہمیں کامیاب نہیں کریگا، بلکہ قرآن وحدیث کا علم ہی کامیاب کرے گا۔

قومی طاقت یاجوج ماجوج دکھائے گا، اور شخصی طاقت دجال دکھائے گا یہی دو چیزیں ہیں جس سے لوگ اپنی طاقت بتلاتے ہیں۔

لیکن......جب خدائی علم کا انسانی علم سے مقابلہ ہوا تو خدا نے انسانی علم کو ختم کر دیا اور اپنے علم کی طاقت کو خدا نے ظاہر کیا............وہی طاقت علم کی خدا آج بھی ظاہر کریں گے۔

پیریگراف از بیان داعی کبیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى . . . اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

مقام، وقت، شخصیت، تینوں چیزیں جمع

میرے محترم بزرگو، دوستو، عزیزو اور بھائیو! اللہ جل جلالہٗ کا بہت بڑا احسان و کرم ہے کہ اس نے ہمیں اچھے مقام پر اور اچھے ماحول میں پہنچایا اور اس میں ہمیں خاص موسم رمضان المبارک گزارنے کی توفیق نصیب فرمائی کہ اگر تھوڑی سی نیت کو ٹھیک کرلیا، تھوڑا سا دھیان اور فکر کو صحیح کرلیا، تھوڑا سا مجاہدہ اور قربانی پیش کردی تو نہ معلوم وہ انسان کون سا جوہر اور ہیرا بن جائے،

اللہ نے یہاں مقام اور وقت اور شخصیت تینوں چیزوں کو جمع کردیا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز حاصل ہوتی ہے تو دوسری باتیں میسر نہیں ہوتیں، بعض اوقات دو باتیں میسر ہوتی ہیں، تین بات میسر نہیں ہوتیں۔

لیکن اللہ کے فضل سے ہمارے لیے تینوں چیزیں بننے کے لیے جمع ہوگئیں، موسم بھی ہے رمضان کا۔ اور عبادت ہے اعتکاف کی۔ اور مسجد بھی صلحاء کے مجمع کی۔ اور صحبت بھی شیخ کامل کی۔ ایسا اجتماع شاید ہی کہیں اور جگہ ملتا۔

علم اور ذکر دونوں کے ضروری ہونے کی وجہ

لیکن میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ ’’علم اور ذکر‘‘ دونوں متلازم ہیں۔ علم کے بغیر ذکر ظلمت ہے۔ اور ذکر بغیر علم کے ضلالت۔ لیکن آج تو میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ بغیر ذکر اور بغیر علم کے ضلالت اور گمراہی دونوں ہیں، بغیر ذکر کے علم ضلالت اور گمراہی ہے۔ اور بغیر علم کے ذکر ضلالت اور گمراہی ہے۔

ضلالت کہتے ہیں راستہ بھٹک جانے کو۔ اور ظلمت کہتے ہیں راستہ نظر نہ آنے کو۔ راستہ بھٹک جانا ضلالت ہے۔ اور راستہ نظر نہ آنا یہ ظلمت ہے۔ آج ہم ظلمت میں چل کر بھٹک کر بھٹکے ہوئے عمل کر رہے ہیں۔ جیسے چاروں طرف اندھیرا ہے اور راستہ نظر نہیں آرہا ہے لیکن چل رہے ہیں۔ لیکن چلنے کے لیے اور راستہ نظر آنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہے اور صحیح چلنے کے لیے ہدایت ضروری ہے۔ اس لیے میرے دوستو! ہمیں ’’علم اور ذکر‘‘ دونوں سیکھنا پڑے گا۔

علم کی طاقت کا دوسرا قصہ

کل ہم نے علم کی بات شروع کی تھی اور علم کی طاقت کو بیان کیا تھا، اس سے پہلے ذکر پر بیان چل رہا تھا۔ لیکن ذکر کے ساتھ علم بھی ضروری ہے۔ اس لیے علم کو بیان کیا جارہا ہے۔ کل علم کی طاقت بتلائی تھی۔ اور ایک قصہ سنایا تھا اور آج دوسرا قصہ سناتا ہوں کہ علم میں بہت قوت وطاقت ہے،

قارون کے پاس بھی علم تھا،جس کوقرآن نے بیان کیا ہے اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ
اس کے پاس ایک علم تھا علم جوہری، اس کے پاس سونے چاندی کا علم تھا۔تو اس کے پاس علم مادی تھا۔اوراس علم مادی کی وجہ سے بہت بڑا مال دار بن گیا تھا۔وہ اتنا بڑا مال دار تھا کہ اس کے مال کے گودام کی چابیاں کئی اونٹوں پر چلتی تھیں۔اس کے خزانوں کے تالوں کی تالیاں اس قدر تھیں کہ وہ خود یا اس کے نوکر اُٹھا کر نہیں چل سکتے تھے۔بلکہ ان تالیوں کو اونٹوں پر لادا جاتا تھا۔اور بعض تفسیروں میں دیکھا ہے کہ چالیس اونٹوں پر اس کی تالیاں چلتی تھیں۔اوّل تو ایک ہی اونٹ پر چابی کتنی ہوتی ہے؟ لیکن اگر اس روایت کو صحیح مان لیں تو پھر کتنی تالیاں ہو جاتی ہیں؟

قارون کا اپنے مادی علم پر دعوی

اب جب اس سے کہا گیا کہ اللہ کو مت بھولیو۔اور کہا موسیٰؑ نے کہ مال کو عمل بناؤ۔اور عمل بھی مقبول بناؤ۔مال کمایا ہے کوئی حرج نہیں،لیکن مال کو عمل بناؤ اور مقبول بناؤ،جس میں نہ دنیا کا حق نہ آخرت کا حق،نہ انسانوں میں سے کسی کا حق بھولا ہوا ہو۔اور مال سے دنیا کو بہکا نہ رہا ہو۔پرائی عورت کو بھگا نہ لے جا رہا ہو،امارہ کو غلط استعمال نہ کر رہا ہو،زمین میں فساد کی شکلیں نہ پھیلا رہا ہو یعنی اس مال کے ذریعہ جو تجھ پر خدا نے احسان کیا ہے تو بھی مخلوق پر احسان کر،اور اس مال کی زکوٰۃ ادا کر۔

اب جو چند شرطیں اس کے مال پر آئیں تو اس نے کہا کہ اچھا! کون سا علم؟ اور کون سا عمل اور کون سا مال خدا نے دیا؟ اور کون سا احسان خدا نے کیا ہے؟ اور کیسے عمل مقبول کرائیں گے؟ ہم عمل مقبول نہیں کرائیں گے،اللہ نے ہمیں یہ مال نہیں دیا ہے،ہم خدا کی نہیں مانیں گے اور ہم تو اپنی من مانی کریں گے،رب چاہی نہ کریں گے،اس لیے کہ یہ مال تو ہمارے علم کے بل بوتے پر ملا ہے۔

تو اس نے اپنے علم پر مال ملنے کا دعویٰ کیا۔ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ۔ اپنے علم پر دعویٰ کیا۔لیکن خدا نے اس دعویٰ پر فوراً نہیں پکڑا بلکہ ڈھیل دی۔ بار بار حکم کیا گیا لیکن اس نے موسیٰ علیہ السلام کے علم کو ٹھکرا دیا۔اور اپنے علم کو سامنے رکھ کر مال بٹورتا رہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عمل کی دعوت اس نے قبول نہ کی۔

قارون نے اپنی شہرت جتانے کے لیے مال کی نمائش کی

پھر اس نے اپنے مال سے شہرت اور ناموری حاصل کرنے کے لیے ایک بہت بڑی نمائش کی کہ دیکھو میرے پاس کیسا اچھا اچھا مال ہے؟ میرے خیال میں تو غالباً نمائش اسی قارون کے خزانے سے شروع ہوئی اور لوگوں نے یہیں سے بات لی کہ لوگ اپنی اپنی صنعت وحرفت کو جمع کر کے اور اس سے مال کو جمع کر کے طرح طرح کی چیزوں کو جمع کر کے ایک جگہ لے آتے ہیں اور نمائش کرتے ہیں۔تاکہ لوگ آدیں اور ان کے مال اور صنعت وحرفت کو دیکھیں۔اور ان کے دل بھی ان چیزوں کی طرف للچاویں۔اور اس کے ذریعہ ان لوگوں میں بڑائی اور وقعت اور شہرت اور قدر ہو، اور ان کے اس مال کو لوگ خریدیں۔خیر نمائش اس سے پہلے ہی ہو، لیکن اس سے پہلے کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، لیکن گمان یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نمائش قارون ہی سے چلی ہو۔

بہر حال! قارون نے اپنے خزانہ سے بہترین سے بہترین مال اور سامان نکال کر اونٹوں پر اور گدھوں پر اور آدمیوں پر رکھ کر لادا اور چلا۔ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ۔ پھر نکلا وہ اپنی قوم میں فِیْ زِیْنَتِهٖ زینت والا سامان اور بھڑکیلا اور آنکھوں کو خیرہ کرنے والا سامان لے کر چلا، اب لوگ اس کے سامان اور مال کو دیکھ کر رال ٹپکانے لگے۔جیسے جب دہلی میں بہت سے لوگ اپنے مال کی نمائش کیلئے آتے ہیں تو لوگوں کی رال ان سامانوں کو دیکھ کر ٹپکتی ہے۔

نمائش کی وجہ سے دو پارٹیاں ہوگئی

اس طرح قوم میں بھی دو پارٹی ہوگئی ، ایک پارٹی تو رال ٹپکانے والی اور حسرت کرنے والی کہ کاش! ہم کو بھی ایسا مال ملا ہوتا اور ہمارے پاس بھی خوب مال ہوتا،

ہاں صاحب! آج کا مسلمان بہت ہی پیچھے ہے، قافلہ سارا آگے بڑھ گیا اور ہم تو پیچھے ہی رہ گئے تو آج کا مسلمان بھی اور قوموں کی مادی ترقی کو دیکھ کر رال ٹپکا رہا ہے۔

تو ایک پارٹی تو مال دیکھ کر رال ٹپکانے والی ہوگئی، اور دوسری پارٹی حق کی طرف ہوگئی۔

چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو خدا نے اپنا علم دیا اور جن کو اللہ کا علم اور ایمان اور اعمال صالح کا علم تھا انہوں نے دنیا کی طرف للچائی ہوئی نظر کرنے والوں سے کہا کہ ان مالوں پر رال کیوں ٹپکاتے ہو؟ اور اس مال کی لالچ کیوں کرتے ہو؟

ارے! یہ تو دنیا ہے اور یہ دنیا عنقریب ختم ہو جائے گی ، ابھی اسے اور دیکھو! کہ اس کا کیا حشر ہوتا ہے، ہم تو مال کی لالچ نہیں کریں گے یہ علم والوں نے مال کی طرف للچائی ہوئی نظر کرنے والوں سے کہا اتنے میں جب حجت تمام ہوگئی اور شہرت اور نام آوری اور جو چیزیں وہ چاہتا تھا پورا ہو گیا، اور دو قوم ہوگئی، ایک مال چاہنے والوں کی اور دوسری خدا کا علم چاہنے والوں کی۔

خدا کے علم اور قارون کے مال کا مقابلہ

اب جو خدا کے علم اور مال کا مقابلہ ہوا تو خدا کی طرف سے حکم ہو گیا کہ اے زمین ! قارون کو مع اس کے مال اور گودام کے پکڑ لے اور دھنسا دے۔ میں یہ سوچا کرتا تھا کہ قارون کو دھنسایا یہ تو صحیح تھا کہ اس نے احکامِ خداوندی کو نہ مانا لیکن مال کو کیوں

دھنسایا۔اس کا کیا قصور تھا! اور مال کو بچا لیتے تو بنی اسرائیل کے کام آتا۔جیسے فرعون کو ڈوبا کر اس کا سارا مال وحکومت بنی اسرائیل کو دے دیا تھا۔

لیکن اس میں حکمت ہے کہ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ۔ بعض مرتبہ خدا ایسا کرتے ہیں کہ اس مال کا اچھے لوگوں کو وارث بنا دیتے ہیں۔اور بعض مرتبہ ان کو مع ان کے مکان اور کھیتی اور مال ودولت کے ہلاک و برباد کر دیتے ہیں۔فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ۔تو کبھی تو خدا مال کو بچا کر اچھوں کو وارث بنا دیتے ہیں۔جیسے فرعون کو ڈوبا کر اس کے مال کا بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا۔اور کبھی غلط لوگوں کو مع ان کے اموال ہلاک و برباد کر دیتے ہیں تا کہ لوگوں کو عبرت ہو۔

یہاں بھی سارے مال ودولت ہی کو نہیں بلکہ غالباً ان کے علم جوہری اور علم سونار، اور علم مادی کو بھی مال و دولت کے ساتھ دھنسا کر بتلایا کہ ان سب کا نتیجہ آخر زمین میں دھنسنا ہے۔اور خدا کے علم پر عمل کا نتیجہ آخر نجات ہے،تو اللہ نے ایک میں نجات بتلائی اور دوسرے میں خسف ومسخ بتلایا۔

آج بھی قارون کی طرح حشر ہوسکتا ہے

آج جو سارے دنیا کے سرمایہ دار مال کو بٹور رہے ہیں اور بڑھا رہے ہیں اور خوب مادی اعتبار سے ترقی کر رہے ہیں، یہ یوں خیال کر رہے ہوں گے کہ ہماری ہی شہرت ہو اور خوب نام ہو،تو اپنا نام اور شہرت کرنا چاہتے ہیں،

لیکن آج بھی ان بڑے بڑے سرمایہ داروں کا حشر ان کے مال ودولت کے ساتھ قارون جیسا ہوسکتا ہے، بشرطیکہ اس مال میں خدا کا حق ادا نہ کیا جائے ، جیسا کہ قارون کا غلط زندگی گزارنے اور حقیقی علم آنے ، اور اسے ٹھکرانے پر، جب خدائی علم کا

انسانی علم سے مقابلہ ہوا تو خدا نے انسانی علم کو ختم کر دیا، اور اپنے علم کی طاقت کو خدا نے ظاہر کیا، وہی طاقت علم کی خدا آج بھی ظاہر کریں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صرف قرآنی علم دیا

ہمارے حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب حضور ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو علم سکھلایا، تو ایسا نہیں کہا کہ قیصر و کسریٰ کا بھی علم سیکھو، کیونکہ دنیا کا علم بھی ضروری ہے، جیسے آج کل لوگ کہہ رہے ہیں اور اس بات کو مولوی بھی کہہ رہے ہیں اور جبراً وقہراً دنیاوی علوم کو بھی داخل کرر ہے ہیں،

اول تو صحابہ کرام میں خود دنیاوی علم نہ تھا۔ دوسرے جتنے علوم وہاں ان کے قبیلوں کے پاس تھے ان علوم کو جاہلیت قرار دیا۔ ان علوم کو اگر جہل بھی قرار دیتے تو بیکار شمار ہوتے لیکن نہ جہالت نام رکھا، بلکہ آگے بڑھ کر ان علوم کو جو مقامی تھی جاہلیت کہا گیا ہے۔ تو مقامی علم کو جاہلیت قرار دیا اور غیر قوموں میں جو علم تھا علم ثقافت، علم تہذیب، علم تمدن، علم سیاست، ان کے بارے میں کہہ دیا کہ ان کا پیوند لگانے کی تم کو ضرورت نہیں ہے۔ اور جتنا اور صحیفوں اور آسمانی کتابوں میں علم تھا۔ تورات، انجیل اور زبور کا علم ان کو کہہ دیا کہ یہ سب منسوخ۔ یعنی پہلے کتابوں کو دیکھ مت۔ یہ سب منسوخ ہیں۔ ان پر نہ چلو۔

اگر اس علم کی ضرورت ہوتی تو حضور ﷺ صحابہ کرام ؓ کو کہتے کہ جاؤ! ملک شام میں اور ملک قیصر میں اور وہاں جا کر ان کی سیاست، تمدن، تہذیبی اور اخلاقی اور ثقافتی علم کو حاصل کر کے آؤ۔ اور وہاں ان علوم کو حاصل کرنے کے لیے سب کو بھیجتے جیسے آج کل ان علوم کو سیکھنے کے لیے باہر ملکوں میں لوگوں کو بھیجا جا رہا ہے۔

تین ہی علم تھے، ایک مقامی، دوسرا آسمانی، تیسرا پڑوسیوں کا علم یہ تینوں ختم، اب ایک ہی علم دیا قرآن و حدیث کا کہ اسی کو پڑھو اور اسی کو سیکھو اور اسی پر عمل کرو۔ اور اسی

علم پر خدا کامیاب کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا قصہ۔

تورات کے اوراق اور حضور ﷺ کا غیض وغضب

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکان سے مسجد نبوی آ رہے تھے۔ درمیان میں ایک یہودیوں کا مدرسہ پڑتا تھا۔ اس میں داخل ہو گئے، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کیا پڑھتے ہیں؟ ان کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں ہو چکا تھا۔ اور یہ ترجمہ کرنے کے بڑے عادی ہیں۔

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھے ہوئے تھے۔ اب جو پڑھنے والوں کے قریب جا کر ان ترجمہ شدہ اوراق کو پڑھنے لگے اور دیکھا تو انہوں نے محسوس کیا کہ اوہو! یہ تو قرآن کریم سے ملتی جلتی باتیں ہیں۔ غالباً عاریۃً تورات کے عربی میں منتقل شدہ چند اوراق کو مانگا ہو گا کہ او مدرسہ والو! ذرا تھوڑی دیر کے لیے مجھے دیدو میں تھوڑی دیر میں واپس لاتا ہوں اور مسجد نبوی میں لے کر آئے، حضور ﷺ کے پاس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

آ کر کہا کہ یارسول اللہ! آپ جو بات سناتے ہیں اس کے بالکل ہی مشابہ ہے یہ کتاب۔ یہ کہہ کر اس ورق کو پڑھنا شروع کر دیا۔

آپ ﷺ انار کے دانہ کی طرح سرخ ہو گئے۔ جب آپ ﷺ غصہ ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ انار کے ٹوٹے ہوئے دانہ کی طرح سرخ ہو جاتا تھا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہاں ہوش تھا پڑھنے سے؟ وہ پڑھے جا رہے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب حضور ﷺ کو غصہ میں دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن کھینچا کہ دیکھتے نہیں کہ حضور ﷺ کتنے غصہ میں ہیں؟

اب جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اتنی محنت کے باوجود حضور ﷺ بجائے خوشی کا اظہار کرنے کے غصہ ہو رہے ہیں، تو فوراً توبہ اور تلا کرنے لگے اور فوراً ہی کہا کہ:

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِهٖ وَمِنْ غَضَبِ الرَّسُوْلِ۔ جب بار بار رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا کہہ چکے تو حضور ﷺ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور فرمایا: لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ کہ یہ توریت تو الگ رہی، اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی بغیر ہمارے علم کے مانے نہ چلتا۔

قرآنی علم کے بغیر یہودیوں کی نجات نہیں

آج بھی یہودا گر سرکار دو عالم ﷺ کے علم پر عمل کریں گے تو ان کو دینی و دنیوی فائدہ ہوگا ورنہ آپس میں خون خرابہ ہوگا، اور فساد مچے گا اور درخت تک ظاہر کردے گا کہ او مسلمان! یہاں آؤ، یہ یہودی یہاں چھپا ہوا ہے۔ آج ان یہودیوں کو معلوم نہیں ہے کہ بغیر رسول اللہ ﷺ کے علم کے کہیں کامیابی نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آکر قرآن کی ترویج کریں گے

اور یہ بات انجیل والوں کو معلوم نہیں ہے کہ بغیر رسول اللہ ﷺ کے علم کے ان کو کامیابی نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آویں گے تو انجیل کو ہاتھ بھی نہ لگائیں گے۔ بلکہ قرآن کی ترویج کریں گے۔

تو اگر نبی بھی آجاویں تو انہیں بھی حضور ﷺ کے علم کی اتباع کرنا پڑے گا۔ تو لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ یہ تو بالقوہ ہوا، بالفعل بھی ہوگا، یہ نظری طور پر ہی نہیں ہے بلکہ عملی طور پر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آویں گے۔ اور وہ قرآن کریم پر عمل کر کے دکھادیں گے۔

شخصی اور قومی طاقت کا مقابلہ بھی اسی علم سے ہوگا

لوگ کہتے ہیں کہ اس علم کے علاوہ فلاں فلاں علوم سے کام چلیں گے بلکہ خدائے وحدہٗ کی قسم کسی حکومت اور وزارت اور معیشت کا علم ہمیں کامیاب نہیں کرے گا بلکہ قرآن اور حدیث کا علم ہی کامیاب کرے گا۔قومی طاقت یاجوج ماجوج دکھائے گا اور شخصی طاقت دجال دکھائے گا، یہی دو چیزیں ہیں جس سے لوگ اپنی طاقت بتلاتے ہیں۔

دجال یہ شخصی طاقت کا مظہر ہے

دجال کے پاس گو شخصی طاقت ہوگی، لیکن ایسی طاقت ہوگی کہ اس کے حکم کے بغیر کسی کو صحت نہ ہوگی۔اس کے حکم پر زمین کے سارے خزانہ اس کے پیچھے چل دیں گے۔اور بکری اور جانوروں میں اس کے حکم کے بغیر تھن میں دودھ نہ آوے گا۔اتنی اس کے اندر شخصی اور استدراجی قوت ہوگی، جس کی طاقت کو دیکھ کر ہزاروں اور لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان مرتد ہوجائیں گے اور گمراہ ہوجائیں گے۔خدا ہم سب کو دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔

حضور ﷺ علم الٰہی والوں کی قوت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام عجلت سے کام نہ لیتے تو صرف پھونکوں سے ہی اس کا کام تمام ہوجاتا، اگر وہ پھونک بھی دیں تو وہ گل کر اور پگھل کر مرجائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام منارۂ دمشقیہ میں آکر اُتریں گے، اس وقت عصر کا وقت ہوگا۔ سارے مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتظار کررہے ہوں گے، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آجاویں گے، حضور ﷺ کے امتی کہیں گے کہ آپ نبی ہیں اور امام بھی ہیں۔ ہم نبی کے پیچھے اپنی نماز پڑھیں گے۔

لیکن وہ فرمائیں گے نہیں! **الامام منکم**، امام تم میں سے ہوگا، اور غالباً حضور ﷺ کے امتی حضرت مہدی علیہ السلام نماز پڑھائیں گے۔اور وہ نماز کیسی ہوگی؟ انجیل

والی نماز نہ ہوگی بلکہ قرآنی علم والی نماز ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پڑھیں گے۔ تو اس علم کی قوت کا ظہور جیسے پہلے ہوا بعد میں بھی ہوگا، اور آج بھی ہوگا۔

علم وذکر کے لیے بہانہ

اس لیے علم اور ذکر دونوں متلازم چیزیں ہیں، دونوں میں سے ایک کے بغیر بھی کام نہ چلے گا۔

ہمارے حضرت جب رائیونڈ تشریف لے گئے، تو لوگوں نے کہا کہ ہم کو ذکر کا وقت نہیں ملتا کہا کہ اپنے کھانے اور اپنے چائے کو چھوڑ دو، بمبئی والے چائے دن میں چاہے "سنگل" کے نام سے ہی ہو ۱۸ بار اور بنگال والے ۲۸ بار پیتے ہیں، اگر ایک وقت کی پیالی میں چار منٹ کا بھی حساب لگایا جائے تو ۷۲ منٹ صرف چائے پینے میں ہوتے ہیں۔ تو ۷۲ منٹ چائے کو دے سکتے ہو جو فرض بھی نہیں، اُسے نہ پیو تو کوئی حرج بھی نہیں۔ اور چلو ضروری ہو، تو ۲، ۳، ۴، دفعہ پی لو، چائے کا وقت ملتا ہے، اور خدا کے ذکر کا وقت نہیں ملتا۔

اسی طرح ہمارے تاجر علم سے رشتہ توڑ چکے ہیں کہتے ہیں کہ بس مولوی صاحب! ہم تو تاجر ہیں، ہمیں علم کے لیے کہاں فرصت؟ ہم تو چندے اور پیسے دے کر تم کو سنگھاتے رہیں گے۔ بس، ہم تو کماویں گے،

یادرکھو ایسا تاجر اور مال دار جو ہمارے علم سے رشتہ توڑے گا تو وہ دجال کے پیچھے چل سکتا ہے اور ایسا تاجر یہودی اور نصاریٰ کے علم کے پیچھے چلے گا۔

علم وذکر کی ہر شعبہ میں ضرورت

اسی طرح علم کے ساتھ ذکر بھی ضروری ہے، جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت کے یہاں رمضان المبارک گزارا تھا اس وقت تو موقع مل گیا تھا ذکر کا، اور اب تو ذکر کا موقع نہیں ملتا۔ حتی کے راستہ چلتے بھی ذکر یاد نہیں آتا اور تسبیح یاد نہیں آتی اس لیے کہ کبھی

خلوت میں تسبیح کے عادی نہیں ہوئے۔ اگر خلوت میں رہ کر ذرا رٹ لگائیں تو ان شاء اللہ ذکر بھی باقی رہے گا اور راستہ میں بھی ذکر یاد رہے گا۔

اسی طرح ہمارے کاشت کار بھی کھیتی کے ساتھ ذکر کر سکتے ہیں۔ جب کھیتی والے نظام الدین کام کر کے آئے تو ہم نے کہا کہ تم لوگ خوب ذکر کر سکتے ہو؟ کہا کہ کیسے؟ ہم نے کہا کہ بیل کو چوبیس گالی دینا ضروری سمجھتے ہو اس کے بجائے اگر ذکر کر لو اور ادھر اُدھر پھرنے میں صرف جوتائی اور کیاری ہی کو تو دیکھنا ہوتا ہے اگر ذکر کرتے رہیں تو کتنا ذکر کھیتی کے ساتھ کر سکتے ہو؟ تو آج دنیا والوں کو علم کی فکر نہیں اور علم والوں کو ذکر کی فکر نہیں، حالانکہ "علم وعمل" دونوں ضروری ہیں۔

جب جب آپ سب یہاں سے واپس جا رہے ہو تو اس علم پر ایمان جماتے ہوئے اور اس پر خود جمتے ہوئے یہاں پر خوب وقت لگا کر جاویں۔ اور حضور ﷺ کے بتلائے ہوئے اذکار میں مشغول ہوں صبح وشام کا، سونے اور اُٹھنے کا اور مشائخ جو ذکر بتلاتے ہیں اسے پابندی سے کریں، اول تو مشائخ والا ذکر بغیر اجازت کے نہ کریں، بغیر اجازت کے کرنے سے بڑی الجھنیں ہوتی ہیں، اور دماغ آؤٹ ہو جاتا ہے، اور چھوڑ دینے کا بھی یہی نتیجہ ہوتا ہے، پھر ذکر میں آنے والے کے لیے ذکر اور اس کے نشیب وفراز سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اس لیے حالات کی مشائخ کو اطلاع کرنا بہت ضروری ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان .... (۱۶)

طلبہ کے لیے بصیرت افروز باتیں

{خطاب}

حضرت العلامہ شیخ عبد الفتاح ابوغدہ الشامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کا یہ بیان حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی کے مدرسہ مرقاۃ العلوم میں اپریل ۱۹۸۵ء میں طلبہ واساتذہ وعمائدین شہر کی موجودگی میں ہوا، اقوال سلف سے اس بیان کو لیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

امام شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری نے اپنی کتاب "حکم" میں فرمایا ہے کہ

جس کی پرسوز ابتدا نہ ہو اس کی روشن انتہا نہیں ہوسکتی، کیونکہ ابتدا ہی انتہا کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

فاذا رئیت من الهلال نموة ایقنت ان سیکون بدرا کاملا

جب تم ہلال کو بڑھتا ہوا دیکھتے ہو تو تمہیں یقین ہو جاتا ہے کہ عنقریب وہ ماہ کامل بن جائے گا۔

اسی طرح ہر طالب علم کا عزم و حوصلہ ہونا چاہیئے کہ وہ ابوحنیفہ بنے گا، کیونکہ ابوحنیفہ بھی ایک طالب علم ہی تھے۔ لیکن ان کے اندر ایک تڑپ اور لگن تھی، ذکی، ذہین اور ہوشیار تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و حلم عطا فرمایا۔

پیریگراف از بیان حضرت العلامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الشامی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

تشکر و امتنان

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آپ حضرات تک بخیر و عافیت پہنچنے کا شرف بخشا۔ اور اس طرح فضیلۃ الشیخ مولانا حبیب الرحمن حفظ اللہ و متع بہ و ادامہ کی دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ اس کا احسان ہے کہ مجھے اپنے شیخ اور استاذ (اللہ تعالیٰ ان کو خیر و برکت کا سبب بنائے اور ان کے فیض کو عام فرمائے) سے ملاقات کی سعادت بخشی، نیز آپ حضرات سے بھی اس مبارک محفل اور عظیم الشان مسجد کے اندر ملاقات سے مشرف ہوا لہٰذا مجھے اللہ جل شانہ سے امید ہے کہ ہماری یہ ملاقات دین کی محبت، اس پر عمل اور اسلام و علم کی خدمت کے سلسلہ میں ہوگی، اس دعا کے ساتھ کہ ہمیں ان لوگوں کے زمرہ میں شامل فرمائے جو علم حاصل کرتے ہیں اور جو کچھ وہ حاصل کرتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔ جن کے بارے میں ارشاد باری ہے **یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ** (جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔)

الامر فوق الادب

میرے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ فضیلۃ الشیخ مولانا حبیب الرحمن صاحب کی موجودگی میں گفتگو کرتا۔ کیونکہ بڑوں کی موجودگی میں چھوٹوں کی لب کشائی خلافِ ادب

ہے۔لیکن آپ نے حکم فرمایا میں نے اس کی تعمیل کی۔اور آپ نے خواہش ظاہر کی، میں نے اس کا اتباع کیا۔اس لیے میں آپ حضرات کے سامنے چند باتیں عرض کروں گا جس کا مقصد فائدہ پہنچانا نہیں، کیونکہ آپ حضرات تو خود اس قابل ہیں کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائیں۔اسی کے ساتھ میں اللہ کی ذات سے یہ امید کرتا ہوں کہ یہ مسجد یہ مدرسہ، یہ معہد اور یہ درا سات سب اسلام اور مسلمانوں کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔اور آپ حضرات بھی بہترین خادمین علم، اچھے اساتذہ وطلبہ بنیں گے اور علم واہل علم کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

علماءِ ہند کے ساتھ اللہ کا خصوصی فضل

یوں تو ہر مسلمان کے اوپر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے۔لیکن علماء ہند کے ساتھ ماضی میں بھی اور حال میں بھی اس کا خصوصی فضل یہ ہے کہ وہ علم میں مشغول رہتے ہیں، اپنے اندر علم کی تڑپ رکھتے ہیں اور حدیث شریف یعنی رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے ساتھ اہتمام برتتے ہیں۔لہٰذا ضروری ہے کہ اس انعام الٰہی کی قدر کی جائے اور اس کو آگے بڑھایا جائے تاکہ یہ عظیم الشان روشنی مزید روشن، منور اور درخشاں رہے انشاء اللہ تعالیٰ۔لہٰذا طلبہ برادران کا یہ عزم وحوصلہ ہونا چاہیے کہ وہ علم میں دسترس حاصل کریں، حدیث، فقہ، تفسیر اور دیگر علوم کے خادم بنیں، اور اپنی ذات کو مٹا کر اکابر کے علمی سرمائے کے جانشین بنیں، تاکہ یہ شاندار علمی سلسلہ تادیر باقی رہے۔

طلبہ کی امتیازی اور قابل فخر شان

آپ حضرات خدا کے فضل سے حاملین علم وطالبین علم وفضل ہیں، اور یہ وہ عظیم ترین فضلیت ہے جہاں تک شاہزادوں کی بھی رسائی نہیں ہو پاتی۔لہٰذا آپ حضرات کو ایک بڑی نعمت اور بلند مقام حاصل ہے جب کہ بہت سے بڑے لوگ یہ تمنا کرتے ہیں

کہ ان کے لڑکے طالب علم بن جائیں لیکن ان کی یہ مراد بر نہیں آتی۔ تو اس لیے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے آپ حضرات کو علوم شرعیہ و دینیہ کا طالب بنا کر ایک امتیازی اور قابل فخر شان عطا کی، جس کے بارے میں اللہ، اللہ کے رسول اور اصحابِ رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''علم حاصل کرنا ایک فریضہ ہے اور بہت بڑی فضیلت ہے۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے)

آپ کا اللہ تعالیٰ نے انتخاب کیا ہے

اور اللہ تعالیٰ ایسے افراد کا انتخاب فرماتا ہے جو اس کے دین کے حامل بن سکیں۔ اور جب انسان حامل علم و دین بن جاتا ہے تو وہ نائبِ رسول ہونے کا شرف پاتا ہے۔ لہٰذا امانت داری، تحمل، ادائیگی حقوق اور تعلیم و تعلم کو مد نظر رکھتے ہوئے حصول علم میں دلچسپی لینا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ سے لے کر تا قیامِ قیامت ان علوم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

ایسے لگن والوں کی ضرورت ہے کہ علم ان کی غذا ہو

لیکن ضرورت ہے ایسے لگن والے طالب علم کی کہ علم جس کی غذا ہو، جو علم سے یہ کہے کہ مجھے کھلا۔ اور طالب علم جب ایسا ہوگا تو اسے اس کی غذا یعنی علم بھی حاصل ہو جائے گا اگر چہ ہم بہت بعد کے زمانہ میں آئے ہیں۔ پھر بھی توجہ الی اللہ سے اس کے بندہ پر علم کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بھی انہی لوگوں کی طرح قابل ذکر ہو جائے گا جن کا ذکر فضل و رحمت اور خیر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

علم خدائی انعام و خصوصی عطیہ ہے

آج سے بہت پہلے امام ابن مالک نحویؒ نے اپنی کتاب ''التسہیل'' کے مقدمہ کی ابتداء میں یہ خوبصورت، سچا اور مفید جملہ لکھا ہے کہ ''جب علم خدائی انعام اور خصوصی عطیہ ہے تو کچھ بعید نہیں کہ متأخرین کے لیے ذخیرہ کر دیا گیا ہو، جو کہ بہت سے متقدمین کے لیے دشوار رہا ہو۔ ہم اس حسد سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں جو انصاف کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور اچھی صفات سے روک دیتا ہے۔ امام ابن مالکؒ اپنی اس بات سے ثابت کر رہے ہیں کہ ممکن ہے کہ متأخرین میں بھی اسی طرح خیر موجود ہو جس طرح متقدمین میں بہت زیادہ ہوا کرتا تھا۔

ابتداء انتہا کا پیش خیمہ ہوتی ہے

لہٰذا میں طلبہ کو یہ نصیحت کروں گا کہ حصول علم کو اپنا نصب العین بنائیں۔ ممکن ہے وہ بھی ویسے ہی بن جائیں جیسا کہ امام ابن مالک نحویؒ نے فرمایا ہے، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہوا۔ اور جن کو خیر کا وسیلہ بنایا۔ لہٰذا علم کا دروازہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا ہوا ہے، لیکن تڑپ رکھنے والا سچا طالب علم ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ امام شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری نے اپنی کتاب ''حکم'' میں فرمایا ہے کہ ''جس کی پرسوز ابتداء نہ ہو، اس کی روشن انتہا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ابتداء ہی انتہا کا پیش خیمہ ہوتی ہے''

فاذا رئیت من الهلال نموۃ ایقنت ان سیکون بدرا کاملا

(جب تم ہلال کو بڑھتا ہوا دیکھتے ہو، تو تمھیں یقین ہو جاتا ہے کہ عنقریب وہ ماہ کامل بن جائے گا۔)

ہر طالب علم کا یہ حوصلہ ہو کہ ابوحنیفہ بنے

اسی طرح ہر طالب علم کا عزم و حوصلہ ہونا چاہئے کہ وہ ابوحنیفہؒ بنے گا کیونکہ ابوحنیفہؒ بھی ایک طالب علم ہی تھے، لیکن ان کے اندر ایک تڑپ اور لگن تھی، ذکی، ذہین اور

ہوشیار تھے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو علم وحلم عطا فرمایا۔امام ابو حنیفہؒ کو مثال میں میں نے ایک دوسری وجہ سے پیش کیا ہے۔

آئیڈیل بہت بلند رکھنا چاہیے

وہ مثال تو آپ نے سنی ہوگی کہ ایک باپ نے اپنے بیٹے سے سوال کیا کہ وہ کیا بننا چاہتا ہے؟ لڑکے نے جواب دیا میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں۔تو اس کے باپ نے کہا، تب تو تمھاری یہ خواہش ہونی چاہیے کہ تم سیدنا حضرت علی ابن ابی طالبؓ جیسے بنو گے۔ اس وقت تم مجھ جیسے بن سکتے ہو۔لیکن اگر تم مجھے آئیڈیل (نمونہ) بناؤ گے تو بہت پیچھے رہ جاؤ گے۔لیکن اگر حضرت علیؓ کو سامنے رکھو گے تو میری طرح ہو سکتے ہو۔

امت کی مثال بارش کی طرح ہے

لہٰذا طالب علم پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے علم کا دروازہ کھلا ہوا ہے لیکن ضروری ہے کہ طالب علم مستعد، نشیط اور ہوشمند ہو، جس کے اندر حصول علم کی شرائط موجود ہوں ۔اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اگلوں نے پچھلوں کیلیے بہت سی چیزیں چھوڑ رکھی ہیں۔جیسا کہ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل ہے:۔

میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے۔کچھ پتہ نہیں اس کا آخر بہتر ہوگا یا اول۔لہٰذا طلبہ کے لیے لازمی ہے کہ تحصیل علم اور اخلاق نبوی ﷺ سے اپنے آپ کو سنوارنے کا اہتمام کریں۔

یہی چند باتیں ہیں جن کی طلبہ کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان کو کامیابی وکامرانی، رشد وہدایت، اور دین کی محبت اور اس پر عمل کی توفیق بخشے۔اور اللہ تعالیٰ ہمارے ائمہ اور علماء وسادات سے خوش رہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان.............⑰

علم حاصل کرنے کا طریقہ

{خطاب}

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ بیت المعارف الہ آبادی میں بعد نماز مغرب

حضرت مولانا کا طلبہ میں کیا ہوا مختصر بیان، بصد شکریہ صاحب اقوال سلف

اقتباس

اس (علم) کو حاصل کرنے کے لیے وہی آداب اختیار کرنے ہوں گے جو صحابۂ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بحیثیت معلم ومرشد ہونے کے اختیار فرمائے تھے......نبوت کی خصوصیت میں تو کسی کو شرکت نہیں ہوسکتی...... لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کے معلم اور شیخ اور مرشد بھی تھے، اس لئے اس حیثیت سے جو آداب صحابہ نے حضور ﷺ کے ساتھ اختیار فرمائے وہی آداب اب ہم کو اپنے معلم ومرشد کے ساتھ اخذ فیض کے لیے اختیار کرنا ضروری ہوگا۔ خوب سمجھ لو!

پیراگراف از بیان حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

علم بہت بڑی دولت ہے

اس وقت مجھے یہ کہا گیا ہے کہ نماز کے بعد طلبہ کے سامنے کچھ باتیں کہی جائیں، تو خصوصیت کے ساتھ طلبہ کی جماعت ہی کو نگاہ میں رکھ کر اس وقت چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔

علم بہت بڑی دولت ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس دولت سے جتنا بھی خرچ کیجئے اتنا ہی بڑھتی ہے۔ دوسری دولتیں تو خرچ کرنے سے کم ہوتی ہیں، مگر علم ایسی دولت ہے کہ خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہے اور یہ ایسی عظیم چیز ہے کہ سردار انبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا **"قل رب زدنی علما"** (آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار! میرے علم میں ترقی دے)

علم کی زیادتی مطلوب ہے

اس سے معلوم ہوا کہ علم کی زیادتی مطلوب ہے۔ اور صرف علمۃ الناس ہی نہیں بلکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جو سردار انبیاء ہیں وہ بھی اس کے محتاج ہیں کہ زیادتی علم کی درخواست حق تعالیٰ کے سامنے کریں۔

اس لیے طلبہ کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ زیادتی علم جب اتنی بڑی چیز ہے تو یہ علم ہم سے اور تم سے بہت کچھ قربانیاں بھی چاہے گا۔

علم قربانیاں چاہتا ہے

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ علم اپنے میں سے تم کو تھوڑا سا حصہ اس وقت تک نہیں دے گا جب تک کہ تم اپنا کل اس کو نہ دے دو۔ مگر یہاں عام شکایت ہے کہ جو قربانیاں اس کے لیے ضروری ہیں وہ ہم پیش نہیں کرتے۔ ہم میں آرام طلبی ہے۔ ہم چاہتے ہیں اس کے لیے مشقت نہ اُٹھانی پڑے۔

اس لیے آپ دیکھیں گے کہ عموماً طلبہ کا یہ حال ہو گیا ہے کہ رات کو مطالعہ کر کے اپنے امکان اور طاقت بھر کتاب کا مطلب نہیں نکالتے، بلکہ کثرت سے ایسے طلبہ ہیں جو مطالعہ کرتے ہی نہیں۔ بہت کم طلبہ ہیں جو اس راہ میں قربانی کا جذبہ رکھتے ہوں۔ چنانچہ عام طور پر یہ ہو گیا ہے کہ اگر کھانے کو اچھا نہ ملے تو مدرسہ چھوڑ دیں، ان کو عیش وعشرت کا ساز وسامان نہ ملے تو کسی دوسرے مدرسہ کا رُخ کریں۔ تو یاد رکھو کہ یہ طریقہ بہت غلط ہے اس سے علم نہیں حاصل ہوسکتا۔

دو قسم کے لوگ علم سے محروم رہتے ہیں

میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ صحیح بخاری میں ہے۔ حدیث نہیں ہے، مقولہ ہے۔ مگر صحیح بخاری میں ہے۔ کہ دو قسم کے لوگوں کو علم نہیں حاصل ہوسکتا ایک وہ انسان جو شرم کرے اور دوسرے وہ جو متکبر ہو، اس میں نخوت ہو، اپنے کو بڑا سمجھے، اس لیے کہ علم کے لیے ضرورت ہوگی تواضع کی، علم کے لیے ضرورت ہوگی جھکنے کی، علم کے لیے ضرورت ہوگی نیاز مندانہ پیش آنے کی۔ لہٰذا جب تم میں بڑائی ہوگی تو علم تمہارے پاس آنے سے اباء (انکار) کرے گا۔ اور شرم ہوگی تو تم کو طلب اور سوال میں شرم آئے گی جو محرومی کا سبب ہوگی۔

پوچھنے میں عار نہ کرو

اس سلسلے میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ

''اِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ السُّؤَالُ'' (یعنی جہل اور عجز کا علاج سوال اور پوچھنا ہے۔)
آج ہم میں پوچھنے کی عادت بھی مفقود ہوگئی ہے۔ طلبہ کو ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اُستاذ کے سامنے کتاب کی عبارت پڑھی، استاذ نے سر اُٹھا کر ایک تقریر کر دی۔ پھر طالب علم کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، وہ کتاب بند کر کے چلا جاتا ہے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ جو چیز سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھ لے۔

سوال کا ڈھنگ

پھر پوچھنے کے بارے میں مجھے یہ بتانا ہے کہ ہر چیز کا ایک ڈھنگ اور سلیقہ ہوتا ہے۔اس لیے سوال اگر سلیقے سے ہوگا تو مفید ہوگا۔اور جو سوال بے سلیقہ ہوگا وہ غیر مفید ہوگا۔
بہت سے لوگ سوال کے شائق ہوتے ہیں۔لہٰذا ان کو جب کوئی مسافر یا مہمان مل جاتا ہے تو اس کے سامنے سوالات کی بھر مار کر دیتے ہیں یہ طریقہ ہماری اسلامی تہذیب اور اسلامی آداب معاشرت کے خلاف ہے۔
چنانچہ تحصیل علم کے آداب میں سے ایک ادب یہ سکھایا گیا ہے کہ انسان کو سوال کا موقع تلاش کرنا چاہیے۔اُستاذ اور معلم کے نشاط کو دیکھنا چاہیے کہ وہ مطمئن ہے یا نہیں، وہ راحت کے ساتھ ہے یا نہیں؟ پس کسی پریشانی اور عدمِ نشاط کی حالت میں سوال نہ کرنا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا واقعہ

صحیح بخاری میں ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنا ایک واقعہ خود بیان فرمایا ہے۔کہ بہت دنوں سے ایک آیت کے بارے میں میرے دل میں ایک سوال پیدا ہو رہا تھا، ایک قسم کی کھٹک تھی اور میں جانتا تھا کہ حضرت عمر ﷺ اس کو حل فرما سکتے ہیں۔مگر میں انتظار کرتا رہا کہ مناسب موقع ملے اور نشاط کی حالت ہو تو ان سے دریافت کروں اسی انتظار میں سالوں گزر گئے۔مجھے اس وقت اُس مدت کی مقدار

یاد نہیں مگر طویل مدت بیان کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ عرصہ کے بعد حضرت عمر ﷺ کے ساتھ مجھے حج کرنے کا اتفاق ہوا۔ اور واپسی میں ایک منزل پر قیام ہوا تو وہاں حضرت عمر ﷺ کو رفع حاجت کا تقاضا ہوا۔ میں نے ان کے لیے ڈھیلے وغیرہ مہیا کئے، پھر آ کر بیٹھ گیا، قضائے حاجت کے بعد اُن کے لیے وضو کا پانی لایا، جب وہ وضو سے فارغ ہوئے تو میں نے محسوس کیا کہ حضرت عمر ﷺ نشاط میں ہیں، تو اُس وقت میں نے وہ سوال ان کے سامنے پیش کیا، اورانہوں نے جواب مرحمت فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سوال کا یہ طریقہ ہے۔ اور جب اس کا اہتمام کیا جاتا تھا تو اسی درجہ کا علم بھی حاصل ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا علمی اعتبار سے صحابہ ﷺ میں جو مقام ہے ظاہر ہے وہ اسی ادب کا نتیجہ تھا۔

یہی چند باتیں ہیں جو میں طلبہ کو نصیحۃً بتانا چاہتا ہوں۔ اگر ان کو اختیار کرو گے تو تم کو علم نافع حاصل ہوگا۔

عوام سے خطاب

اور باقی حضرات موجود ہیں اُن سے مجھے یہ کہنا ہے کہ ہم میں سے سب لوگ نہ طالب علم ہیں اور نہ سب طالب علم بن سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم طالب علم کی کفالت کرتے ہیں، اُن کی مدد کرتے ہیں، اُن کے لیے تحصیل علم کے لیے سہولتیں مہیا کرتے ہیں تو ہمارا بھی شمار اسی طلبہ کے گروہ میں ہو جائے گا۔ پس اگر ہم خود طلب علم نہیں کر سکتے تو تحصیل علم میں مساعدت تو کر سکتے ہیں، طلبہ کی مدد تو کر سکتے ہیں؟ ان کے لئے سہولتیں تو مہیا کر سکتے ہیں؟ اگر آپ کریں تو آپ بھی فضیلت میں شریک ہو جائیں گے اور طالب علموں کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اس شخص کو بھی مجاہد فی سبیل اللہ قرار دیا ہے جو کسی مجاہد کے لیے سامان جہاد مہیا کر دے۔

ایک حدیث کے لیے لمبا سفر

آپ اپنے اسلاف کی سیرت پڑھیے۔ان کے حالات کتابوں کے اندر درج ہیں ان کو پڑھ کر سبق لیجئے۔ترمذی کی ایک حدیث میں ہے۔غالباً ابن المدینی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حدیث اپنے استاذ سے عنعنہ کے ساتھ سنی تھی (یہ روایت کا ایک طریقہ ہے جس میں عن فلان عن فلان سے روایت ہوتی ہے۔دوسرا طریقہ حدثنا کا ہے۔یعنی ہر راوی یہ ذکر کرتا ہے کہ یہ حدیث مجھ سے فلاں نے بیان کیا،تو وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ سے عن فلان کے طریق سے ایک حدیث سنی تھی، پھر برسوں اس خیال میں رہا کہ کبھی ان سے ملاقات ہوجاتی تو اس حدیث کو ان کی زبان سے لفظ حدثنا کے ساتھ سماعت کرلیتا۔پھر خود انہی کا بیان ہے کہ محض اسی مقصد کے لیے ایک سال میں نے حج کیا، اور حج سے میرا اور کوئی مقصد بجز اس کے نہیں تھا کہ وہاں ان سے ملاقات کر کے اس حدیث کو ان سے بصیغہ حدثنا سن لوں۔

طلب علم میں اسلاف کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے

میرے دوستو! یہ ہے علم اور یہ ہے علم کے لیے مجاہدہ، اور یہ ہے علم کے لیے قربانی۔اور یہی طریقہ ہے علم دین کی تحصیل کا۔ہمارے اسلاف نے اسی طریقہ سے علم حاصل کیا ہے۔ہم کو بھی اُنہی کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

دُعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ہمارے طلبہ کے اندر اچھی صلاحیتیں پیدا کردے، ان میں قربانیوں کا جذبہ پیدا کردے۔اللہ رب العزت ان کو علم کی دولت سے مالا مال کردے۔آمین! **واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا محمد وعلى اله وصحبه اجمعين۔**

علم کے لیے آداب ضروری ہیں

نیز مدرسہ بیت المعارف ہی میں ایک مرتبہ طلبہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ، تم جو علم دین حاصل کرنے کے لیے ان مدارس میں آئے ہو تو، سمجھو کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے وہی آداب اختیار کرنے ہوں گے جو صحابہ کرام ﷡ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بحیثیت معلم و مرشد ہونے کے اختیار فرمائے، نبوت کی خصوصیت میں تو کسی کی شرکت نہیں ہوسکتی، لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ صحابہ ﷡ کے معلم اور شیخ اور مرشد بھی تھے، اس لیے اس حیثیت سے جو آداب صحابہ ﷡ نے حضور ﷺ کے ساتھ اختیار فرمائے وہی آداب اب ہم کو اپنے معلم و مرشد کے ساتھ اخذ فیض کے لیے اختیار کرنا ضروری ہوگا۔ خوب سمجھ لو۔

طالب علم میں ادب کو بڑا دخل ہے

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ عربی کا مشہور شعر ہے جس کی نسبت بعض لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف کرتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک اس نسبت کی تحقیق نہیں۔ البتہ جس نے بھی یہ شعر کہا ہے اس میں نہایت عمدہ مضمون بیان کیا ہے۔

إِنَّ الْمُعَلِّمَ وَالطَّبِيْبَ كِلَيْهِمَا لَا يَنْصَحَانِ إِذَا هُمَا لَمْ يُكْرَمَا

اِصْبِرْ لِدَائِكَ إِنْ جَفَرْتَ طَبِيْبَهٗ وَاصْبِرْ لَجَهْلِكَ إِنْ جَفَرْتَ مُعَلِّمَا

یعنی معلم اور طبیب دونوں شاگرد اور مریض کی پوری خیر خواہی اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک کہ ان کا اکرام و احترام نہیں کیا جائے گا۔ طبیب و معلم کی توجہ منعطف کرانے کے لیے ان کا ادب و احترام لازم و ضروری ہے آگے کہتے ہیں کہ اگر تم طبیب پر جفا و گستاخی کرو گے، تو پھر اپنے مرض کو لیے بیٹھے رہو۔ اسی طرح اگر اپنے معلم پر جفا کرو گے تو اپنے جہل کو لئے بیٹھے رہو۔ یعنی نہ شفا حاصل ہوگی اور نہ علم اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیان .... ⑱

{بیان}

فدائے ملے حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۷۸ء کے دورہ کے موقع پر جمعیت طلباء اسلام پاکستان کے استقبالیہ میں حضرت مولانا سید اسعد صاحب کا لاہور میں خطاب۔

اقتباس

اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے ...... آپ اگر ایسے طویل اور خراب دور کے بعد بھی اس ملک کا صحیح سمت رُخ موڑنے میں کامیاب ہوجائیں تو یہ تاریخ کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور تاریخ آپ کو بھلا نہیں سکے گی، اس لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے آپ حضرات کو صحیح سمت چلنا اور عمل کو جاری رکھنا چاہیے اور قربانیاں دینی چاہیں، قربانیوں ہی سے کام بنتا ہے قافلے بنتے ہیں، منزل ملتی ہے، اور راہ کی دشواریاں دور ہوتی ہیں۔

پیراگراف از بیان فدائے ملت حضرت مولانا محمد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

یورپ کی سازش

برادران محترم،نوجوانان عزیز، بزرگواور بھائیو!

مڑتا ہے سیل حوادث سے کہیں مردوں کا منہ شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

ماشاء اللہ آپ نوجوان ہیں اور ہوش بھی ہو تو گرم خون اور ابھی آپ نے کچھ معرکے جیتے ہیں۔اور ہم لوگ جن سے آپ روٹھ کر چلے آئے تھے ہم ہندوستان میں ہیں اور ہمارا کام وہاں ہوش ہی ہوش کا ہے جوش اور گرمی ہمارے حصہ میں نہیں آئی۔ اس لیے گرم باتوں کا ہمارے پاس کوئی گرم جواب نہیں۔حقیقت میں آج دنیا میں یورپ کی سازشوں کے نتیجہ میں ایسا دین اور اخلاق سوز ماحول بن چکا ہے جس کے مصنوعی اور جھوٹی تاریخ،لٹریچر،ادارے،اسلامک اسٹڈیز،جن کی سرپرستی عالمی صہیونی طاقتیں کرر ہی ہیں اور جن پر اربوں ڈالر سالانہ خرچ ہورہا ہے۔جن کا مشن یہ ہے کہ اسلام کی ناک،کان،آنکھ،ہاتھ پاؤں،زبان جو جو جہاں جہاں ہوسکے کاٹ کر مثلہ

کردیا جائے۔

یورپی مشن کا منشاء

ایسے ماحول میں جب کہ لاکھوں افراد دنیا میں اپنی زندگیاں قربان کررہے ہیں، مشن بنائے ہوئے ہیں کہ مذہب اور دین کو اکھاڑ پھینکو اور نہایت خوبصورت، نعرے، اصطلاحیں، اور چمکتا ہوا جھوٹا مستقبل دکھا کر دھوکہ دیا جارہا ہے اور کروڑوں بندگانِ خدا ان چیزوں میں مبتلا ہوکر غلامی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہیں دنیا میں بہت سے ملکوں میں صرف دنیا کی زندگی مغرب سے مشرق تک اس کی چمک دمک، خواہشات، عیش وعشرت مقصد بن چکی ہے۔ ان تمام فاسد مقاصد کے لیے بڑے بڑے ادارے، یونیورسٹیاں، کالجز، تحقیقاتی ادارے اور ان گنت اتھاہ پہاڑوں جیسا لٹریچر اور خدا جانے کیا کیا تدبیریں اور کام وغیرہ ہورہے ہیں۔

مسلم نوجوان کی ذمہ داری

ایسے حالات میں نوجوانوں پر اسلام اور دین سے تعلق رکھنے والوں پر کتنی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کتنے پہاڑوں کو باغات کو جنگلات کو سمندروں کو طے کرنا ہے۔ اس کو میرے لیے کہنا بہت مشکل ہے لیکن جب کبھی لوگوں نے قلیل سے قلیل کم سے کم تعداد والوں نے بھی اللہ پر بھروسہ کرکے قدم اٹھایا ہے اور قربانیاں دی ہیں تو کبھی رائیگاں نہیں گئیں تو منزل بہت دور، راستہ بہت کٹھن، مشکلات بے حد وحساب، لیکن اگر آپ حضرات کا نوجوان عزم، فہم وفراست حوصلہ، تدبر اور صحیح سمت قدم بڑھانے کا عزم اور حوصلہ ساتھ دیتا رہے گا، تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ اپنی منزل کو دیر سویر پا نہ لیں۔

بڑی ہمت کی ضرورت ہے

اس لیے آپ کو بہت ہمت کے ساتھ اس معاملے میں آگے بڑھنا چاہیے، جب قرآن کریم کی آیت مجھے یاد نہیں آ رہی مفہوم اس کا یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ بھی تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں اور تم بھی تکلیفیں اُٹھا رہے ہو۔ **وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ**، اور تم اللہ سے اس بات کی رجاء اور امید رکھتے ہو جو ان کے لیے نہیں ہے، وہ نہیں اس کی امید کر سکتے تو دنیاوی تکلیف اور مشقت اگر تم اٹھا رہے ہو تو وہ بھی اُٹھا رہے ہیں دین و مذہب کے مخالف، باطل پر چلنے والے اور غلط راستوں پر عمل کرنے والے آپ ان کو جا کر کے دیکھیں کہ الجھے ہوئے بال، خاک پڑی ہوئی۔ ٹوٹے چپل، ننگے پاؤں، پھٹے کپڑے اور فاقہ مست یا اور کسی حال میں دوڑتے دھوپتے آپ کو نظر آئیں گے، تو اگر آپ بھی دنیاوی مشقتیں اور تکلیفیں اٹھا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے حقیقی اور اصلی زندگی کی توقع اور کامیابی کی امید اور یقین رکھتے ہیں تو آپ کا سودا تو بہت قیمتی اور بہت بڑا ہے۔

ایماندار ہی بہادر ہو سکتا ہے

باطل کے لیے، غیر کے لیے اور فرضی غیر حقیقی مقاصد کو سامنے رکھ کر لوگ زندگیاں قربان کرتے ہیں، سمندروں میں کود جاتے ہیں، گولیاں کھاتے ہیں آپ اللہ کے لیے یہ نہیں کر سکتے اور اگر کرتے ہیں تو اس کو کم سمجھتے ہیں، یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتا وہ بہادر ہو ہی نہیں سکتا ممکن نہیں ہے کہ وہ بہادر ہو، بہادر ہتھیار سے نہیں ہوتا، بہادر قلب سے ہوتا ہے، قلبی چیز ہے، اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے، وہی بہادر ہوتا ہے جو دنیا کی متاع زندگی بے حیثیت سمجھ کر آخرت کی متاع کو سب کچھ سمجھ لے تو وہ اس متاع بے حیثیت کو آخرت کی متاع پر قربان کر سکتا ہے اور جو دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے وہ کاہے کو اس کو قربان کر کے اندھیرے میں جائے گا جس پر اس کا یقین نہیں ہے جس کو وہ مانتا نہیں ہے۔

موت کو محبوب سمجھنا ایمان کا خاصہ ہے

یہ فلسفے کے خلاف ہے عقل کے خلاف ہے کہ جس دنیا کے لیے آدمی جیتا مرتا ہے سب کچھ کرتا ہے اس کو اپنے ہاتھ سے گنوا دے اور چھوڑ دے، کاہے کو وہ چھوڑ دے، جس کے لیے وہ چھوڑ سکتا ہے، اس پر اس کا یقین نہیں، کیسے وہاں کے لیے تیار ہو، کیوں جائے ہزار دفعہ وہ موت کے لیے سب کچھ قربان کر دے گا، لیکن موت کو قبول نہیں کرے گا، یہ بہادری، اپنی جان کو کچھ نہ سمجھنا اور قربان کر دینا، حق کے لیے آخرت کے لیے، اللہ کے لیے، یہ صرف ایماندار ہی کا کام ہے تو میرا مقصد زیادہ کہنا نہیں تھا اور جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم لوگ جس ماحول میں ہیں اور زندگی گذار رہے ہیں، ہمارا نصب العین یہی ہے کہ ہم ہندوستان میں اللہ پر بھروسہ کر کے اسلام اور مسلمانوں کو باعزت مقام دلائیں اور اللہ کا فضل ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت کافی کامیابی دی ہے۔

ہندوستانی مسلمان کی طاقت

آج ہم ویسے بھی ان تمام خاکوں سے نکل چکے ہیں جو ہمارے متعلق دنیا میں سوچے جاتے تھے اور لوگ سمجھتے تھے کہ ہم لقمہ تر ہیں جس طرح چاہیں نگل جائیں گے، آج وہ چیز خواب وخیال میں بھی باقی نہیں ہے، اور کسی کو ہندوستان میں یہ جرأت حاصل نہیں ہے کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں لب کشائی کر سکے اور اتنا نہیں اللہ کا فضل وکرم ہے باوجودیکہ کبھی کبھی دقتیں پیش آتی ہیں اور ایسے ملک میں ایسی کوئی بعید بات نہیں ہے، لیکن آج ہم ہندوستانی مسلمان کرسی اور تخت کے دینے اور اتارنے میں باقاعدہ طاقت و حیثیت رکھتے ہیں، ہندوستانی مسلمانوں نے بٹھایا ہے اور گرایا ہے اور آج ملک کی کوئی پارٹی اور کوئی طاقت ایسی نہیں ہے کہ ہندوستانی

مسلمانوں سے بے نیاز ہو کر بے لگام ہو کر جو چاہے کہہ دے، ایسی حیثیت کسی کو اللہ کے فضل سے ملک میں حاصل نہیں ہے۔

کسی کی منت پر ہم نہیں ہیں

ہم لوگ دھیرے دھیرے آگے بڑھ چکے ہیں اور توقع ہے اللہ کا فضل شامل حال رہا تو اور زیادہ بڑھیں گے۔ انگریز آیا تھا ہندوستان میں مسلمان ساڑھے چار کروڑ رہ گئے تھے۔ ۱۸۵۷ء آیا تھا تو مسلمانوں کا اسلام خطرے میں پڑ گیا تھا۔ ۱۹۴۷ء آیا تھا تو اسی طرح ہمارا دین، جان و مال، عزت و آبرو خطرے میں پڑ گئی تھی اور پھر ساڑھے چار کروڑ رہ گئے تھے ۱۸۵۷ء میں بھی لاکھوں کٹے اور ۴۷ء میں بھی لاکھوں کٹے اور ہم ساڑھے چار کروڑ رہ گئے تھے۔ اس سے پہلے دس ساڑھے دس کروڑ مانے جاتے تھے۔

آج اللہ کا فضل و کرم ہے، کہ ہم جان، مال، عزت، آبرو کے بارہ میں کافی آگے بڑھ چکے ہیں، پھر دس ساڑھے دس کروڑ ہیں خدا کا فضل ہے کسی کی منت ہم پر نہیں، آپ کی بھی نہیں صرف اللہ کا فضل ہے، دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جس نے ہماری مدد کی ہو، اللہ کا احسان ہے کہ ہم لوگ زندہ ہیں۔ اور قدم قدم آگے بڑھ رہے ہیں۔

تاریخ کا بہت بڑا کارنامہ

بہر حال آپ کی عزت افزائی و مہربانی اور کرم و نوازش کے ہم تہہ دل سے شکر گزار ہیں اور آپ کی جو قربانیاں ہیں ان کو سراہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو قبول فرمائے اور آپ کے صحیح مقاصد میں صحیح طور پر کامیابی عطا فرمائے ہم اگر اس قابل ہوتے کہ ہم آپ کی مدد کر سکتے تو یقیناً مدد کرتے لیکن ہم جن ظروف اور احوال میں زندگی گذار رہے ہیں اور اللہ کے فضل پر بھروسہ کر کے قدم بقدم آگے بڑھ رہے ہیں، اس صورت میں ہم دوسرے ملکوں کی کوئی بہت مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، پھر بھی ہم نے عرب

اسرائیل معاملہ میں اپنی استطاعت سے زیادہ حصہ لیا اور مدد کی ہے اور ہندوستان جیسے ملک کو امریکہ اور اسرائیل کی تمام دسیسہ کاریوں کے مقابلے میں صحیح سمت باقی رکھا اور آج تک ہندوستان اس پر قائم ہے، اگر چہ موجودہ حکومت کے بارے میں یہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کہ اندرونی طور پر اس کا کوئی گڑبڑ رول نہ ہو لیکن اس کے باوجود ظاہری طور پر ہندوستان آج بھی کسی خراب پوزیشن میں عرب ملکوں کے بارے میں نہیں ہے۔

تاریخ آپ کو بھلا نہیں سکے گی

بہر حال ہم کسی ملک کی کچھ مدد کر سکیں خاص کر اس ملک کے معاملات میں۔ حقیقت میں حالات ایسے نہیں، لیکن ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خاص طور پر نوجوانوں کو ہمت عطا فرمائے اور قربانی کی توفیق عطا فرمائے، اور رخ موڑ لیں یعنی اگر ''زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز'' نہ کریں ''ستیز'' کریں اور اس کی توفیق اللہ تعالیٰ عطا فرمائے اور آپ اگر ایسے طویل اور خراب دور کے بعد بھی اس ملک کا صحیح سمت رخ موڑنے میں کامیاب ہوجائیں تو یہ تاریخ کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور تاریخ آپ کو بھلا نہیں سکے گی، اس لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے آپ حضرات کو صحیح سمت چلنا اور عمل کو جاری رکھنا چاہیے اور قربانیاں دینی چاہئیں، قربانیوں ہی سے کام بنتا ہے، قافلے بنتے ہیں منزل ملتی ہے اور راہ کی دشواریاں دور ہوتی ہیں، اس لیے میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کی مہربانی و کرم اور عزت افزائی کے لیے پھر شکر گزار ہوں۔

ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں

میں تو بہت نا کارہ اور نا اہل ہوں اور اسی کے ساتھ جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم لوگ تو بہت ٹھنڈے لوگ ہیں اور ہمارا ماحول بھی ہمارے مزاج کو ٹھنڈا رکھنا چاہتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس میں اسی طریقے سے کام ہو سکے، اس لیے آپ نوجوانوں کی گرم اور

جذباتی باتوں کا اس انداز میں جواب دینے کی موافقت ہم نہیں پاتے، آپ کو ہماری باتوں سے کچھ مایوسی ضرور ہوگی کہ ٹھنڈی باتیں کررہے ہیں لیکن جس صحیح سمت آپ چل رہے ہیں اس کے لیے ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے اور صحیح سمت چلنے، سوچنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مقاصد میں کامیابی کے ساتھ صحیح رہنمائی کرے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مؤلف کی دیگر مفید کتابیں

اسلاف کی طالب علمانہ زندگی	محبت رسول نقل وعقل کی روشنی میں
الفیض الحجازی شرح المنتخب الحسامی	عیون البلاغہ شرح دروس البلاغہ
الرحمۃ الواسعہ فی حل البلاغۃ الواضحۃ	آسان حج (اردو، ہندی، گجراتی، انگریزی)
خطبات دعوت (اول) بیانات مولانا احمد لاٹ صاحب	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی زندگی
خطبات سلف (اول، دوم، سوم) علماء کرام سے خطاب	نفحۃ الدعوۃ والتبلیغ (عربی)
خطبات سلف (چہارم پنجم) طلباء کرام سے خطاب	معراج کا سفر
خطبات سلف (ششم) حجاج کرام سے خطاب	شب برأت کا پیغام امت مسلمہ کے نام
رمضان المبارک تربیت کا مہینہ	شب قدر کا پیغام امت مسلمہ کے نام
اعتکاف کی حقیقت	عیدالفطر کا پیغام امت مسلمہ کے نام
عیدالاضحیٰ کا پیغام امت مسلمہ کے نام	حج کا پیغام امت مسلمہ کے نام
حجۃ الوداع یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا الوداعی حج	جمعہ عید کا دن ہے
مسجد اللہ کا گھر ہے	
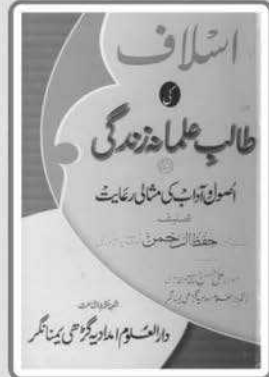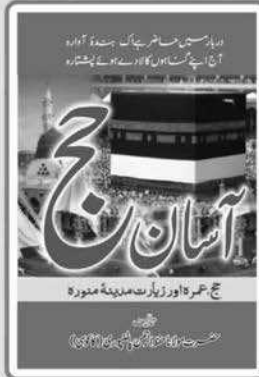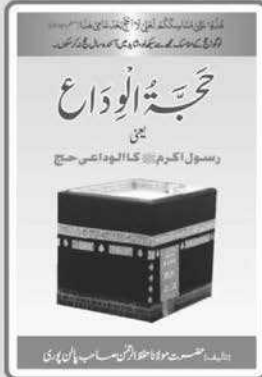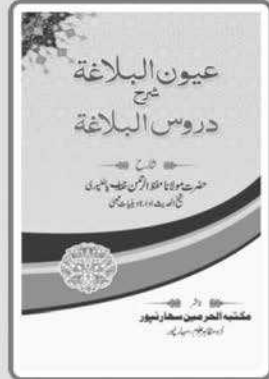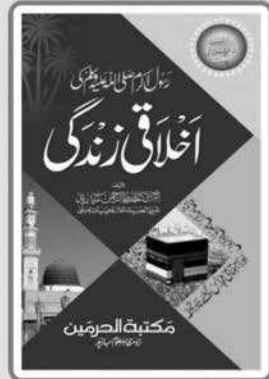
MAKTABA IBN-E-ABBAS

Mumbai

Mob. 9967300274, 7021684650